

قاریوں کی کتابوں کی کثرت پاتے ہیں

کوشا الخیرات

سید السادات
صاحبزادہ



نور الہدیٰ شرف العلماء انوار حسنات

مولانا علامہ محمد شرف سیالوی
زید محمد

اہل سنت و جماعت کی کوشا الخیرات
ضلع جہلم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب کوثر الخیرات

تالیف علامہ محمد اشرف سیالوی
شیخ الحدیث سیال شریف

سن اشاعت جنوری 2007ء

صفحہات 416

قیمت روپے

مکتبہ فیضان باہو 0321-7641096

ناشر

ملنے کے پتے

☆ جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا

☆ مکتبہ جمال کرم 9 مرکز الاولیس دربار مارکیٹ لاہور 042-7324948

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور 042-7312173

☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد 041-626046

☆ احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

انتساب

میں اپنی اس ناپہیز کوشش کو حضرت شیخ الاسلام و المسلمین
حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ زیرِ سجادہ
آستانہ عالیہ سیال شریف (سرگودھا) کی بارگاہِ اقدس میں بصد
عقیدت و نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کی نگاہ
التفات کی بدولت ہزاروں قلوبِ حبِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام
کے نور سے جگمگا رہے ہیں۔

ابوالحسنات محمد شرف سیالوی

تعارف

استاذ العلماء محمدہ الاذکیار مولانا علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی
 شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف (سرگودھا) موجودہ دور
 کے متبحر فاضل اور تحریر و تقریر، تدریس و مناظرہ میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ حافظہ اس غضب
 کا ہے کہ طویل عربی اور فارسی عبارتیں بلا تکلف پڑھ دیتے ہیں، اخلاق جمیلہ میں اپنی مثال
 آپ ہیں۔

آپ ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں ضلع جھنگ کے ایک دیہات غوثوالہ میں پیدا ہوئے۔
 آپ کے والد ماجد جناب فتح محمد صاحب مدظلہ نہایت نیک سیرت بزرگ ہیں۔ قصبہ بڑانہ میں
 مڈل تک تعلیم حاصل کر کے جامعہ محمدی (جھنگ) میں داخل ہوئے اور مولانا حافظ محمد شفیق سے
 ایک سال میں ابتدائی کتابیں پڑھیں، بعد ازاں ڈیڑھ سال سیال شریف (سرگودھا) میں
 مولانا صوفی حامد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور مولانا محمد عبداللہ جھنگوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے کافیا اور شرح
 تہذیب وغیرہ کتب پڑھیں، اسی دوران تین ماہ پلاں (میانوالی) میں رہ کر مولانا سید
 اور مولانا محمد حسین شوق سے استفادہ کیا۔ چھ ماہ مریہ شریف (سرگودھا) میں حضرت مولانا
 غلام سدید الدین مدظلہ العالی (سجادہ نشین) سے ابتدائی شروع کر کے قطبی تصدیقات سے آخر تک
 اور شرح جامی مرفوعات سے حال کی بحث تک پڑھی۔ بعد ازاں چھ ماہ میں مولانا سلطان اعظم
 (چیمبر شریف، سرگودھا) سے شرح جامی پڑھی، پھر ماہ ربیع الاول شریف (۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء) میں
 استاذ العلماء ملک المدین حسین حضرت مولانا الحاج عطاء محمد حشتی مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہو کر
 چھ ماہ گولڑہ شریف، دو سال سیال شریف اور ایک سال دارالعلوم امدادیہ مظہریہ، بندپل (سرگودھا)

نہیں نہ کر تمام کتبِ درسیہ کی تکمیل کی۔ رمضان المبارک (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) میں حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دورہ قرآن پاک میں شریک ہوئے، اسی سال ماہِ ثوال میں حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہ کی خدمت میں جامعہ رضویہ دہلا پورہ حاضر ہو کر درسِ حدیث لیا اور سندِ فراغت حاصل کی۔

ماہِ ثوال (۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء) میں تدریس کا آغاز کیا، دو سال سیال شریف، دو سال جامعہ نعیمیہ (لاہور) پانچ سال سلا نوالی، ایک سال رکن الاسلام (حیدرآباد) میں پڑھاتے رہے، ۱۹۷۱ء سے سیال شریف کے عظیم الشان دارالعلوم میں شیخ الحدیث ہیں۔ آپ کے تلامذہ کا حلقہ خاصاً وسیع ہے۔ مسند سماعِ موتی پر مبسوط کتاب جلاء الصدور "لکھ چکے ہیں سوہ کوثر کی تفسیر پیش نظر ہے جس کے مطالعہ سے مصنف کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔

روحانی طور پر سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مشہور فاضل بزرگ شیخ الاسلام حضرت الحاج محمد قمر الدین دادا بركاتہم العالیہ مجاہدین سالِ ثانی، سے بیعت ہیں اور اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۳۰ جولائی ۱۹۷۵ء

پیش لفظ

سورہ کوثر قرآنی اعجاز کا منہ بولتا ثبوت ہے، انتہائی مختصر ہونے کے باوجود غیر محدود معانی و مطالب کو متضمن ہے۔ مفسرین کرام نے اپنے اپنے انداز میں اس کے مطالب کو بیان کیا ہے لیکن فخر المفسرین امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے جس کمال محبت سے اس کے لطائف و دقائق اور نکات حقائق کو بیان کیا ہے، وہ انہی کا حصہ ہے۔ ضرورت تھی کہ ان چند نادیدہ خزاں گہرائی کے سرسبز کی طرف انگیز خوشبو سے عامۃ المسلمین کے دل و دماغ کو بھی معطر کیا جائے جنہیں مفسرین کرام نے بڑی عرق ریزی کر کے گلستانِ جمالِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثنار سے حاصل کیا ہے۔

چونکہ یہ سورہ کریمہ فضائل و کمالاتِ مصطفویہ کا ناپیدا کنارہ سمندر ہے اور غیر محدود و غیر متناہی درجات و مراتب کا خزانہ ہے اور یہی جبر امت ترجمانِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان فرمودہ معنی ہے کہ الکوثر هو الخیر الکثیر کلہ لہذا اس کتاب کو کوثر الخیرات سید السادات علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس سعی کو بہ طفیل سید الاتام علیہ السلام قبولِ تام سے سرفراز فرمائے ہوئے اس ناکارہ خلائق کے لئے ذریعہ نجات و مغفران بنائے۔ آمین۔

ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله ذي المجد والعلی خالق الارض والسماء وما بينهما
وما تحت الثرى والصلوة والسلام على افضل رسله و سيد
الانبياء الذی دنی فتدلی فكان قاب قوسین او ادنی فاولی الیه
وبه ما اوحی محمد بن المبعوث الی كافة الناس بشیرا و
نذیرا وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا وعلى اله واصحابه الکرماء
الشرفاء والتابعین لهم بالاحسان الی یوم الجزاء - **اوابعد**
اعوذ بالله من الشیطن الرجیم
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اعطینک الکوثره فصل لربک وانحره
ان شانیک هو الابرہ

(ترجمہ) بیشک ہم نے اے محبوب آپ کو کوثر عطا کیا، پس اپنے رب کے لئے نماز ادا
کریں اور قربانی دیں، یقیناً آپ کا دشمن بے نام و نشان اور نیست و نابود ہو گیا ہے۔
قرآن کریم کی یہ مختصر ترین سورت تین آیات پر مشتمل ہے اور کل بیالیس حروف کا مجموعہ ہے،
لیکن معانی و مطالب لطائف و دقائق اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھر پور ہے۔ اس کی
تفسیر و تفصیل میں جو کچھ لکھا گیا ہے یا لکھا جاوے گا وہ اس کے علوم و معارف اور اسرار و رموز کے بھر پور سے
چند قطرے ہیں۔

جب قرآن کریم کی سداقت کو چیلنج کیا گیا اور صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہہ کر
نا قابل اعتبار سمجھا گیا، کتاب مبین کے مضامین کو افسانوی اور من گھڑت حکایات و قصص کہکشاکیوں کا قابل عمل
قرار دیا گیا تو قرآن کریم نے کفار عرب کو مشرکین مکہ کو اور اپنی فصاحت و بلاغت پر اترانے والوں کو مقابلہ کی
دعوت دی۔ پہلے پہل انہیں پورے قرآن کی مثل ایک کتاب بنانے اور اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی دعوت

دی جب وہ عاجز آگئے تو اپنے مطالبہ میں لچک پیدا کر دی، نرمی سے کام لیا اور فرمایا صرف دس سورتوں جیسی سورتیں بنا کر لے آؤ۔ جب فصولے عرب یہاں بھی بے بس ہوئے اور مقابلہ کی تاب نہ لاسکے تو اپنے مطالبہ میں لچک پیدا کر دی اور ماہرین علم و ادب، بلغاء عرب، نامور شاعروں اور شکر نگاروں کو چھوٹی سے چھوٹی سورت جیسی سورت بنا لانے کا حکم دیا اور تمام حجت کے لئے آخری موقع دیا لیکن کسی کو بھی مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ تمام کفار و مشرکین ان کے مددگار و معاونین مختصر ترین سورت جیسی سورت بھی بنا سکے اور نبی اُمّی (فلام ابی وامی) کے لائے ہوئے کلام جیسا کلام نہ لاسکے، سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں اور راہوار عقل و فرد لنگ سے

تیرے آگے یوں ہیں دبے پچھے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہ انتہائی مختصر ہونے کے باوجود مخالفین و معاندین کو عاجز و بے بس کرنے والی یہی سورت

کوثر ہے، قرآن پاک کے کلامِ خدا ہونے اور صاحبِ قرآن علیہ السلام کے رسولِ برحق اور پیغمبرِ آخر الزمان ہونے کی دلیلِ ناطق یہی سورتِ عظیمہ ہے، اس نے روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا کہ محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ سے جو کلام نکلا، وہ ان کا اپنا بنا ہوا نہ تھا بلکہ زبان ان کی تھی اور کلام رب العالمین کا جو ما یطق عن الہوی ان هو الا وحیؐ کا جو وحیؐ، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں

وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیان ہے جس کا بیان نہیں

یہ سورہ کریمہ محبوبِ خدا علیہ التعمیرۃ والسلام کے حسن و جمال، رفعت و کمال کا ایک گلدستہ ہے

اور رب العزت کے لطف و کرم، انعام و اکرام اور تعظیم و توفیر کا اعلیٰ نمونہ بلکہ سیادت و قیادت کائنات کا عظیم منشور ہے۔ ہر مرتبہ عالی، ہر درجہ بلند، ہر مقام رفیع اور ہر منصبِ مینع کی عطا و بخشش کا اس میں اعلان ہے۔ فاشد علیٰ ذلک!

ارشاد فرمایا انا اعطيتك الكوثره فصل لربك وانحر ان شانك
 هو الابرار۔ ان آیات مقدمہ سے پہلے چند کلمات مصطفوی متعدد سورتوں میں بیان فرما کر
 یہاں آج کی تکمیل فرمادی اور آنے والی سورتوں اور آیات مبارکہ کے لئے اساس و بنیاد بھی
 اسی سورت عظیمہ کو بنایا۔ سورۃ الضحیٰ میں فرمایا ما ودعت سربك وما قلیٰ اسے
 حبیب تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا اور نہ تم سے ناراض ہوا "واللاخرۃ خیر لك
 من الاولیٰ" اور پہر پھلی ساعت آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔ "ولسوف
 يعطيك سربك فنرضیٰ" اور ضرور تمہیں تمہارا پروردگار اتنا عطا فرمائے گا کہ جس پر
 آپ راضی ہو جائیں گے۔

سورۃ الشرح میں فرمایا الحمد للہ صد سربك ہم نے آپ کے سینہ
 اقدس اور دل مبارک کو بہت کشادگی اور وسعت بخشی۔ "ووضعنا عنك و سربك
 الذی انقضٰ ظہرك" اور ہم نے آپ سے اس بوجھ کو اتار دیا جو آپ کی پیڑ توڑ دینے والا
 تھا اور رنج و سختی میں ڈالنے والا تھا۔ "وما فعلنا لك ذكرك" اور ہم نے تمہارے
 لئے تمہارے ذکر کو بلند فرمایا۔

سورۃ التین میں ارشاد فرمایا وهذا البلد الامین اس شہر کی قسم جو
 تیرے قوموں کی بدولت امن و سلامتی کا مرکز بنا۔ "الا الذین امنوا و عملوا الصالحات
 ما کوئی انسان بھی دوزخ کی آگ سے نجات نہیں پاسکے گا جب تک تمہاری غلامی و اطاعت
 اختیار نہیں کرے گا اور تمہاری اتباع نہیں کرے گا۔" فلہم اجر غیر ممنون
 جو تمہارے ہو گئے وہ نہ ختم ہوں والے اجر و ثواب کے مستحق ہو گئے۔

سورۃ اقرآین حکم ہوا اقرا باسم ربك الذی خلق آپ پر مصیبت
 ربك نام کی اعانت و برکت سے جو پیدا کر نوا لائے۔ "قلیدع نادیه مستدر النبیان
 تمہارا دشمن مغلوب و مقہور ہے اگر سمیت آزمانا چاہتا تو وہ اپنے معادین اور مددگار بلا لے ہم
 اپنے فرشتوں کو بلا لیں گے۔" واسجد واقرب آپ اعداء اور بدخواہوں سے
 بے نیاز ہو کر اپنے رب کریم کی عبادت کریں اور منازل قریب و وصول پر فائز ہو جائیں۔

سورۃ فاریات میں فرمایا والعادیا ننت صبیحاً * ان گھوڑوں کی قسم جو اچھے ہوتے ہیں
جہاد کے لئے دوڑتے ہیں * فالسوسایات قدحاً * ان گھوڑوں کی قسم جو پتھری جگہوں سے
دوڑتے وقت آگ نکالتے ہیں * فالملغیرات صبیحاً * ان گھوڑوں کی قسم جو صبح کے وقت
تعلد کھوتے ہیں اور نبی کے باوجود غبار اڑاتے ہیں *

غرضیکہ سورۃ کو شریک جتنی بھی سورتیں ہیں ان تمام میں اپنے محبوب کی مختلف
خصوصیات اور کمالات کو بیان کیا۔ ان کے غلاموں کے اوصاف و کمالات، اجر و ثواب کو
بیان فرمایا بلکہ اپنے حبیب کے دشمنوں کو ہلک و برباد کرنے والے مجاہدین کے گھوڑوں کی بھی
قسم اٹھائی اور ان کی عظمت و حرمت واضح فرمائی، دشمنوں کی ذلت و رسوائی، دنیا و آخرت میں
ناکامی و محرومی، ابابیل جیسے کمزور و ناتواں پرندوں کے ذریعے تباہی و بربادی، آخرت میں
جہنم کی دکھتی آگ کا ایندھن بنا دینا وغیرہ بیان کر کے فرمایا انا اعطینت الکوثر یعنی تیرے
کن اوصاف و کمالات کو گن جائے؟ کن خوبیوں کا احاطہ کیا جائے؟ کس ذہن میں یہ تاب و توان
کہ تیرے مدارج و مراتب کو پاسکے۔

خلاصہ یہ کہ ہم نے آپ کو اتنا دیا جو شمار و حساب سے باہر ہے اور اللہ جس کے
احاطہ سے قاصر ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ

تیرے تو وصف عیب تھا ہی سے میں بری
حیراں ہوں میرے شاہ کہ کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رفتانے غم سخن اس پر کر دیا
خالق کا اندہ فسق کاموں کہوں تجھے

یہ سورت طیبہ بعد رالی سورتوں کے لئے مبداء و اساس ہے اور انیوالی آیات
بینات کے لئے اصل اور بنیاد ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے فرمایا قتل یا ایہا الکفرۃ
لا اعبد ما تعبدون * اے محبوب بد مذہب لوگوں کو فراد رکھو ان کا درد ان
باطل مسبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو *

تمام مخالفین کو ایسا پیغام دینا بڑا مشکل کام ہے اس میں ان کے مذہب پر اعتراض

ہے۔ باطل معبودوں پر تنقید ہے حالانکہ مذہب اتنی عزیز چیز اور پیاری متاع ہوتا ہے جس پر جان قربان کی جاتی ہے۔ اولاد کی قربانی سے دریغ نہیں کیا جاتا اور ماں دے کر دین و مذہب کی حفاظت غنیمت سمجھی جاتی ہے لہذا ان کے مذہب پر اعتراض کرنا گویا ساری دنیائے کفر کی مخالفت و دشمنی مول لینا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کی طرف بھیجا گیا اور فرعون پر اس کی بے راہروی اور گمراہی واضح کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے عرض کیا اخاف ان یقتلون مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔ لیکن یہاں ایک فرعون نہیں ساری دنیا کے فرعونوں سے ٹکر لینے کا حکم دیا ہے اور ان کے مذہب و عقیدہ کی بنیادوں کو ہلا دینے کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کو یہ بھی علم ہے کہ کفار انہیں اپنے مقصد سے باز رکھنے کے لئے اپنے خزانے پیش کریں گے۔ سارے عرب کی تاجداری اور بادشاہت کی پیشکش کریں گے مگر کامیاب نہ ہو سکے تو خون کے پیاسے بن جائیں گے اور ہر قسم کی ایذا میں اور تکالیف پہنچانے کی کوشش کریں گے لہذا اس حکم سے پیچھے ہی فرمایا انا اعطینک الکوشۃ سے رسول کفار آپ کو اپنے محدود اور معمولی خزانے پیش کریں گے لیکن ہم نے اپنے غیر محدود اور لافانی خزانے اور دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں تمہیں عطا کر دی ہیں۔ تمہاری جان کا محافظ و نگہبان میں ہوں واللہ یعصمک من الناس، فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی اذا جاد نصر اللہ والفتح جو تمہاری گستاخی کرے گا اور تکلیف پہنچائے گا تباہ و برباد ہو جائے گا تب بجا آج لہب و تب۔ اگر بزدل دشمن جادو اور سحر سے کام لے تو اپنے رب کے نام کو اپنے لئے تعویذ بنا، اقل اعوذ برب العلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ لینا ان کے ساحرانہ حربے بیکار ہو جائیں اور جادو انہ اثرات کا فور ہو جائیں گے۔

اسی لئے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کو فرمایا جبکہ وہ آپ کے شفیق حیا ابوطالب کی وساطت سے آپ کو تبلیغ حق سے رک جانے کی صورت میں تمام اموال و امتداد اور سرب کی بادشاہت و تاجداری کی پیشکش کر رہے تھے اگر تم صیریح کو میرے واسطے ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر اتار کر رکھ دو میں پھر بھی اعلان توحید و رسالت اور احقاق حق

والبطل باطل سے باز نہیں آؤں گا اور اگر کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے تو میں پھر بھی جب تک دم میں دم ہے اس مقصد کی تکمیل کے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔

إِنَّا عَطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ

یہ آیت کریمہ اپنے اسلوب اور اندازِ بیان کے لحاظ سے کئی لطائف و دقائق اور نکات و حکم پر مشتمل ہے اور بے شمار نفائس عجائب و نعمِ عطا کو شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بے شک ہم نے آپ کو کثیر عطا فرمایا۔

حکمت اولیٰ

اللہ تعالیٰ خطاب کرنے والا ہے اور محبوب مخاطب ہے۔ اندازِ

خطاب ایسا ہے جیسا کہ دونوں ذاتیں بے حجابانہ ایک دوسرے کے سامنے ہو کر محو گفتگو ہوں

درمیان میں کوئی پردہ اور حجاب حائل نہ ہو، کوئی واسطہ اور ترجمان نہ ہو۔ اس سے صاف ظاہر

ہے کہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام والی شانِ کلیمی و ہمکلامی سے

نوازا گیا ہے۔ نہیں نہیں وہ صرف مقامِ کلیمی ہی نہیں وہ تو مقامِ امر تھا۔ بارِ نبوت ان کے

کاندھوں پر ڈالا جا رہا تھا۔ فرعون کے دربار میں پہنچ کر کلمہ حق سنانے کا حکم دیا جا رہا تھا۔

یہاں تو اپنے حبیب کی تربیت کی جا رہی ہے۔ ان کے حسن و جمال کو نکھاراجا رہا ہے۔ ان کے

مراتب و کمالات کو ظاہر کیا جا رہا ہے ان سے اپنا تعلق و پیار اور لطف و کرم بیان کیا

جا رہا ہے اسے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کائناتِ عالم کی تاجداری سے نوازا

ہے اور صاحبِ کونین بنا یا ہے۔ یہ خطاب جن تسلیوں، خوشخبریوں اور بشارتوں کو اپنے

اندیشے ہونے سے لگا بیان سے باہر ہے۔

إِنَّا عَطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ فرمایا ہم نے عطا کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ واحد لا شریک لہ ہے

کوئی اس کا ثانی و شریک نہیں عطا و بخشش میں کوئی اس کے ساتھ

حصہ دار نہیں لہذا جو عبارت اس مقام کے لئے موزون تھی، وہ اِنَّا عَطَيْنَاكَ

عطا کیا، تھی اور مقتضی مقام و حال یہی تھا لیکن اس سے مدول کیا اور اِنَّا عَطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ کہہ کر

یہ اشارہ فرما دیا کہ اسے میرے رسول تیری تعظیم و توقیر میں میں اکیلا تو نہیں بلکہ میں نے اپنی تمام مخلوق پر تمہاری خدمت و طاعت، تعظیم و تکریم اور مدح و ثنا لازم کر دی ہے۔ فرشتے آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی۔ انبیاء و رسل تمہاری غلامی و طاعت پر کمر بستہ ہیں و اذا خذ اللہ ميثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جادکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتقصرنہ الاۃ۔ خلیل علیہ السلام تمہارے لئے دعا کر رہے ہیں ما بنا و ابعث فیہم رسولا من انفسہم یتلو علیہم آیتک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کی امت میں داخل ہونے کی تمنا کر رہے ہیں ما جعل من امة محمد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام آپ کی تشریف آوری کی بشارت دے رہے ہیں و مبعثرا برسول یاتی من بعدک اسمہ احمد۔ جن تمہاری حقانیت و صداقت کے تصدیق پڑھ رہے ہیں اناسمعنا کتابا عجبا یهدی الی الرشدا فامنا بہ۔ انسان تمہارے نام پر اپنی جان و مال کو قربان کر رہے ہیں الذین اتبعوا فی ساعة العسرة۔ چاند و سورج، شجر و حجر تمہارے اشارے کے منتظر ہیں یا ایہا الذین امنوا استجبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوة جلد اول میں فرماتے ہیں:

جمع کر دینے والے عالم علوی و سفلی را بر ثنا و دعائے دے صلی اللہ علیہ وسلم و اعلان کر دینے والے در اولین و آخرین و نشر کرد مناقب اور افسانہ شرقا و غربا برآد بجزا و در آسمانہا و عرش و کرسی۔

مولانا احمد رضا خان بڑیلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

عرش پہ تازہ چھڑ چھاڑ فرشتے پہ طرفہ دھوم دھام

کان جبرئیل گائے تیری ہی داستان سے

اللہ تعالیٰ اگر چہ واحد و کیتا ہے لیکن اپنی قدرت کا علم اور حکمت بالغہ

کے اعتبار سے مخلوقات میں سے کوئی طبقہ اور فرد خواہ فرشتے ہوں

حکمتِ ثالثہ

یا اولیاء کرام، رسل عظام ہوں یا انبیاء کرام انفرادی یا اجتماعی کسی بھی لحاظ سے اس کے برابر نہیں والارض جميعاً قبضتہ یوم القیامۃ۔ ساری زمینیں قیامت کے دن اس کے دستِ قدرت میں سمٹی ہوئی ہوں گی اور سارے آسمان اس کے دستِ قدرت میں سمٹے ہوئے ہوں گے والسموات مطویات بیمنہ۔ وہ جو چاہے کُن کہہ کر پیدا فرمادینا ہے انما امرہ اذا اراد شئنا ان یقول لہ کن فیکون۔ اور جب چاہے گا تو اسرافیل کی پھونک سے موجودات کو ہلک بھی فرما دے گا اور جب دربارہ اٹھانا چاہے گا تو صور اسرافیل کی ایک آواز سے گلی مٹری بڈیوں کو بھی نئی حیات عطا فرما دے گا۔ ایسی عظیم قدرتوں کا مالک واحد ہونے کے باوجود گریہ کرنے والی قدرتوں اور عافیتوں کا مجموعہ ہے اسی لئے ارشاد فرمایا: انا اعطینا سب قوتوں اور قدرتوں کے مالک نے تمہیں عطا کیا۔

حکمت رابعہ عظیم ہستی اور بلند مرتبت شخصیت اگر تھوڑی سی چیز بھی کسی کو عطیہ اور ہدیہ کے طور پر دے تو اسے بھی عظیم انعام اور ریح اکرام سمجھا جاتا ہے مثلاً بادشاہ روئے زمین اپنے ہاتھ سے ایک غلام کو سب کا ایک دانہ عطا کرے تو اسے غلام کے لئے یہ انتہائی عزت و افتخار کا باعث ہوگا اور لوگوں میں عزت افزائی کا موجب ہوگا اور جب انکم الحاکمین رب العالمین اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو براہِ راست اپنے دستِ قدرت سے خزان ملک و ملکوت عطا فرمائے۔ دنیا و آخرت میں امامت کل اور سیادت کل کا اعزاز بخشے تو اس عطیہ کی عظمت اور اس عبدِ خاص اور حبیبِ خاص کی عزت و عظمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے فیالہا من نعمتہ ما اعظمہا واجلہا ویا لہا من شریف ما اعلاہا واحلاہا۔

حکمت خامسہ ہمیشگی نہ ہونے کی نعمتِ کاملہ نہیں بنتا اور جب تک واپس لئے جانے کا احتمال ختم ہو قابلِ فخر نہیں بنتا اور نہ ہی موجبِ راحت و سرورِ تام ہو سکتا ہے ہاں اگر اس ہدیہ و عطیہ کے مقابل کوئی عوض ہو اگرچہ بالکل معمولی اور قلیل و حقیر ہی کیوں نہ ہو لیکن اب اسے واپس نہیں لیا جاسکتا اور شرعاً اس میں رجوع جائز نہیں لہذا اس صورت میں

وہ عطا نعمت کامل ہوگی اور موجب سرور و راحت دائم ہوگی۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت کے سارے خزانے عطا فرمائے اور غیر محدود اور غیر تنہا ہی عطیات دہرایا سے سرفراز فرمایا اور ساتھ ہی ایک تھوڑا سا عوض اور بدلہ طلب فرمایا فصل لسبک و انحر۔ اپنے رب تعلق کے لئے نماز ادا کریں اور قربانی پیش کریں۔ تاکہ ہر ایک کو یقین ہو جائے کہ اب اس ہدیہ اور نعمت میں رجوع نہیں ہوگا بلکہ یہ انعام و اکرام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سیدنا محمد علیہ السلام کو حاصل رہے گا اور دنیا و آخرت میں ہر ایک ان کی رفعت و سر بلندی کا قائل ہوگا۔

حکمت سا دوسرا اللہ تعالیٰ نے مقام عظام میں یہ نہیں فرمایا کہ ہم تمہیں کوثر اور خیر کثیر عطا کریں گے بلکہ فرمایا ہم نے عطا کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوب

خدا علیہ التمیۃ و الشناہ دنیا میں ظہور فرما ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں منظم و مکرم ہیں اور تمام نعم اور خزانہ کے مالک و مختار ہیں بخلاف دیگر تمام رسولان عظام اور انبیاء کرام کے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ وہ شرف وجود سے مشرف ہونے کے بعد ان اکرامات اور اعزازات کے مستحق ہوئے جو انہیں عطا کئے گئے۔ اس لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کنت نبیا و آدم بلین الروح و الجسد و میں اس وقت تک رسالت کا تاجدار تھا اور خلعت نبوت و خلافت سے سرفراز جبکہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا خیر اور مجسمہ تیار کیا جا رہا تھا۔

اس آیت کریمہ میں یہ بشارت بھی موجود ہے کہ جس پیارے کو ہم نے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے نہ بھلا یا۔ اسے اب کیونکر بھلائیں گے بلکہ ہم تو ہر وقت ان کے محافظ و نگہبان ہیں اور ناصرو نگہبان ہیں فانک باعیننا۔ واللہ یعصمک من الناس۔

نیز یہاں یہ بھی وضاحت فرمادی کہ ہم نے اپنے عبد خاص اور مقبول بارگاہ ناز کو جو کچھ دیا ہے وہ ان کی اطاعت گزاری و فرمانبرداری اور عبادت و ریاضت کے عوض نہیں دیا ورنہ جب تک وہ طاعت و عبادت نہ کرتے ان فیوضات و انعامات کے مستحق نہ ہوتے حالانکہ ہم نے انہیں پہلے ان عطاؤں سے سرفراز فرمایا اور دنیا میں ظہور فرمانے کے بعد ان سے عبادت و طاعت

کا مطالبہ کیا ہے لہذا جو کچھ انہیں حاصل ہوا یہ محض فضل و کرم خداوندی اور اس کے لطف و نوازش کی بدولت ہے اور جو لطف محض اور کرم خاص کی بدولت حاصل ہو وہ ہمیشہ رو بہ ترقی ہی رہتا ہے اس میں کمی و نقصان نہیں ہو سکتا و للآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔

حکمتِ سابعہ خالق حقیقی اور مالک حقیقی جل و علا نے فرمایا اعطیناک ہم نے تمہیں عطا فرمایا۔ "مقام عطا و بخشش میں اپنے حبیب کے کسی منصب

کو ذکر نہیں فرمایا۔ نہ وصف رسالت و نبوت کو ذکر فرمایا نہ صفت بشیر و نذیر کو ذکر فرمایا بلکہ اسم ضمیر کو ذکر کیا جو محض ذات سے عبارت ہے اور اس انعام و اکرام کی سببیت و علت بیان کرنے سے قاصر ہے لہذا حق یہ تھا کہ فرمایا جانا انا اعطینا الرسول ہم نے رسول کو عطا کیا۔ " انا اعطینا النبی ہم نے نبی کو عطا کیا۔ " علیٰ ہذا القیاس۔ کیونکہ اس اسلوب و انداز میں ہر آدمی یہی سمجھتا ہے کہ یہ عطا محض منصب نبوت و رسالت کی وجہ سے ہے اور وصف بشیر و نذیر کی بدولت ہے جب منصب و عہدہ کا ذکر کئے بغیر محض ذات اقدس کو خطاب کرتے ہوئے مشرکہ عطا سنایا تو ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ منصب و عہدہ کوئی نہ ہوتا اور نبوت و رسالت کی ذمہ داری ان پر نہ ڈالی جاتی تو بھی اس محبوب کی رسائی انہی بند یوں تک ہوتی اور کائنات عالم کی سیادت اور نیاد آخرت کی تاجداری انہی کے ساتھ مختص ہوتی اور سدرہ دعوش کی رفعتیں اور لامکان کی وسعتیں ان کی کند عروج و وصول کی زد میں ہوتیں یکا دنما بیتھا یعنی ولولہ تمسسا۔ ناس نوسا علی نور۔

حکمتِ ثامنہ رب کریم نے اعطیناک فرمایا اور اتیناک نہیں فرمایا ہم نے عطا

ادا کی پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا اتوا الزکوٰۃ " زکوٰۃ ادا کر دو۔ " مال و دولت اور سمندر میں سے ایک معین حصہ کی ادائیگی کا مطالبہ کرتے وقت " ایتار " کا لفظ استعمال کیا گیا لہذا اگر یہاں بھی اتینا کا لفظ استعمال کیا جاتا تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ مالک نے یہ سب کچھ دیکر کسی فرض و واجب کو ادا فرمایا ہو حالانکہ اس پر کوئی چیز لازم و فرض نہیں وہ جو کچھ بھی عطا فرماتا ہے یا عطا فرمائے گا یہ محض اس کا فضل و کرم ہے اور لطف و نوازش ہے لہذا اعطینا

فرمایا تاکہ سر و ہم و گمان کا سبب یہی باقی نہ رہے اور جب یہ واضح ہو گیا کہ یہ عطا و بخشش کسی سزا کی اجازت نہیں بلکہ عطا و بخشش ہے تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس عطا میں انقطاع اور مطلق نہیں ہو گا کیونکہ کریم سبب اپنے ذمہ داران کی بارشیں بڑھانا شروع کرے تو پھر اسے بند کرنا اس کی نشان دہی کے لائق نہیں ہوتا بلکہ اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا ہے۔ نیز واجب و فرض کی ادائیگی میں تدریج و اسباب سے تجاوز نہیں کیا جاتا لیکر جب فضل و محنت ہے تو اس میں کوئی حد نہیں اور مقدار محدود نہیں ہوگی بلکہ یہ عطا اتنے وقت تک جاری رہے گی جب تک محبوب راضی نہیں ہوگا و لیس وقت يعطيك من بلک فتراضی تمہیں تمہارا رب اتنا عطا کرے گا جس پر آپ راضی ہو جائیں گے۔ گویا ہماری عطا کا پیمانہ تمہاری رضا ہے۔

نیز تمام علماء میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال اور مطالبہ کو ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اگر ان کا سوال اور مطالبہ مذکور ہوتا تو ہر آہنی کہتا کہ یہ عطا اس سوال اور عرضداشت کے مطابق ہوگی۔ سبب کسی آرزو و اورتہ کا ذکر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عطا بمعنی کریم اور جواد مطلق کے نشان و نشان ہوگی اور جب عطا کر نیوالا غیر محدود اور غیر متناہی قدرتوں اور خزانوں کا مالک ہے تو عطا بھی حد و نہایت سے منزہ اور پاک ہوگی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں مدارج النبوة جلد اول اور اخبار الانبیاء :-

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بردست ختم
 ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برد تمام
 برداشت از طبیعت امکان قدم کہ او
 امرنی بعدہ مست من المسجد الخرام
 تا عرضد و خوب کہ اقصائے عالم است
 کا بجا نہ جاست نے بہت نے نفس نہ نام
 شاہ رسل شفیع امم خواجہ دو کوں
 نور ہدی حبیب خدا سید انام

مقصود ذاتِ اوست و اگر ہا ہر طفیل !
مقصود نورِ اوست و اگر ہمہنگی کلام

حکمت ناسعہ ۹
اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں کئی وجوہ سے تاکید فرمائی ہے
جلد اسمیہ ذکر فرمایا، خبر عہد فعلیہ ہے اور لفظ "ان" کے ساتھ
ابتدا کی گئی ہے جو مقامِ قسم میں ذکر کیا جاتا ہے اور معنی یہ بنا ہے شک ہم نے ہی آپ
کو عطا کیا اور صاحبِ عقل و دانش یہ جانتا ہے کہ ایسی کلام اس وقت ذکر کی جاتی
ہے جب مخاطب متروذ ہو یا منکر ہو۔ کلام میں ریب و تردد کی گنجائش ہو یہاں کلام
کرنے والا رب العالمین ہے اور مخاطب رحمتہ للعالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات
کی جتنی معرفت اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اتنی کسی اور مخلوق کو حاصل
نہیں نہ کسی فرشتہ و رسول کو اور نہ ہی جن و بشر کو۔ تو پھر یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کو
شک و تردد پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو زائل فرمانے کے لئے کلام میں اتنی تاکیدیں
ذکر فرمائے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اتنی عطا و بخشش کو ذکر فرمایا جو بہت کم ہی کسی کے
حصہ میں آسکتی ہو۔ تو سننے والوں کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ کریم کے درمیانی تعلق
کو اور باہمی محبت و محبوبیت کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ اس میں تردد ہو سکتا تھا بلکہ انکار
کی نوبت آسکتی تھی اس لئے تاکیدیں ذکر فرما کر اور پہلے اپنا ذکر فرما کر ان کے دہم دگان اور
ریب و تردد کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور فرمایا اطمینان کو دیکھنے سے پہلے عطا کرے جو الے کو
دیکھو وہ کتنا عظیم ہے، اس قدر سچے قول اور پکے وعدے والا ہے لہذا کسی کو جائز نہیں
کہ وہ اس مقام میں انکار اور بے یقینی کی راہ پر چل کر اپنی عاقبت برباد کرے۔

نیز یہ بھی قانون ہے کہ کبھی تکلم اپنی کلام میں تاکیدیں ذکر کرتا ہے اور مخاطب نہ
مسکر ہوتا ہے نہ متروذ اور نہ ہی کسی دوسرے کے تردد اور ریب و شک کو زائل کرنا مقصود
ہوتا ہے بلکہ محض اپنی رغبتِ کاملہ قلبی توجہ اور دلچسپی کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ اس تکلم و
خبر کی اہمیت اس کی عظمت و وقعت اور اس کے مدلول و مفہوم کے ساتھ دلی محبت و الفت

کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسا کہ منافقین جب مسلمانوں کے پاس آتے تو انہیں کہتے "آمینا"
 "ہم ایمان لے آئے ہیں" اور اپنے کفر و عناد سے باز آگئے ہیں لیکن جب ان سے الگ ہوتے
 اور اکابر کفار کے پاس پہنچتے تو کہتے انا محکومان ما نحن مسترہن دون ہم تو ہمیشہ
 ہمیشہ کے لئے تمہارے ساتھ ہیں اور یہ بات یقینی اور قطعی ہے اور مسلمانوں کو جو کچھ کہتے ہیں وہ
 حقیقت پر مبنی نہیں اس کا تعلق صرف زبان سے ہے اور دل میں تو کفر و نفاق اور بغض و عناد
 راسخ ہے ہم تو یقیناً ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ استہزار اور ٹھٹھا کرنے والے ہیں"
 انہوں نے اپنی اس کلام کو کئی وجہ سے مرکب کیا۔ اسمیت جلد بھی موجود ہے۔ اِن
 بھی مذکور ہے اور کلمہ حصر استہزاء بھی موجود ہے اور ایک مقصد کے لئے دو قریب المعنی جملوں کا
 تکرار بھی۔ یہ سارے وجہ کسی کے انکار و تردد کو زائل کرنے کے لئے نہیں ورنہ مومنین کے
 سامنے جو کلام کی تفسیر اس میں تاکید کی جاتی۔ وہاں ایک وجہ تاکید بھی مذکور نہیں بلکہ بعض عقائد کفریہ
 اور نظریات باطلہ سے قلبی ربط و تعلق اور کفار و مشرکین کی معیبت و رقابت کے ساتھ قلبی میلان
 اور دلی رغبت بیان کرنا مقصود ہے اور مسلمانوں کے ساتھ دائمی فریب کاری اور دھوکا بازی
 کے جنون اور شوق کا اظہار مطلوب ہے ورنہ ان کے مخاطب نہ ان کی معیبت کے منکر ہیں نہ ان کے
 کفر و نفاق میں کلام۔ لہذا اس قاعدہ کی بنا پر قطع نظر سامعین اور معاندین کے تردد و ارتباب
 اور اس کے ازالہ و ابطال کے اشد تعلق کو اپنی عنایت اور نظر التفات بیان کرنا منظور ہے اور
 اپنے حبیب کے لئے اتمام نعمت اور تکمیل مکارم اخلاق اور رفعت درجات لطفِ کرم اور عطا
 جزیل و کرم عام اور فیض تام کے ساتھ اپنی رغبت و محبت کا بیان مطلوب ہے اور قرآن پاک
 میں بے شمار مقامات پر کلام پاک میں یہ اسلوب اختیار فرمایا گیا اور اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و
 التسلیم کی تربیت و تکمیل اور تعظیم و توقیر کے مقام پر اس انداز بیان کو اپنایا گیا ہے یا ایہا النبی
 انا رسولک شاہداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سر اجا منیراً۔
 قد ضربی تغلب و جہک فی السماء فلنولینک قبلۃً ترضاها۔ وللآخرۃ
 خیر لک من الاولی و لسوف یعطیک ربک فترضنی، وغیر ہا
 من الآیات لانعد ولا تحضنی فسبحان من عظمہ و مجلہ و اکرمہ و شرفہ

فصلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ قدس حسنہ وجمالہ وجاهہ وجلالہ وبرہ
وحوالہ۔

حکمتِ عاشورہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مقامِ انعام و عطا میں پہلے اپنا ذکر فرمایا انا اعطيتك الكوثر۔ یقیناً ہم نے آپ کو کوثر اور خیر کثیر عطا فرمایا۔ حالانکہ مقام کا تقاضا یہ تھا کہ عطارِ بخشش کا ذکر پہلے کیا جاتا اور عطا کر نیوالے کریم و جواد کا ذکر بعد میں ہوتا لیکن اس مرتبہ حقیقی نے اپنی ذات کو پہلے ذکر فرما کر اور عطیہ کو بعد میں ذکر فرما کر اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ تعلیم دی ہے، آپ کی اخلاقی تربیت اور تکمیل فرمائی ہے کہ اسے حبیبِ اہم نے آپ کو سب نعمتوں سے سرفراز فرمایا، خزانِ ملک و ملکوت کا مالک و مختار بنایا اور قوتِ ظاہری و باطنی اور اذواقِ روحانی و جسمانی کا قاسم بنایا لیکن باہم ہمتی تمام تر توجہ اور التفات صرف عطا کرنے والے پر مرکوز ہونا چاہئے اور نظرِ ہمت اسی میں منحصر اور مقصور رہنی چاہئے اور تمہارا مطلوب و مقصود صرف میری ذات ہونی چاہئے اور ان عطاؤں کی طرف و حیان و میلان ہو تو صرف اسی صورت میں کہ یہ اسی کریم و رحیم کی عطا کی ہوئی ہیں اور انہیں اس کی طرف ایک خصوصی نسبت اور تعلق ہے اور محض ان عطیات و ہدیات میں مصروف و مشغول رہ جانا یہ تمہارے منصب و مرتبہ کے لائق نہیں۔

اگر ہم میرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی عبودیت اور عبدیت مخصوصہ کو اس تعلیم و تربیت کے آئینہ میں ملاحظہ کرنا چاہیں تو معلوم ہو گا کہ اس عظیم المرتبت رسول نے باقی نعم و عطیات میں انہماک و استغراق تو درکنار اپنی ذات کی طرف توجہ و التفات اتنے وقت تک نہیں کیا جب تک پہلے مالک و خالق حقیقی کی طرف توجہ و التفات نہیں کیا۔ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں جلوہ فرمایا۔ کفار غار کے سر پر کھڑے ہیں، یارِ غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں اگر وہ اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو ان کی نظریں سیدھی ہم پر پڑیں گی اور وہ آپ کو ایذا رسانی کی ہر ممکن کوشش کریں گے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا منم نہ کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

ذاتِ خداوندی کا ذکر پہلے فرمایا اور اپنا ذکر بعد میں کیا لیکن ایسے ہی مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ملاحظہ کریں تو واضح ہو جائے گا کہ مقامِ کلیم اللہ علیہ السلام کیا ہے اور مقامِ حبیبِ خدا علیہ التعمیۃ والشانہ کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا کے کنارے پہنچے، بنی اسرائیل ساتھ ہیں، دریا عبور کرنے کا کوئی ظاہری ذریعہ نہیں، پیچھے سے فرعون اپنے لشکر سمیت آ پہنچا، بنی اسرائیل پکاراٹھے انا لمددکون۔ اب ہم قابو آگئے اور پکڑے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کلا ان معی سہلی "برگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے"۔

پہلے اپنا ذکر فرمایا اور پھر اپنے رب تعالیٰ کا، تو معلوم ہوا کہ مقامِ حبیبِ علیہ السلام ہے ما سرائت شمیما الہیۃ قبلہ "جس شئی پر نظر پڑی اس سے پہلے اس کے خالق کا جلوہ نظر آیا اور مقامِ کلیم یہ ہے ما سرائت شمیما الہیۃ بعدہ، جس شئی کو دیکھا اس نے اپنے خالق کا راستہ بتلایا۔ وشتان بینہما۔

معراج شریف کے موقع پر پہلے ذاتِ خداوندی تک وصول، اس کے حریمِ قدس میں رسائی ماذا غ البصر وما طغی کی شان سے اس کا دیدار، نگاہوں کو اپنے محبوبِ حقیقی سے ادھر ادھر پھیرے بغیر اس کا مشاہدہ انوار، پھر اس کے بعد فاوحی الی عبدہ ما اوحی کے سمندرِ علوم میں غوطہ زنی، فعلمت ما فی السموات والارض و تجلی لی کل شئی و عرفت اس کے دست بے کیف کے دو کندھوں کے درمیان

رکھے جانے کے بعد کائناتِ ارضی و سماوی، مخلوقاتِ علوی و سفلی میں سے ہر چیز کی معرفت و واقفیت "اس مرتبہ کمال کی اعلیٰ مثال ہے اور مقامِ حبیب کی روشن دلیل ہے۔ خلیل علیہ السلام بھی ملکِ آسمان و زمین دیکھ کر اس صالح و خالق کی طرف زہنائی حاصل کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی علمِ اسماء و کائنات سے مالک الملک کا پتہ پاتے ہیں لیکن حبیبِ خدا علیہ التعمیۃ والشانہ کا یہ رتبہ علیا ہے کہ پہلے قصرِ دنیٰ خندلی میں فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی قربتوں میں جلوہ ذات کا نظارہ فرمایا اور اسی کی ذات میں گم ہو کر اس کے سارے مظاہر و آثار کا مشاہدہ فرمایا افسبحن الذی اسری بعدہ لیلًا

من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذي باركنا حوله لنزله
من آياتنا انه هو السميع البصير - انا اعطينك الكوثر -

نیز اس آیت پاک میں مسند الیہ اور محکوم علیہ یعنی ایتا کو مسند اور محکوم بہ یعنی جملہ فعلیہ
اعطینتک پر مقدم فرمایا جس سے حکم میں تقویت بھی پیدا ہوگئی اور تحقیق و تاکید مزید
بھی حاصل ہوگئی اور اس کے ساتھ ساتھ تخصیص اور قصر کے معنی پر تخصیص بھی ہوگئی یعنی
اس عطا و بخشش میں ماسوی اللہ کی مداخلت و مشارکت یا غیر اللہ کی، نفردیت و استقلال و
وہم کو زائل و باطل کر کے اس انعام جزئی اور اکرام عظیم کو صرف اپنی ذات کے ساتھ منحصر کر دیا
اور فرمایا صرف میں نے ہی آپ کو لا محدود و غیر محدود اور بے نہایت و غایت عطاؤں سے
سرفراز فرمایا اگرچہ ساری کائنات تمہاری مدح و ثنا اور تعظیم و تکریم میں مصروف ہے اور
آپ کی طاعت و غلامی میں مشغول ہے لیکن آپ کی تکمیل اور تربیت و تہذیب میں میں ہی
متفرد ہوں اور کسی دوسرے کا آپ پر کوئی احسان نہیں اور عطا و مراتب و کمالات میں حصہ
نہیں۔ یہی کے زمانہ میں مسند عزت و تکریم پر بیٹھایا تو ہم نے آلم مجدلک یتیمان
فاری عشق و جذب کی وارفتگیوں سے نکال کر مقام استقامت پر پہنچایا تو ہم نے
ووجدک صنالا فہدی۔ ہر قسم کی محتاجی اور مجبوری سے بے نیاز کیا تو ہم نے و
وجدک عائلا فاغنی۔ آپ کے سینہ اور دل اقدس کو وسعت و فراخی بخشی تو
ہم نے اسے عالم غیب و شہادت کے اسرار و رموز کا گنجینہ بنایا تو ہم نے الحمد للہ شرح
لک صدسک۔ تمہارے اوپر سے ہر بیماری بوجھ کو اتارا تو ہم نے و وضعنا
عنک و نزل الذی انقض ظہرک۔ تمہارے ذکر کو اولین و آخرین میں،
عک و ملکوت میں، عالم بالا و اسفل میں بند کیا تو ہم نے و سنا فنالک ذکرنا۔
جب میرا ہر نسل تمہارے لئے ہے تو تمہارا ہر فعل میرے لئے ہونا چاہئے
فصل لسمت وانحر صرف اپنے رب کے لئے سر نیاز خم کیجئے اور عبادت بدنیہ اور
مالیہ ادا کیجئے قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی لکناس بالعلین
لا شریک لہ و بذلک امرت وانا اول المسلمین۔

قوله انا اعطيتك الكوثر

لفظ کوثر کے مفسرین کرام نے بہت سے معانی و مطالب بیان فرمائے ہیں جن میں سے ہر ایک پر دلائل و شواہد موجود ہیں۔ ہر مثنیٰ قذیر محبوب کے لائق ہے اور ہر ایک ان کی فائز و الاصلات کو حاصل ہے۔ کوثر کا لفظ لغوی معنی کثرت ہے اور کثرت ہی کثرت جو اعداد و شمار اور گنتی و حساب سے باہر ہو الکوثر الثمن الکثیر کثرة مفرطہ۔ الکوثر کی تفسیر میں جو معنی بھی ذکر کیا جائے اس میں اس کثرت کا اعتبار و لحاظ ضروری ہے اور انشاء اللہ العزیز ہر معنی میں یہ وضاحت کی جائیگی کہ اس خوبی اور نعمت و کمال کو کوثر سے تعبیر کیوں کیا گیا ہے اور دوسرے موزون الفاظ کی موجودگی میں اس عنوان کو کیوں ترجیح دی گئی ہے۔

الکوثر (نہر جنت)

۱۔ "الکوثر" سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس کی تعریف و توصیف خود محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان اقدس سے فرمائی۔ اس کے کنارے موتیوں سے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی تہ خالص ستوری سے ہے۔ پانی درود سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس پر ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی مانند ہیں۔ جو ان پرندوں کا گوشت کھالے گا اور اس نہر کا پانی پی لے گا وہ پھر کبھی بھوک اور پیاس محسوس نہیں کرے گا۔ اس کے بعد اگلی کھانا پینا محض لذت کے طور پر ہو گا نہ کہ بھوک اور پیاس دور کرنے کے لئے۔

دنیا کی ہر نہر اور جنت کی دوسری تمام نہروں کو لفظ نہر سے ہی تعبیر کیا گیا ہے تو اس قاعدہ اور اطلاق و استعمال کی رُود سے اسے بھی لفظ نہر سے ہی تعبیر کیا جانا چاہئے تھا لیکن اسے کوثر کہہ کر واضح فرمادیا کہ دنیا و آخرت کی کسی نہر کو اس نہر سے نسبت نہیں ہے جو میں نے اپنے محبوب کو عطا کی ہے۔ اس نہر کا پانی سب سے زیادہ، اس میں منافع اور فوائد سب سے زیادہ، اس سے سیراب ہونے والے سب سے زیادہ بلکہ جنت کی تمام انہار کا منبع اور سرچشمہ بھی یہی ہے۔ وہ سب نہر کہلانے میں جاری رہنے میں، پیاسوں کو سیراب کرنے

عہد بر بادین غازی۔ جمی۔ قریمی وغیرہ بخاری۔ ترمذی

میں اس کی طرف محتاج ہیں۔ تمام انبیاء کرام اور ائمہ سابقہ جن نہروں سے اپنی پیاس اور تشنگی دور کریں گے وہ محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی اس نہر سے ہی جاری ہوں گی لہذا یہ نہر نہر نہیں بلکہ کوثر ہے اس لئے فرمایا انا اعطینک الکوثر۔
۲۔ الکوثر (حوضِ کوثر)

یہ وہ حوض ہے جو میدانِ محشر میں ہوگا اور گرمیِ محشر سے گھبرائے ہوئے راتمیوں کو حساب و میزان کی ہولناکیوں سے پریشان غلاموں کو اس حوض پر ساقی سے دستِ اقدس سے ایک جام ملے گا تو ساری تمنیٰ اور گھبراہٹ کا فر ہو جائے گی، دل کو آرام و سکون نصیب ہوگا اور پھر کبھی پیاس نہ ستائے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان موعدا کما الحوض وافی لا نظیر الیہ وافی مقامی هذا "میری اور تمہاری ملاقات کا مقام موعود حوضِ کوثر ہے اور میں اب اپنے اس مقام پر کھڑا ہونے کے باوجود اس حوض کو دیکھتا ہوں و لا نبتہ اکثر من نجوم السماء " اس حوض پر جو برتن رکھے ہوئے ہیں وہ آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں " نہ وایاۃ سواہ " اس کے کنارے برابر مربع شکل کے ہیں، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ لذیذ و شیریں ہے۔

سوال :- پہلا اور دوسرا معنی ایک ہی لفظ سے اسی خاص استعمال میں مراد لیا جانا بعید ہے کیونکہ ہر ایک دوسرے سے مقام کے لحاظ سے مختلف ہے، شکل و صورت میں الگ ہے۔ نہر کوثر جنت میں اور حوض کوثر محشر میں ہوگا لہذا دونوں مراد لینا کیسے مناسب ہو سکتا ہے ؟

جواب :- یہ دونوں معانی یہاں مراد لینے میں کوئی بُعد نہیں بلکہ آیت کریمہ میں دونوں کی بشارت دی گئی ہے میدانِ محشر میں اور جنت میں بھی محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو یہ امتیازی مقام حاصل ہوگا۔ درحقیقت کوثر جنت کی اس نہر کا نام ہے جس کی خصوصیات پہلے بیان ہو چکی ہیں لیکن محشر کی شدت و سختی کے پیش نظر

رسبت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس کے پانی سے اس حوض کو جاری کر دیا جائے گا تاکہ اس میدانِ آزمائش و امتحان میں اس کو ترسے پیاسوں کی پیاس کو دور کر دیا جائے۔
حدیث پاک میں ہے: فی میزان ابان یعدانہ من الجنة احدھا

من ذهب والاخر من ورق۔ اس حوض میں جنت کی طرف سے دو پرنا لے جاری کئے جائیں گے جو اس پانی کو ختم نہیں ہونے دیں گے ایک سونے کا ہوگا اور دوسرا چاندی کا۔ لہذا جب وہ نہر کو ترسے تو یہ حوض جو اسی کے پانی سے بریز ہوگا، بھی کو ترسے۔

سوال :- نہر کو ترسے جو حوض کو تر، وہ قیامِ قیامت کے بعد اس سید کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آئیں گے نہ یہ کہ زمانہ ماضی میں ان پر قبضہ و تصرف دیدیا گیا لہذا موزوں تو یہ تھا کہ فرمایا جاتا انا نعطیک الکوز ہم آپ کو کو تر عطا کریں گے۔ "مسئلہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہم نے آپ کو عطا کر دیا لہذا یہ دونوں معافی مراد لینے کیونکر صحیح ہو سکتے ہیں۔

جواب :- حوض کو تر پر قیامت کے دن اور نہر کو تر پر جنت میں داخل ہونے کے بعد سید رسل صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف و اقتدار ظاہر ہوگا نہ یہ کہ مالک اس وقت بنایا جائے گا گویا باری تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ ہم نے یہ حوض اور نہر آپ کو عطا کر دیتے خواہ ان پر قبضہ آپ عالمِ آخرت میں کریں بلکہ ہم نے تمہارے ظہور فرطنے سے قبل انہیں تمہارے لئے مختص کر دیا ہے وہ تمہارا حق ہے لہذا نہر کو تر اور حوض کو تر حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں ہے اور اب تصرف نہ کرنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آپ کے ملک سے باہر ہوں بلکہ سید اولادِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ سراج اس کا مشاہدہ فرمایا اس کے پانی کی لطافت و نظافت، اسکی خوشبود و نیکبت، حسن منظر اور رنگت کا ملاحظہ فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا ماہذا یا جبرائیل قال هذا الکوز الذی اعطیات سہل۔ اسے جبریل! یہ کیا ہے عرض کیا یہ وہ کو تر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے لہذا اس پر قبضہ و تصرف بھی ثابت ہو گیا گویا

قیامت میں اور جنت میں جو تصرف ظاہر ہوگا وہ امت کے لحاظ سے ہے نہ کہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے، فالحمد لله علی ذلك۔

الکوشر (اولادِ پاکِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

اس آیتِ پاک میں الکوشر سے مراد اولادِ پاک اور نسلِ اطہر ہے اور محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دی گئی ہے کہ آپ کی نسلِ پاک بے حد و حساب ہوگی اور تمام قبائل و اقوام سے زیادہ ہوگی۔ کوئی قبیلہ اور قوم گنتی و شمار اور فضائل و کمالات کے لحاظ سے ان کی برابری نہیں کر سکے گی۔

جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو کفار و مشرکین نے آپ کو "ابتر" کہنا شروع کر دیا۔ ان کا گمان یہ تھا کہ رسول و پیغمبر کی اولادِ صلیبی نہیں جو کہ ان کی قائم مقام ہو اور ان کے دین و مذہب کو جاری رکھ سکے لہذا یہ سلسلہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکے گا اور یہ مذہب بہت جلد ختم ہو جائیگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں کفار و مشرکین اور معاندین کے اس واہمہ کو زائل فرمایا اور محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی کہ اے میرے رسول میں نے آپ کو اتنی اولاد عطا فرمائی ہے کہ وہ قیامت تک ختم نہ ہوگی اور یہ مسلک و مذہب اور دین و ملت ان کے فیوض و برکات سے ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ ان کی خلفائے اور بے لوث مساعیٰ جمید سے دینِ اسلام کا یودا ہمیشہ تروتازہ اور سرسبز و شاواہب رہے گا۔

اس غیبی خبر کی صداقت اور حقیقت کا اندازہ کیجئے اور پیغمبرِ آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معجزہ کی واقعیت اور حقیقت کا ملاحظہ کیجئے وہ گستاخ و بے ادب اور طعنہ زن کفار نیست و نابود ہو گئے لیکن دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہ ہوگا جہاں آنحضرت شافعِ یوم النشور علیہ السلام کی اولادِ پاک اور رسالات موجود نہ ہوں۔ وہ دشمن جنہوں نے اہل بیت کو دنیا سے مٹانے کی کوشش کی وہ خود مٹ گئے لیکن اہل بیت نبوت کو نہ مٹا سکے، آج نہ

بزرگے نہ ابن زیاد، نہ ان کا نام و نشان لیکن ایک عابد بیمار حضرت امام زین العابدین رضی

سہ تفسیر کبیر۔

اللہ عنہ کی نسل باقدس میں اللہ تعالیٰ نے وہ برکت عطا فرمائی کہ تمام اطراف و اکناف عالم میں یہ نوری نسل پھیلی ہوئی ہے اور شفیخ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب حسن و جمال کی یہ نورانی کرنیں اہل جہاں کے دلوں کو منور کئے ہوئے ہیں اور تمام عالم کے لئے سرچشمہ رشد و ہدایت بنی ہوئی ہیں۔

رب کریم جل و علا نے انہیں مختلف خصوصیات سے سرفراز فرمایا اور ہر ایک کو نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و کمال کا مظہر بنایا اور ہر ایک سے محبوب کی نئی شان کو ظاہر فرمایا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت و جرأت، حق گوئی و بے باکی ساری دنیا کے لئے عظیم مثال ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی جود و عطا، صبر و حوصلہ اہل عالم کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ سید الشہداء امام حسین نے اپنے خون سے کشتِ ملت کی آبیاری کی اور گلشنِ اسلام کو سرسبز و شاداب کیا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت و امارت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے امتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثنار کو کشتِ خون اور افراق و انتشار سے محفوظ فرمایا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی بشارت کو پورا کر دکھایا۔ ابھی ہذا سید یصلح اللہ بہ بین الفئتين العظیمین من المؤمنین میرا یہ بیٹا عظیم سردار ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ مؤمنین کے دو گروہوں میں اتحاد و اتفاق اور اصلاح و اخلاص پیدا فرمائے گا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے زہر و ثقیلے کے لحاظ سے سب زُہاد اور متقین کے لئے امام و پیشوا اور سب عابدین کے لئے سرمایہ عز و افتخار، امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنی خداداد فہم و فراست اور فطانت و بصیرت کی بدولت سب علوم پر حاوی و غالب، ہر مسئلہ و عقدہ کی تہ تک پہنچنے والے ہیں اور اسی بنا پر باقر کا لقب پانچواں ہے، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے عالم و فاضل اور مجتہدِ کامل کہ امام ابو حنیفہ جیسے معتد بہ زمانہ بھی ان کے شاگرد اور تلمیذ یافتہ اور انہی کے خرمین علم سے خوشہ چیں ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ گلستانِ زمہرا رضی اللہ عنہا کے

وہ پھول جن سے حسنی و حسینی نکھت بیک وقت مشام جان کو معطر کرتی ہے جو ملکِ معنی اور عالمِ حقیقت کے تاجدار ہیں، سلطنتِ روحانیت کے شہنشاہ ہیں اور تمام اولیائے زمانہ، اغواثِ واقطابِ وقت کی گردنوں پر ان کا قدم ہے قدمیٰ هذا علیٰ راقبة کل ولی اللہ "میرا یہ قدم ہر دلی کی گردن پر ہے" اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

جس کی منبرِ نبی گردنِ اولیاء

اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ جو حسنی حسینی باغ کے نادیدہ خزاں پھول ہیں جنہوں نے کفرستانِ ہند میں شیعہ اسلام کو روشن فرما کر لاکھوں دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرمایا اور جن کے فیضِ تربیت سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جیسے دلی کامل پیدا فرمائے، جنہوں نے اپنے نورِ ولایت سے بلا واسطہ اولادِ سطرہ ایسے چراغِ ولایت روشن کئے جنہوں نے ایک عالم کو نورِ ہدایت سے منور فرمایا، فرید الملتہ والحق بابا فرید الدین گنجشکر رضی اللہ عنہ ان کی نگاہِ لطف سے شیخ الاسلام بنے اور اسی دنیا پر ہمیشتی دروازہ کھولا اور نظام الدین محبوب الہی رضی اللہ عنہ مقامِ محبوبیت پر فائز ہوئے اور دنیا کا شاید ہی کوئی ماگوشہ ہو جس میں ان کے روحانی فرزند اور معنوی اولاد دنیا والوں کے لئے روشنی کا عینار نہ بنے ہوتے ہوں اور اہل عالم کو اپنے انفاسِ قدسیہ سے بابرکت نہ بنا رہے ہوں۔

الغرض اہل بیت کے یہ انوارِ فتن و فجور اور کفر و الحاد کی تاریکیوں میں عینارِ نور ثابت ہوئے اور کشتیِ امتِ مصطفیٰ علیہ التعمیۃ والشانہ کے لئے ماخدا، اہل بیت کے ان نو بہانوں اور گلشنِ مصطفوی کے ان نادیدہ خزاں پھولوں کی طہارت و پاکیزگی، نزاہت و پاکدامنی پر قرآنِ پاک شاہدِ صادق ہے اور دلیلِ ناظر ہے انہما یرید اللہ لیزہب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیراً "اے اہل بیت نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ نے تمہارے اصل اور خمیر کو نورانی بنایا۔ اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ انوار سے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے ظاہر کو بھی ہر قسم کی نجاست اور پیدی سے

محفوظ فرمایا۔ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:-

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

خونِ خیرِ الرسل سے ہے جن کا خمیر ان کی بے لوث طبیعت پہ لاکھوں سلام

آبِ تطہیر سے جس میں پووسے جھے اس ریاضِ نجاست پہ لاکھوں سلام

پارائے صحفِ غنچہ ہائے قدس اہل بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

الحاصل اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدہ فرمایا

بلکہ انہیں جو مزوہ سنایا اسے اس طرح پورا فرمایا کہ نہ اعداد و شمار اور گنتی و حساب میں

اولادِ پاک مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی برابری ہو سکتی ہے اور نہ ہی شرف و

فضل، رفعت و مرتبت اور بلندی درجات و کمالات کے لحاظ سے ان پر کسی کو برتری کا

دعوئی ہو سکتا ہے اسی لئے فرمایا کہ تمہاری اولاد تو کوثر ہے۔ کفار و مشرکین اور مخالفین و

معاذین کا یہ وہم و گمان لغو و باطل ہے۔ آپ کے دل پر ان کی بے ادبیوں اور گستاخوں

سے گردِ ملال نہیں آنا چاہئے فسبکفیکم اللہ والسبع العظیم۔

تلمیح

والدہ کی نسبت مغلوب ہوتی ہے اور باپ کی نسبت غالب ہوتی ہے اور تمام

نسل باپ کی طرف ہی منسوب ہوتی ہے لیکن سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت

ہے کہ آپ کی نعتِ جگر، نورِ نظر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولادِ پاک آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا ابنی ہذا سید "میرا یہ بیٹا سردار

ہے۔" جب ان کی ولادت ہوئی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا ما سہیت

ابنی تو نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا؟

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا تو اس وقت بھی حمید زکریا رضی اللہ عنہ سے

یہی پوچھا کہ تم نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا؟ پھر حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی تجویز کے برعکس

ان دونوں شہزادوں کا نام حسن و حسین رکھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
لکل نبی اب عصبۃ الا ابی فاطمۃ فان اولیہا وعصبۃہا " ہر مولود کی اپنے والد
کی طرف سے برادری و رشتہ داری ہوتی ہے لیکن سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے دونوں صاحبزادوں
کا دلی اور سرپرست میں ہوں اور ان کا قبیلہ و خاندان حسب و نسب مجھ سے ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ آقائے دو جہان علیہ السلام نے فرمایا من فرقا بینی و
بین الی بعلی فهو کذا و کذا " جو شخص میری اولاد اور میرے درمیان حضرت علی رضی اللہ
عنہ کی وجہ سے فرق کرے اور کہے یہ حضرت علی کی اولاد ہے اور نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
نہیں وہ ملعون و مردود ہے اور ذلیل و رسوا ہے۔

سوال :- اولاد پاک اور نسل اطہر کی یہ بشارت اور خوشخبری صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

سے پیدا ہونے والے اہل بیت اطہر کے حق میں صادق آتی ہے حالانکہ محبوب رب
العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام و النقیۃ اجمعین کی صاحبزادیاں چار تھیں حضرت زینب، حضرت رقیہ،
حضرت ام کلثوم اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن، جیسا کہ کتب احادیث و تفسیر
اور تراویح سے ثابت ہے اور قرآن کریم میں اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے فرمایا
یا ایہا النبی قل لانی و اجلت و بناتک و نساء المؤمنین یدنین علیہن من
جلا بیہن " اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج مطہرات اور اپنی صاحبزادوں
اور تمام مومنین کی بیویوں کو فرمادیں کہ وہ اپنی چادروں کو اچھی طرح اپنے اوپر لپیٹ لیں تاکہ
پہچانی نہ جاسکیں اور حجاب دستر میں کمی نہ آنے پائے۔

لفظ بنات جمع ہے اور عربی لغت میں جمع تین سے کم پر اطلاق نہیں کی جاتی اور۔

زیادہ کی حد نہیں ہوتی اسی لئے فارسی اور اردو میں واحد کے بعد جمع کا درجہ ہے لیکن

عربی میں واحد کے بعد تثنیہ (دون) اور پھر جمع کا مرتبہ ہے لہذا حضور کی صاحبزادیاں اس

آیت کے پیش نظر تین سے کم نہیں اور ازواج اور نساء دونوں جمع کے لفظ ہیں

جن سے تعدد و تکرر صاف ظاہر بھی ہے اور مراد بھی لہذا اگر آپ کی نور نظر متعدد نہ ہوتیں

نسب اولادِ نرینہ میں جاری نہ رہ سکا۔ اگر ان کی نسل پاک باقی رہتی اور اولادِ نرینہ زندہ رہتی تو یقیناً ہم اس بشارت کو ان کے حق میں بھی ثابت کرتے اور ان فضائل و کمالات کے ساتھ قطعی طور پر انہیں بھی موصوف مانتے۔

الحاصل یہ بشارت اولادِ نرینہ کے اعتبار سے ہے اور وہ صرف خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پھیلی اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بالخصوص لہذا ہم نے اس خصوصیت کو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سے ظاہر ہونے والے انوارِ پرہی چسپاں کیا۔

سوال :- یہ تمام انوارِ نبوی اور گہائے باغِ رسالت، فخرِ نبی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلیبی اور بلا واسطہ اولاد نہیں ہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلیبی اولاد ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی نرینہ اولاد کو باقی رکھ کر ان میں یہ برکت عطا فرما کر اور اس کثرت سے مشرت فرما کر پورا نہ فرمایا جبکہ اس کی قدرت سے یہ بعید بھی نہ تھا اور بد باطنوں، بدکیشوں نے اعتراض بھی حضور کے صحابہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دصال پر کیا تھا اور اس رسولِ معظم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے ابرہہؓ کہا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس الزام اور گستاخی کا ازالہ اس صورت میں علی الوجہ الاتم ہوتا جبکہ آپ کی اپنی صلیبی نرینہ اولاد باقی رہتی۔

جواب :- اس سوال کا جواب تحریر کرنے سے قبل علامہ کلذوری ہے کہ بظاہر حضرت آدم علیہ السلام تمام نسلِ انسانی بشمول انبیاء کرام علیہم السلام "حتی کہ سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل ہیں۔ وہی خلیفہ اول ہیں اور نبی اول اور باقی سب ان کی اولاد ان کی فرعا اور ان کے تابع ہیں لیکن حقیقت وہ ہے جسے خود ترجمانِ حقیقت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد، دوسری روایت میں ہے کنت نبیا و آدم لمنجدل فی طینتہ "میں اس وقت تاجِ نبوت پہننے ہوئے تھا جبکہ آدم علیہ السلام کے روح کا تعلق جسم

سے مکمل نہیں ہوا تھا اور فرمایا میں اس وقت تخت رسالت پر جلوہ گر تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی کے ایک پتلے کی شکل میں موجود تھے لہذا اہل حقیقت اور ارباب بصیرت یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جس طرح نسل انسانی کی اصل حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور باقی سب فرع، اسی طرح تمام موجودات اور علی الخصوص حضرت آدم علیہ السلام کی اصل سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باقی ان کی فرع، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام خود اس ذات مقدس کو اسی طرح خطاب فرمایا کرتے تھے یا ابی صورہ و ابی معنی "اے وہ ذات جو بظاہر میری فرع اور میرے نخل ہیں لیکن درحقیقت میری اساس اور میرے اصل ہیں"

عارف باللہ حضرت ابن فارض قدس سرہ العزیز نے اس حقیقت کو رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی زبان فیض نشان سے یوں ادا فرمایا ہے:

انی وان كنت ابن آدم صوراً

فلی فب معنی شاهد با بونی

"میں اگرچہ صورت اور ظاہر کے اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام کی فرع اور نسل ہوں لیکن میرے لئے ان میں ایسے شواہد اور دلائل موجود ہیں جو اس بات کے شائبہ عادل ہیں کہ وہ میری فرع ہیں اور میں ان کی اصل ہوں" اہم اہل سنت مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا ہے

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میری نخل

اس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشر کی ہے

اگر اس مقصد تخلیق کائنات اور باعث ایجاد موجودات علیہ افضل الصلوات و التسلیات کا وجود باوجود نہ ہوتا تو کوئی ممکن عدم سے وجود میں نہ آتا۔ حدیث قدسی میں ہے لولاک لسا خلقت الافلاک "اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک پیدا نہ فرماتا"

حضرت آدم علیہ السلام نے جب آنحضرت کے توسل سے مغفرت چاہی اور آپ کو

مژدہ قبول تو بہ سنا یا گیا تو ساتھ ہی فرمایا لو لا محمد لما خلقتک اگر ذاتِ مصطفیٰ علیہ السلام نہ ہوتی تو میں تمہیں پیدا ہی نہ کرتا۔ گویا تمہاری پیدائش ان کے طفیل، قبول تو بہ ان کے طفیل، بلکہ خلافت ان کی بدولت، مسجودِ ملائکہ ہونا ان کی برکت سے اور علوم اسماء ان کے فیض سے، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے

تخمِ کرم میں ساری کرامتِ شمر کی ہے

ہوتے کہاں خلیل و بنا رکعبہ و منے

معراج والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

نیز جس طرح سلسلہ نبوت و رسالت کی اصل اور بنیاد آپ ہیں اسی طرح اس سلسلہ کی غایت اور منتہی بھی آپ ہیں۔ لوح رسالت کا نقشِ آخرین اور قصر رسالت کی آخری اینٹ بھی آپ ہیں۔ شجرہ نبوت اور درخت رسالت کی جڑ حضرت آدم علیہ السلام تھا حضرت زین العابدین علیہ السلام اور شاخیں حضرت اسماعیل و اسحاق علیہما السلام اور ثمر و پھل نتیجہ حاصل سید عالمؐ۔ اللہ علیہ وسلم بعد از جب یہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات حضرت آمنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ظہور فرما ہوئے اور مقصودِ اصلی حاصل ہو گیا تو اس سلسلہ نسب و نسل کو بھی ختم فرما دیا بلکہ مشہور قول کے مطابق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کی پیدائش سے کچھ پہلے وصال فرما گئے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا چند سال کے بعد اور سوائے اس درمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کوئی ان سے متولد نہ ہوا تاکہ وہ آپ کی نظیر و مثال نہ بن سکے اور اس فضل و شرف میں برابر کا دعویٰ نہ بن سکے۔

اب جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ زینہ باقی رکھی جاتی تو مطلوب و مقصود صرف آنحضرت کی ذاتِ اقدس نہ رہتی اور محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی یکتائی برقرار نہ رہتی نیز اگر صاحبزادوں کو نبوت و رسالت عطا نہ کی جاتی تو سید الانبیاء علیہ التحیۃ و الثناء کی اولادِ پاک اس شرف و فضیلت سے محروم رہ جاتے

جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو نوازا گیا یا حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کرام کو مشرف فرمایا گیا اور اگر انہیں خلعت رسالت اور تاج نبوت سے سرفراز فرمایا جاتا تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان امتیازی یعنی ختم نبوت و رسالت میں فرق آتا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا لو عاش ابراہیم لکان نبیا۔ دوسری روایت میں ہے لو کان بعدی نبی لکان ابراہیم اگر میرا یہ لخت جگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا اور اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت ابراہیم ہوتے اور اگر بالکل اولاد پاک نہ ہوتی تو دنیا اور دنیا دار کے اس سید والا صفات کے وصال شریف کے بعد آپ کے جسمانی فیوضات و برکات سے بالکل محروم رہ جاتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ذریعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار کا سلسلہ جاری فرمایا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے نصف اعلیٰ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ بتایا اور نصف اسفل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا آنحضرت کے مماثل بنایا تاکہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے یہ دونوں نور نظر مل کر سید رسال صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تصویر بن جائیں اور گلستان نبوی پھلتا پھولتا رہے اور ایمان والے ان کے اور ان کی اولاد کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہیں، مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

ایک سینہ تک مشابہ اک دہاں سے پاؤں تک

حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیمہ نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے منے سے عیاں

خط توأم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

کیا بات رہنا اس چہستانِ کرم کی

زہرا ہے کلی جس کی حسین اور حسن پھول

(رضی اللہ عنہما)

حکمت | امام الانبیاء علیہ السلام نے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا مثل اہل بیعتی کمثل سفینۃ نوح من سارکھا فجاو من تخلف عنها هلك۔

میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے الگ رہا ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح جس نے ان کا دامن بمقام لیب وہ طوفانِ کفر و الحاد سے بچ گیا، جس نے ان کا سہارا لیا وہ فسق و فجور کی چنگھاڑتی موجوں سے محفوظ رہا اور جو ان سے الگ ہوا وہ بحرِ عصیان و حرمان میں غرق ہو گیا، ساحلِ حقیقت و معرفت سے دور رہ گیا اور منصبِ مقبولیت و محبوبیت سے محروم ہو گیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق فرمایا اصحابی کالنجوم بایرہم اقتدیتم اھتدیتم "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"

ان دونوں فرمانوں سے معلوم ہوا کہ منزلِ مراد سے ہمکنار ہونے کا ذریعہ یہ ہے کہ جب اہل بیت کی کشتی پر سوار ہو جاؤ اور صحابہ کرام کے انوار سے رہنمائی حاصل کرتے جاؤ، اگر کسی ایک سے مزہ موڑو گے تو طوفانِ بلا میں گھر جاؤ گے اور کبھی نجات نہیں پاسکو گے بلکہ ہلاکت تمہارا مقدر بن جائے گی۔ امام اہلسنت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

اہلسنت کا ہے بیڑا پاڑا صحابہ حضور

نجم ہیں اور ناؤ ہے عزت رسول اللہ کی

الغرض اولادِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسمانی فیوض و برکات اور روحانی فضائل و کمالات، خصائل و شمائل اور رفعتِ درجات اور گنتی و شمار، حساب و تعداد ہر لحاظ سے اندازہ عقل و فہم بکہ اعاطہ گمان و وہم سے ماورا رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا اعطینک الکوشر:

الکوثر

(اولیاء کرام و علماء عظام علیہم السلام)

انا اعطینک الکوثر میں امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الشانہ کے اولیاء کرام اور علماء عظام، ائمہ دین اور مجتہدین کرام کی بشارت ہے یعنی جس طرح حقیقی اولاد عظیم المرتبت عطا کی ہے اولاد معنوی بھی بلند و بالاشان والی عطا فرمائی ہے جنہوں کو اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العلماء و رثۃ الانبیاء علماء ظاہر اور علماء باطن انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث اور جانشین ہیں؛ حدیث پاک میں ہے علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل "میری امت کے علماء و عارفین بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں" جس طرح ان انبیاء و رسل نے اپنی امتوں کو تبلیغ فرمائی، انہیں حلال و حرام اور فرض و واجب بیان فرمایا نیکی و بدی اور معروف و منکر کی وضاحت فرمائی۔ ان کا تزکیہ نفس اور تنقیہ قلب فرمایا اور دنیوی و اخروی فلاح و بہبود کی طرف رہنمائی فرماتے رہے اسی طرح میری امت کے علماء حلال و حرام، فرض و واجب، نیک و بد اور معروف و منکر کی وضاحت فرماتے ہیں، نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، احکام قرآن اور فرمودات رحمن کا درس دیتے ہیں، احادیث مصطفیٰ اور سیرت و اسوۃ مجتبیٰ علیہ التحیۃ و الشانہ کی تعلیم دیتے ہیں، اولیاء کرام مسند ارشاد و تکمیل پر بیٹھ کر تزکیہ قلب اور تنقیہ باطن کی تلقین کرتے ہیں اور علم کے ساتھ عمل صالح کی ترغیب دیتے ہیں، منازل سلوک و وصول سے شناسا کرتے ہیں اور حق سے برگشتہ مخلوق کو راہ راست پر لاتے ہیں، قلبی توجہات اور روحانی تصرفات سے متشرش دین کے دلوں کو انوار الہی کی آماجگاہ بناتے ہیں۔

التدریب العزیز نے ناقصوں اور جاہلوں کو ان سے فیض یاب ہونے اور تربیت حاصل کرنے کا حکم دیا فرمایا فاسئلوا اہل الدک ان ینہم لا تعلمون
 "پس دریافت کرو تم اہل ذکر اور اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے اور علم نہیں رکھتے"

ان کے منصف حیات اور مطہرِ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا نامرور بالمعروف
و تنہور عن المنکر "تم ایک بہترین امت ہو جو کہ لوگوں کی بھلائی اور بہتری کیلئے
بیدار کئے گئے ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔" ان کے خوفِ خشیت
الہی اور غیر اللہ سے بے خوفی، لاپرواہی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا انما یحیی اللہ من
عبادہ العمارۃ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف علماءِ عالمین اور عارفینِ کاملین ہی
اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اور کوئی دوسری طاقت اپنے جبر و قہر، ظلم و ستم اور جور و استبداد
انہیں ڈرا نہیں سکتی اور جادہِ حق سے ہٹا نہیں سکتی۔ دنیوی راحت و سکون، آرائش و زیبائش
اور نفسانی خواہشات انہیں اپنے فریضہ تبلیغ و اشاعتِ دین سے باز نہیں رکھ سکتی اور
کیونکہ باز رکھ سکے جبکہ وہ محض چشمِ تصور سے نہیں دل کی فراست اور نورِ بصیرت سے دنیا کی
فنا اور بے مائیگی کا مشاہدہ کرتے ہوں، عالمِ آخرت کی نعمتوں، غیر فانی اور ابدی راحتوں کا معائنہ
کر رہے ہوتے ہیں بلکہ خالقِ کائنات کی ذات و صفات، اس کی حکومت و سلطنت عامہ
اور قدرتِ تامہ کا ملاحظہ کر رہے ہوتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق، اکابرینِ امت اور اساطینِ
علم کے ان کارناموں اور غیبِ فانی قربانیوں کے گواہ ہیں۔ ان کی تصنیفات اور علمی شہ پارے
ان کی دینی خدمات اور تبلیغی جذبات کے شاہد ہیں۔ کفر و منکرات کے گھاٹوں پر اندھیروں
میں شمعِ اسلام کو روشن کر کے سلطنتِ ہائے اسلام کی بنیاد رکھنا اور ظاہری بے مہرمانی
کے باوجود محض روحانی تعارفات سے دلوں کی دنیا بدلنا ان درویشانِ خدا مست اور شہداء
بادۃ امت کی امتیازی شان ہے اور امتِ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ و الثنار کے علماء مجتہدین
اور اولیاءِ کاملین کا مقام ہے۔

پہلی امتوں میں جس طرح غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر حیلانی، خواجہ بند حضرت
معین الدین اجمیری، شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی اور خواجہ بہاؤ الدین
نقشبندی جیسے مقتدر اولیاء نظر نہیں آتے امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور
امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم جیسے ائمہ دین مجتہدین اور علماء کاملین بھی نظر نہیں آتے،
جتنا نبی کا مقام بلند ہوتا ہے اتنے ہی اس کے جانشین درجاتِ عالیہ پر فائز ہوتے ہیں۔

جتنی نبوت عام اور رسالت وسیع ہوتی ہے اتنے ہی دارِ ثمانِ علوم و اسرار اور مستند نشینانِ خلافت و نیابت زیادہ ہوتے ہیں اور جتنی مدت نبوت و رسالت طویل ہوتی ہے اتنی ہی دارِ ثمانِ علوم و معارف اور ایمانِ اسرار و رموز کی تعداد کثیر اور ترقی پذیر ہوتی ہے۔ جب سید الخلق افضل الرسل امام الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سب سے افضل ہیں اور مرتبہ میں بلند و بالا ہیں۔ ان کی نبوت و رسالت محیطِ عام ہے اور ان کی شریعت و ملت ناقابلِ نسخ و اختتام ہے تو ان کی امت کے علماء و ظاہر و باطن، ائمہ دین اور علماء اور اقطاب و اولیاء بھی سب امتوں سے افضل و اکمل، گنتی و شمار میں سب سے زائد، اسی لئے ارشاد فرمایا انا اعطینا الکوثر،

ہر عالم اپنے علاقہ اور حلقہ اثر میں دینِ مصطفیٰ کو پھیلاتا ہے اور اس فیض کو عامۃ الناس تک پہنچاتا ہے لہذا اس کی فضیلت عام امتی اور محض عابد و زاہد سے بہت زیادہ ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضل العالم علی العابد کفضل علی ادناکم (مشکوٰۃ) "عالم کی فضیلت عابد پر اتنی ہے جتنی کہ میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر" نیز فرمایا موت العالم موت العالم "ایک عالم کی موت جہان کی موت ہے" ارشاد ہوا ان الله وملكته واهل السموات والارض حتی النملتی فی حجرها وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر (مشکوٰۃ) "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تمام آسمان اور زمین حتیٰ کہ چوہنٹیاں اپنے بلوں اور سوراخوں میں بیٹھ کر اور مچھلیاں لوگوں کو بھلائی سکھانے والے اور راہِ صواب و خیر بتلانے والے پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور ساری مخلوق اس کے لئے دعاگو ہوتی ہے۔"

حضرت امام غارف باللہ شاذلی علیہ الرحمۃ نے اپنے مکاشفات میں دیکھا کہ بیت المقدس میں ایک تخت بھی ہوا ہے فاذا انبينا علی السلاہ مجالس علیہ بانفرادہ وجمیع الانبیاء جالسون علی الارض مثل ابراہیم وموسیٰ

وعیسیٰ و نوح علیہم السلام" ہمارے نبی پاک اکیلے اس تخت پر جلوہ گر ہیں اور حضرت
 ابراہیم اور کلیم اللہ اور حضرت نوح اور عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام زمین پر بیٹھے ہیں،
 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا
 ہے علماء امتی کا نبیاد بنی اسرائیل، فاسانی منہم واحدًا فاشاس
 صلی اللہ علیہ وسلم الخ الغزالی فی مسئلہ موسیٰ علیہ السلام سؤالا فاجابہ
 بعشرة اجوبة الخ "میری امت کے علماء و عارفین انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہیں"
 لہذا آپ مجھے ان میں سے ایک دکھائیں تو رحمتِ کونین علیہ السلام نے امام غزالی کی طرف
 اشارہ فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایک سوال کیا اور آپ نے دس جواب
 دئے، حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا ایک جواب کافی تھا دس جواب کیوں دیئے؟
 آپ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے پوچھا تھا ما تلک بیمنک یا موسیٰ اسے
 موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیسے؟ تو اتنا عرض کر دینا کافی تھا عصا یہ ایک چھڑی
 ہے، آپ نے اتنا لبا جواب کیوں دیا ہی عصای انوکا علیہا واھش بھا
 علی غنی ولی فیہا ما رب اخری "یہ میرا عصا ہے میں اس سے سہارا لیتا ہوں
 اور اس کے ساتھ اپنی بھڑ بھڑکیوں کو پتے جھاڑ کر کھلتا ہوں اور میرے لئے اس میں اور
 بھی بہت سے فائدے اور مقاصد ہیں۔"

جب آپ کا ہم کلام باری تعالیٰ تھا تو آپ نے دفور محبت اور غلبہ شوق میں
 اپنی کلام کو طول دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ ہم کلامی کا شرف حاصل ہو سکے! اس وقت مجھے
 آپ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا ہے اور کلیم خدا سے گفتگو کا شرف حاصل ہوا ہے اس
 لئے میں نے بھی اس شوق و محبت سے کلام کو طوالت دی ہے۔

جی چاہتا ہے چھڑکے ہوں ان سے ہم کلام

کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں

روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ

دریافت کیا کہ ہمارے بعد بھی کوئی امت ہوگی تو آپ نے فرمایا ہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کی امت ہوگی "حکماء، علماء، اَقیام، ابرار کا تمہم من الفیقہ انبیاء یرضون من اللہ
 بالیسیر من الرزق یرضے اللہ منہم بالیسیر من العمل " وہ علم و حکمت کی کانیں ہونگے
 تقویٰ و پرہیزگاری میں قابل تقلید نمونے ہوں گے، تفقہ فی الدین اور شرعی امور اور
 رموز، جزئیات و قواعد اصول و احکام کی معرفت کے لحاظ سے انبیاء کی مانند ہوں
 گے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر پھوڑے سے رزق کے باوجود راضی و شاکر ہوں گے اور
 اللہ تعالیٰ ان پر پھوڑے سے عمل کے باوجود راضی ہوگا یعنی محض فی الرض و واجبات اور
 سن کی ادائیگی پر راضی ہوگا۔"

حدیث پاک میں ہے طائفتا من امتی لیسوا بانبیاء یغبطہم
 الانبیاء "میری امت کا ایک گروہ ایسا ہے جو نبی تو نہیں ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام
 ان پر رشک کریں گے، اور کیوں نہ ہوا تمہارا ربہ حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی،
 امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم جب اپنے متبعین کے ساتھ حضور سید
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں میدان حشر میں تشریف فرما ہوں گے تو کہتے انبیاء
 و رسل ایسے ہوں گے کہ ان کے امتی ان کے متعلقین و متبعین کی برابری نہیں کر سکیں
 گے۔ اسی طرح حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی اور خواجہ خواجگان خواجہ
 معین الدین اجمیری، شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہروردی اور قطب العالم
 خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہم جب اپنے مریدین اور مسترشدین کے
 ساتھ عرصہ قیامت میں جلوہ فرما ہوں گے تو کئی کئی نبیوں کی امتوں کا مجموعہ بھی ان
 کے غلاموں اور تابعداروں کی برابری نہیں کر سکیگا،

نیز علماء باطن، اولیاء کاملین و عرفاء کاملین نے مجاہدات و ریاضات
 اور زہد و تقویٰ، صفاء نفس اور تربیت روح کے ذریعے اپنے آپ کو ہمت
 محبوبیت تک پہنچا دیا اور بارگاہ قدس میں وصول و قبول ان کا مقدر بن گیا مرتبہ
 ولایت و غوثیت کے ساتھ مختص ہوئے اور کوئی ایسا معجزہ نہیں جو پہلے انبیاء کرام
 کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہو اور ان کو بطور کرامت مرحمت نہ فرمایا ہو۔

زندہ کئے، ہواؤں میں اڑے، پانی پر چلے، دریاؤں سے طغیانوں کے باوجود سارے
شکر اور لشکروں کے گھوڑوں کو خشک پاؤں لے کر گزرے، آگ میں چھلانگیں
لگائیں لیکن آگ کپڑے بھی نہ جلا سکی، اندھوں کو آنکھیں عطا فرمائیں، کورہیوں کے کورہ
دور کئے، بیماروں کو صحت و عافیت سے ہمکنار کیا غرضیکہ جو معجزہ بھی کسی پیغمبر و
رسول سے ظہور پذیر ہوا وہی چیز بطور کرامت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی امت
کے اولیاء کرام اور محبوبانِ عظام کو عطا فرمائی۔ اس امر کی قدر سے تفصیل فصل
سربت میں ملاحظہ فرمائیں۔

الغرض خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم کی امت کے علماء ظاہر و باطن،
ائمہ دین اور اولیاء کاملین گنتی و شمار کے لحاظ سے کوثر، فضل و شرف، بلندئی درجات
اور ترقی مراتب و منازل کے اعتبار سے کوثر تابعین و معتقدین، متوسلین و مسترشدین
کے لحاظ سے کوثر، اس لئے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے تمہیں علماء و اولیاء عطا کئے بلکہ
فرمایا انا اعطیناک الکوثر۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ کوثر سے مراد ساری امت ہو کیونکہ فخر مرسلین علیہ و
علیہم الصلوٰۃ و التسلیم فرماتے ہیں اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں
سے اسی صفیں میری امت کی ہوں گی اور دوسرے تمام رسل عظام اور انبیاء کرام کی
امت صرف چالیس صفیں ہوں گی: عن سیریدۃ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اهل الجنة عشرون و مائة صف ثمانون منها من هذه
الامة و اربعون من سائر الامم رواه الترمذی و الدارمی و البیہقی
رمشکوۃ، لہذا کوئی امت اپنی کثرت تعداد اور گنتی و شمار کے لحاظ سے اس امت کے
برابر نہیں۔

نیز شرف و فضیلت میں بھی کوئی اس امت کے برابر نہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ تم خیر امتہ اخرجت للناس تم ہی سب امتوں میں سے بہتر
امت ہو جسے نوری انسانی کے لئے سرچشمہ رشد و ہدایت بنایا گیا۔ نبی الرحمتہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا:

انتم تنتمون سبعین امۃ انتم خیرھا واکرمھا علی اللہ

رواہ الترمذی وابن ماجہ۔

”تم سترامتوں کی تکمیل و تمہیم کرنے والے ہو یعنی کل امتیں سترہیں اور تم پر

اس عدد کی تکمیل ہوئی اور ان تمام سے تم ہی بہتر ہو اور اللہ تعالیٰ کے

ہاں معظم و مکرم۔

یہی وہ امت ہے جس کے اتفاق و اجماع کو اللہ تعالیٰ نے حجت قاطع

اور دلیل ساطع بنایا اور ان کی مخالفت و معاندت کو دوزخی ہونے کی علامت بنایا فرمایا

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویستبع

غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وساءت

مصیبا۔

”اور جو شخص مخالفت کرے اور تکلیف پہنچائے گا میرے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کو ہدایت اور راہ راست کے واضح ہو جانے کے بعد اور مؤمنین

کے راستے کو چھوڑ کر علیحدہ راستہ اختیار کرے گا تو ہم اسے ایسٹرن

پھیریں گے جدرہ وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ

بہت برا ٹھکانا ہے۔“

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تجتمع امتی علی الضلالة ”میری امت گمراہی پر مجتمع اور متفق نہیں ہوگی“

عن معاویۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ

وسلم یقول لا یزال من امتی امة قائمۃ بامر اللہ لا یضربہم من

خذلہم ولا من خالفہم حتی یاتی امر اللہ رمتفق علیہ

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم سے یہ فرماتے سنا کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم

رہے گا اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم رکھے گا۔ انہیں نہ علیحدگی اختیار کرنے والوں سے ضرر ہوگا اور نہ مخالفت کرنیوالوں سے نقصان، وہ حق پر قائم رہینگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر قیامت آپہنچے گا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ مدینہ نے فرمایا،
مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیرام اخرہ رواہ الترمذی۔
”میری امت کی حالت و کیفیت بارش کی مانند ہے جس کے اول و آخر میں خیریت و برکت کے لحاظ سے فرق نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا اول بھی خیر و برکت ہے اور آخر بھی۔“

صدر امت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شرفِ محبت کی وجہ سے امتیازی مقام حاصل ہے
مردہ کونین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تمس النار مسلما سہانی او سہای من سہانی
”جس مسلمان نے میری زیارت کی یا میرے صحابہ کی زیارت کی اسے دوزخ کی آگ نہیں جلانے گی۔“

اور بعد میں پیدا ہونے والے مسلمانوں کو ایمان بالغیب کا مرتبہ خصوصی حاصل ہے۔ عمرو بن شعیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک مخلوق میں سے کون سا گروہ مومن ہونے کے لحاظ سے تعجب انگیز ہے؟ صحابہ نے عرض کی طائفہ! آپ نے فرمایا ان کا ایمان لانا کیسے محلِ تعجب ہو سکتا ہے جبکہ انہیں قربِ الہی حاصل ہے اور حقیقت ان پر منکشف ہے اور حق بلاجواب ان کی بصیرت کے سامنے ہے اور ہر وقت قدرتِ خداوندی کے مشاہدے کر رہے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام؟ آپ نے فرمایا ان کا ایمان لانا بھی تعجب افزا نہیں وہ کس طرح ایمان نہ لاتے جبکہ وحی الہی انہی پر نازل ہوتی ہے اور ہدایت و ارشاد کے لئے ان کو ہی منتخب کیا گیا ہے۔ تو صحابہ نے عرض کی پھر سہارا ایمان لانا؟ آپ نے فرمایا یہ بھی نہیں تم کیسے ایمان نہ لاتے جبکہ میں مجسم برہانِ حق

اور دلیل ہدایت تمہارے درمیان موجود ہوں۔

نقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعجب الخلق الخ ايماننا
لقوم يكونون من بعدى يحدون صحفها كتاب يومنون بما
فيها ررواه البيهقي

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا میرے نزدیک ایمان لانے والوں میں
سب سے زیادہ پسندیدہ ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد
ہوں گے اور صحیفوں میں لکھی ہوئی کتاب کو دیکھیں گے اور اس کی حقانیت پر
ایمان لائیں گے اور جو کچھ اس میں ہے اسے دل و جان سے تسلیم کریں گے۔
اجر و ثواب کا عالم یہ ہے کہ ایک نیکی پر دس گنا سے لے کر سات سو گنا بلکہ
اس سے بھی زیادہ نیکیوں کا اجر و ثواب ملتا ہے فرمایا :-

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها

”جس نے ایک نیکی کی اسے اس سے دس گنا اجر ملے گا۔“

نیز ارشاد فرمایا :-

مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة تانبت
سبع سنابل في كل سنبلت مائة حبة والله يضاعف لمن
يشاء

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال یوں ہے
جیسے ایک دانے کو بویا جائے اور وہ سات خوشے نکالے جس میں سے ہر
ایک کے اندر سو سودانہ ہو اور اللہ تعالیٰ زیادہ فرماتا ہے جس کے لئے چاہے۔“
ایسے بابرکت اوقات عطا فرمائے کہ نیکی کئی گنا زیادہ بن جاتی ہے۔ رمضان المبارک
کی راتوں میں ایک فرض کی ادائیگی پر ستر فرض کا ثواب ملتا ہے اور ایک نفل کی ادائیگی پر
ایک فرض کا ثواب ملتا ہے علی الخصوص لیلة القدر جس میں ایک رات کی عبادت ہزار مہینہ
کی عبادت سے بہتر اور زیادہ ہے فرمایا لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔

بلکہ نیکی کا ارادہ کریں تو بھی ثواب مل جاتا ہے اور بدی کا جب تک از کتاب نہ کریں گناہ نہیں لکھا جاتا اور اگر از کتاب ہو بھی جاسے تو صرف ایک بدی لکھی جائے گی اور وہ بھی اگر بھول چوک سے ہے اور قصد و ارادہ اس میں نہیں تو اس پر بھی مواخذہ نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تجاوز عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرہوا علیہ رواہ ابن ماجہ والبیہقی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاؤں اور بھول چوک سے درگزر فرمایا ہے اور جس پر انہیں جبر کیا جائے اور قتل و ہلاکت کی دھمکی دیکر جو گناہ کروایا جائے وہ بھی معاف فرمادیا۔

دنیا میں عظمت و عزت کا یہ عالم کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام بھی ان میں سے ایک فرد ہوں گے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا فرمائیں گے امام جعفر صادق، حضرت امام محمد باقر سے اور وہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

کیف تہلک امتنا فا اولھا والمہدی وسطھا والمسجوا اخرھا الحدیث رواہ زین
"وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کا پیشوا اور امام دامیر میں ہوں اور مہدی
اس کے وسط میں اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے آخر میں ہوں۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی یقاتلون
علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ قال فینزل عیسیٰ بن مریم علیہ
السلام فیقول امیرۃ حر تعال صل لنا فیقول لا ان بعصمک علی
بعض امراء تکرمتہ اللہ ہذا الامۃ رواہ مسلم۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ

راہِ حق میں جہاد کرتا رہے گا اور قیامت تک غالب رہے گا یہاں تک کہ حضرت
عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کے امیر (امام مہدی) کہیں گے
اُدھیں نماز پڑھاؤ تو وہ فرمائیں گے نبی اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ کرامت

بخشتی ہے کہ اس میں سے بعض بعض اور آخرت میں جو شرف و فضل انہیں حاصل ہوگا اس کا اندازہ تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو ہی ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں مقدس ہستیاں سید بنی آدم و آدم علیہ السلام سے درخواست کریں گی کہ ہمیں اپنے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دو
اور اپنی امت کے ساتھ رکھو۔ مدارج و گیت سیر

اور جس طرح اس امت کے والی و افاضی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی جنت میں داخل
نہیں ہو سکیگا اسی طرح اس امت سے پہلے کوئی امت جنت میں داخل نہیں ہو سکے گی۔
محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ان الجنة حرام علی الانبیاء علیہم السلام حتی ادخلها و علی الامم حتی یدخلها امنی

”جنت میں داخل ہونا تمام انبیاء پر حرام ہے تا وقتیکہ میں اس میں داخل نہ ہوں

اور تمام امتوں پر اس میں داخل ہونا حرام ہے تا وقتیکہ میری امت اس میں داخل نہ ہو“

نیز قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ رسولانِ کرام اور انبیاءِ عظام علیہم السلام کو اکٹھا
فرمائے گا اور امتوں سے استفسار فرمائے گا کیا تمہارے پاس یہ رسول اور نبی آئے اور

میری توحید کی طرف تمہیں دعوت دی؟ تو وہ انکار کر دیں گے اور کہیں گے ما جاء نامن

ندیر ہمارے پاس تیرے عذاب سے ڈرانے والا اور تیری طرف دعوت دینے والا کوئی نہیں

آیا ورنہ ہم ضرور ایمان لاتے۔ اللہ تعالیٰ رسول کرام سے فرمائے گا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہم

نے احکام رسالت و نبوت کی تبلیغ کر دی اور یہ منکر ہیں کیا تم اپنے دعویٰ پر کوئی گواہ پیش

کر سکتے ہو؟ تو وہ کہیں گے ہاں پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی امت ہماری گواہ ہے۔

اس وقت آپ کی امت کو لایا جائے گا اور وہ گواہی دے گا کہ واقعی ان مقدس رسولوں نے

اپنے فریضہ رسالت کو کما حقہ ادا فرمایا ہے۔ وہ لوگ اعتراض کریں گے کہ یہ گواہ گواہی کے قابل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ موقعہ پر حاضر نہ تھے یہ تو بعد میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اسے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتراض کا کیا جواب ہے؛ تو عرض کریں گے:

یا ربنا انزلنا رسولاً وانزلت علیہ کنا بااخبارتنا فیہ بتبلیغ
الرسول وانت صادق فیما اخبرت

”اے ہمارے رب تو نے ہمارے پاس اپنا رسول بھیجا اس پر کتاب نازل فرمائی اور
اس میں تو نے ہی ہمیں رسول کرام کی تبلیغ سے مطلع فرمایا اور تو اپنی خبریں صادق“

شوریٰ بی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی سال عن حال امتہ فی زکیہم ویشہد بصدقہم

”پھر سید رسول خاتم الانبیاء علیہ وسلم السلام تشریف لائیں گے اللہ تعالیٰ ان سے

ان کی امت کے متعلق دریافت فرمائے گا کہ یہ قابل شہادت ہیں یا نہیں؛ کیا

آپ ان کی صفائی دے سکتے ہیں؛ تو رحمت عالم اپنی امت کی صفائی بیان فرمائیں

گے اور ان کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرمائیں گے“

اور اسی واقعہ کی طرف قرآن پاک میں اشارہ فرمایا گیا وکذلک جعلنا کما مة وسطا لکنونوا

شہداء علی الناس ویكون الرسول علیکم شہیدا۔ اور اسی طرح بنایا ہم نے تمہیں بہتر امت

تاکہ تم لوگوں پر اور اہم سابقہ اور اقوام کا فرہ پر گواہ بنو اور انبیاء سابقین کی گواہی دو اور تبلیغ احکام

کی تصدیق کرو اور میرے رسول تمہیں گواہ اور گواہی دیں اور تمہاری عدالت و دیانت اور حق گوئی و

صداقت کی شہادت دیں۔

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ جس امت کی گواہی پر انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے جھگڑا

کا فیصلہ ہو گا وہ یہی امت ہے جن کی صداقت و حق گوئی پر تمام انبیاء کرام کو اعتماد و اعتبار ہے وہ

یہی امت ہے اور جس کی عدالت اور دیانت اور ظاہر و باطن کی طہارت پر محبوب رب کریم

علیہ السلام گواہ ہوں گے وہ بھی یہی امت ہے۔

سید اولاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے صفائی کے گواہ ہوں گے اور یہ گواہی

فائدہ اسی وقت ممکن ہوگی جب آپ امت کی نیکی بدی، اعمال و کردار اور عزائم و نیات سے

دبھیے رہیں۔

انہی اوصاف و کمالات اور فضائل و خصوصیات کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اسے اللہ! یہ امت میرے حوالے فرما دے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! یہ تو احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے تجھے کیسے عطا کروں! تو انہوں نے عرض کیا پھر مجھے بھی اس امت میں سے بنا دے اور اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی نصیب کر دے۔ اور ان کی یہ تمنا بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ آرزو شبِ معراج بیت المقدس میں پوری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام اور رسولانِ عظام سے جو وعدہ روزِ میثاق میں لیا تھا اور جس ایمان و اتباع اور نصرت و معاونت دین کا ان سے وعدہ لیا تھا ذرا پورا ہو گیا، سب انبیاء علیہم السلام مقتدی بنے اور وہی آقا امام الانبیاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:-

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سرعیاں ہو معنی اولِ آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

الحاصل گنتی و شمار اور اجر و ثواب، خصائص و کمالات اور فیوض و برکات کے لحاظ

سے اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نوازشات کی بدولت کوئی امت اس امت کے برابر نہیں بلکہ انبیاء کرام کو بھی اس امت میں سے ہونے کی خواہش اور تمنا ہے اس لئے یہ نہ فرمایا کہ ہم نے

واقف ہوں ورنہ یہ شہادت صحیح نہ ہوگی اور شہادت کی خبر تو قرآن پاک نے دی ہے جس کے کذب کا امکان ہی نہیں تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ فخر بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے تمام احوال و افعال سے آگاہ ہیں اور ان کے قلوب اور عزام و نیاں پر مطلع ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی میں اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:-

”و باشد رسولِ شہا بر شاگواہ نیرا کہ مطلع بود نبوت پر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کلام

درجہ در دین من رسیدہ و حقیقتِ ایمان او چسبیت و مجاہدے کہ بدان از ترقی محبوب

ماندہ است کدام است پس ادنیٰ شناسد گناہان شمارا و اسمالیٰ نیک و بد شمارا و

اخلاص و نفاق شمارا و لہذا شہادت او در حق امت مقبول و واجب است“

تہیں ایک امت دی بلکہ فرمایا انا اعطینک الکوشہ ہم نے تو آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا اور
 انعام جزیل سے سرفراز فرمایا فالحمد لله علیٰ ذلک۔ امام ابو بصیر قدس سرہ العزیز
 فرماتے ہیں سے

لما دعا الله داعين الطاعته

باكرم الرسل كنا اكرم الامم

”جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب کو جس نے ہمیں اس کی طاعت کی طرف

بلایا اکرم الرسل کہہ کر بلایا اور یاد فرمایا تو ہم بھی اکرم الامم ہو گئے۔“

نبی الامت سب رسولوں میں سے عزت و عظمت میں بلند و بالا اور امت سب امتوں

میں سے اعلیٰ و ادلیٰ۔



الکونثر

(نبوتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء)

اس معنی کی رو سے آیت کریمہ کا معنی یہ ہوا "ہم نے آپ کو نبوت عطا کی" اور ظاہر یہ تھا کہ فرمایا جاتا انا اعطینا لک النبوة لیکن نبوت کو لفظ کوثر کے ساتھ تعبیر فرمایا کیونکہ نبوت خیر کثیر ہے اور منصبِ عظیم ہے۔ نبوت مخلوق اور خالق کے درمیان سفارت اور وساطت کا نام ہے، مخلوق کے خالق تک واصل ہونے کا ذریعہ ہے اور خالق کی طرف سے مخلوقات پر ہونے والے فضل و انعام کا ذریعہ ہے لہذا عبودیت اور الوہیت کے بعد سب سے اونچا منصب و مرتبہ صرف مرتبہ نبوت و رسالت ہے اور نبی کے علاوہ کسی کو جو فضیلت حاصل ہوتی ہے اور جو کمال نصیب ہوتا ہے وہ صرف نبی کی اطاعت اور فدائی سے ہی ہوتا ہے۔ نبی کی نبوت پر ایمان لانا اسی طرح فرض ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر اور نبی کی اطاعت اسی طرح ضروری ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وہی ہے جو اس کے رسول اور نبی کی اطاعت ہے من طعم الرسول فقد اطاع اللہ جس نے میرے رسول کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔

نبوت کی نسبت توحید کی طرف وہی ہے جو کہ شاخوں، پتوں، پھولوں، پھلوں اور گلیوں کو تنہ کی طرف ہوتی ہے جس طرح تنہ شاخوں اور پتوں، پھولوں اور پھلوں کے بغیر زیب و زینت سے عاری ہے اسی طرح توحید بغیر تسلیم رسالت و نبوت کے کسی فضیلت و مرتبت پر مشتمل نہیں بلکہ ایک لحاظ سے رسالت، توحید کے لئے اہل اور بنیاد ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کی صحیح پہچان اور معرفت، نبی و رسول کی وساطت سے ہی ممکن ہے، تمام دلی، غوث، قطب نبی کی ذات سے ہی فیض حاصل کر کے ان مراتب عالیہ اور مدارج جلیبہ پر فائز ہوتے ہیں اور ابواب فیوض و فتوح یہی مقدس ہستیاں ہیں۔ ان کے بغیر اس ذات پاک

عبد کبیر جمل، قرآن مجید

کے حرمِ قدس میں داخل ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں علیٰ الخصوص امام الانبیاء سید الرسل مولائے کل صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت جو کہ ثمرات و نتائج کے لحاظ سے، دائمی اور ابدی ہونے کے اعتبار سے ہر نبی و رسول کی نبوت و رسالت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور کائناتِ عالم کی ہر چیز کو شامل ہونے کے اعتبار سے اور اپنے موصوف و محل یعنی ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل و مثال ہونے کے اعتبار سے تمام نبوتوں اور رسالتوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور بلند و بالا ہے۔ اسی لئے آنحضرت شافعِ یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو الکوثر کہا اور خیر کثیر فرمایا۔

آنحضرت کی نبوت کا کوثر ہونا چند وجوہ سے ہے :-

۱۔ ان کی نبوت و رسالت دائمی اور ابدی ہے، ناقابلِ نسخ و اضمحتام ہے، ان کی شریعت آخری شریعت ہے ان الدین عند اللہ الاسلام لے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے، "الیوم اکملت لکم دینکم وانتم علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔ آج (عجۃ الوداع کے موقع پر) میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے فقط دینِ اسلام کو ہی پسند کیا" ان کی کتاب آخری کتاب ہے اور کتاب کہلانے کی فقط وہی حقہار ہے ذلك الكتاب لا ریب فیہ" یہ قرآن ہی وہ کامل کتاب ہے جس میں ریب و شک کی گنجائش نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کی حفاظت اور نگہبانی فرمایا ہے اور تاقیامت اس کی صحت و بقا کا ذمہ وار ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہم لحاظون۔ لہذا ان کی نبوت و رسالت بھی ناقابلِ نسخ و تبدیل بلکہ ابدی اور دائمی ہے ولکن من رسول اللہ و خاتم النبیین" لیکن وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں "وکان اللہ بکل شیء علیماً" اور اللہ رب العزت ہر چیز کو جاننے والا ہے اور اس کے علم میں یہ بھی ہے کہ میرا یہ رسول آخری نبی ہے لہذا نہ اس کے علم کا خلاف ممکن، نہ ان کے بعد کوئی نیا نبی ممکن۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ختم نبوت اور غیر منسوخ رسالت کو اپنی امت کے سامنے بالکل عام فہم اور سادہ انداز میں بیان فرمایا جس کے بعد آیت مذکورہ بالا کی تفسیر و تاویل اور تشریح و تفصیل میں کسی بھی مخلص مومن کے لئے شک و تردید کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی۔ بخاری و مسلم کی متفقہ روایت ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل قصر احسن بنیانہ و ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظر یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلك اللبنة فکنت اناسدوت موضع تلك اللبنة ختم لیب النبیان و ختم لیب الرسل و فی روایۃ فانا اللبنة و انا خاتم النبیین متفق علیہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور تمام انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کی مثال یوں ہے جیسا کہ ایک محل ہو اس کی تعمیر بہت احسن طریقہ پر کی گئی ہو اور صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو، نظارہ کرنے والے اس کے ارد گرد پھرے اور اس کی حسن تعمیر پر تعجب کرتے رہے سو اسے اس ایک اینٹ والی چھوڑی ہوئی جگہ کے، پس میں نے اس اینٹ کی جگہ کو بند کر دیا، میرے ساتھ اس عمارت کی تکمیل ہوئی اور مجھ پر سلسلہ رسالت و نبوت کا اختتام ہوا

اور ایک روایت میں ہے "جس سے قصر رسالت و نبوت کی تکمیل ہوئی،" میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں سب نبیوں سے آخری نبی ہوں"

اور اس روایت کے ہم معنی روایات ترمذی، مسند امام احمد اور دوسری کتب
حدیث میں موجود ہیں۔

۲۰۔ عن ابن عباس قال قاعدت ابا هريرة خمس سنين فمعت
أبي حدث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال كانت بنو
إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي و
إنه لا نبي بعدى وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا فميتا ما مرنا
قال فوابقوا الأول فالأول أعطوه حقه ثم قال الله سألهم
عما استرعاهم رواه البخاري ومسلم وأحمد وابن ماجه
وغیرکا۔

” ابو حازم سے روایت ہے کہ میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت
میں بیٹھا اور آپ سے سنا کہ وہ نبی امت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان
فرماتے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بنو اسرائیل کی نگہبانی اور نگرانی انبیاء کرام
علیہم السلام فرماتے تھے۔ جب ایک نبی کا وہ حال ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا
جانشین ہو جاتا اور یقینی بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور عنقریب
خلفاء ہوں گے پس وہ زیادہ ہو جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا آپ ہمیں کیا
حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم ان میں سے یکے بعد دیگرے ہر ایک کی
بیعت کا حق ادا کرو۔ اور ان کی اپنی حالت کو نہ دیکھو کیونکہ رعیت اور
محموموں کے حقوق سے اللہ تعالیٰ ان کی باز پرس کرے گا۔“

۳۰۔ مروی ہے حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے رسول عالم صلی
اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

ان لحي اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحي الذي
بمحو الله في الكفر وانا الحاشر الذي يحشر الناس على
قدمي وانا العاقب الذي ليس بعدا نبي متفوق عليه۔

”بے شک میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں اور احمد بھی اور میرا نام ماجی ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا اور میں حاضر ہوں میرے قدموں پر اور میرے بعد سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوبارہ اٹھائے گا اور زندہ فرمائے گا اور میں ہی عاقب ہوں اور عاقب کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہوگا۔“

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں بدین کتفیہ خاتم النبوة وهو خاتم النبیین رواہ الترمذی ”آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ آخری نبی ہیں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی۔

- ۱- مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے یعنی ایسے کلمات جو عبارت کے لحاظ سے مختصر اور معانی و مطالب کے لحاظ سے جامع ہوں۔

۲- مخالفین پر میرا رعب بٹھا کر میری مدد فرمائی گئی۔

۳- مال غنیمت کو میرے لئے حلال فرمایا گیا جبکہ پہلی امتوں میں آسمانی آگ اگر اسے جلا دیتی اور راکھ بنا دیتی تھی۔

۴- میرے لئے ساری زمین پر نماز پڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔ اسے پاک اور قابل تمیم بنایا گیا اور رسلت الی الخلق كافة و ختم بالنبیون رواہ مسلم۔

۵- مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

۶- مجھ پر سلسلہ نبوت و رسالت ختم کر دیا گیا۔

۵- حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی

میں اپنے نبی قریظہ کے ایک دوست اور بھائی کے پاس سے گزرا تو اس نے چند جامع کلمات تورات کے لکھ کر میرے حوالے کئے تاکہ میں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں :-

فتخیر وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال الذي
نفس محمد بيده لو اصبم فيكم موسى ثم اتبعتموه لضلتم
انك حطى من الامم وانا اعظم من النبيين رواه احمد
”سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر آثار غضب نمودار ہوئے اور
آپ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان
ہے اگر خود موسیٰ علیہ السلام تم میں آجائیں پھر تم (مجھے چھوڑ کر) ان کی
اتباع کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ تحقیق تمام امتوں میں سے صرف تم میرا حق
ہو اور تمام انبیاء میں سے صرف میں تمہارا حصہ ہوں“

بلکہ فرمایا لو کان موسیٰ حیالما وسعه الا اتباعی (سنن امام احمد) اگر
موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات کے ساتھ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع
کے بغیر چارہ نہ رہتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :-

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لا یبقی بعدی من
النبوة شیء الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ ما المبشرات
قال الرؤیا الصالحة سیراھا المسلم او تری لھا وکنز العمال
بروایہ احمد والخطیب

”آپ نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت سے کوئی چیز بھی باقی نہیں رہے گی سوائے
مبشرات کے، عرض کی گئی مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا اچھے خواب جنہیں مسلمان
دیکھے گا یا اسے دکھائے جائیں گے“

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے پردہ کو اٹھایا اور آپ کا سر مبارک بندھا ہوا تھا اور آپ میں مرض کی حالت میں تھے جس میں آپ کا وصال ہوا اور لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں کھڑے ہوئے تھے اس وقت ارشاد فرمایا۔

۷۔ یا ایہا الناس انہ لم یبق من النبوة الا الرؤیا الصالحات یراہا المسلمون وتری لہ رواہ مسلم والنسائی وغیرہ۔ یعنی نبوت کا کوئی حصہ بھی باقی نہیں رہا سوائے سچے خوابوں کے جن کو مسلمان دیکھے یا اسے دکھائے جائیں۔

۸۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اول الانبیاء ادم واکثرہم محمد رواہ ابن حبان وابو نعیم وابن عساکر و المحکم والترمذی بروایة کثر العال

”رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا اسے ابو ذر! تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے

اول حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

۹۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی

ولانی رواہ الترمذی۔

۱۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا تحقیق رسالت و نبوت میرے بعد منقطع ہو گئی ہے لہذا نہ میرے بعد کوئی

رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔“

۱۱۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لیس النبوة ولكن الخلافة رواہ ابن عساکر من الکفر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا نبوت فقط میرے لئے ہے اور تمہارے لئے خلافت ہے۔“

۱۱- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما منی بمنزلة هارون من موسى رواه ابن الجوزی۔
 دو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوع روایت میں فرماتے ہیں کہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر و عمر کی فجد سے وہی نسبت ہے جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے۔“

۱۲- عن حذیفة رضی اللہ عنہ مرفوعاً اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر رواہ احمد والترمذی ابن ماجہ۔

”حضرت حذیفة رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ان دو شخصوں کی اتباع کرو (جو کہ خلیفے ہوں گے) یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔“

۱۳- عن عقبہ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (رواہ الترمذی)
 رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا اگر بالفرض میرے بعد نبی ہو سکتا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نبی ہوتے (لیکن چونکہ میرے بعد نبی نہیں ہو سکتا لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہما نبی نہیں اور حضرت عمر کا اہمیت تامہ اور استعداد کاملہ کے باوجود نبی نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔“

۱۴- بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلة ہارون من موسى الا انه لا نبی بعدی متفق علیہ۔
 رسول خدا علیہ التحیة والتسائی نے فرمایا (جبکہ آپ غزوہ تبوک کی طرف تشریف لیجا رہے تھے اور مسجد نبوی میں امامت کا فریضہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو تفویض فرمایا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گھروں کی حفاظت پر مامور فرمایا اور انہوں نے

رض کی آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں (گویا ان کی طرح مجھے ضعیف و ناتواں سمجھا گیا ہے) فرمایا اسے علی! تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی (جب کہ وہ انہیں اپنا نائب بنا کر طور پر تشریف لے گئے تھے) مگر تحقیق میرے بعد نبی نہیں!

الحاصلے ان احادیث شریفہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ قرآن پاک میں ”و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیما“ فرما کر جس منصب ختم نبوت کو ذکر کیا گیا ہے اس کا معنی و مفہوم اور تاویل و تفسیر یہی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور سلسلہ نبوت انہی پر اختتام پذیر ہو گیا۔ قصر نبوت کی آخری اینٹ آپ ہیں اور لوح رسالت کا نقش آخری نبی آپ کی ذات پاک ہے۔ آپ کے بعد خلفاء ہو سکتے ہیں،

جب حضرت علی کو بمنزلہ ہارون علیہ السلام فرمایا گیا اس وقت حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوہ تبوک پر تشریف لے جا رہے تھے گویا یہ خلافت ان تینوں حضرات کی عدم موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی اور آنحضرت شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تشریف کے بعد بھی یہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اسی وقت ثابت ہو سکتی تھی جبکہ وہ تینوں حضرات موجود نہ ہوتے اور ایسے ہی ہوا جب یہ تین مقدس صحابی اور خلفاء دنیا سے روپوش ہوئے اور قرب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو گئے تب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ خلافت خلافت کاملہ ہوتی اور نیابت تامہ ہوتی تو امامت نماز پر بھی انہیں مامور فرمایا جاتا حالانکہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو یہ فریضہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفویض فرمایا تھا اور حیدرہ کرار شیر خدا رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں منصب امامت پر رہی فائز رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ نیابت محض گھروں کی حفاظت اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی نگرانی کے لئے تھی۔ (حاشیہ ختم شد)

امراء پائے جاسکتے ہیں لیکن کوئی نبی نہیں آسکتا، اگر کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر بن الخطاب ہوتے، علی المرتضیٰ ہوتے۔ آپ کے بعد الہامات ہو سکتے ہیں، سچے خواب ہو سکتے ہیں لیکن وحی نہیں آسکتی لہذا واضح ہو گیا کہ خاتم الانبیاء اور آخری رسول فقط نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

شیریں دہناں پادشاہ ہند سے
اوسلیمان امت کہ خاتم با دوست

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
پر نہ بدلے نہ بدلا ہمارا نبی

بلکہ بظاہر اول انبیاء حضرت آدم علیہ السلام ہیں لیکن درحقیقت اول بھی آپ ہیں؛
عن الجسہ ہریرۃ قالہ قالوا یا رسول اللہ متی سے وجبت للک
النبوۃ قال وادم بین الروح والجسد رواہ الزہدی
”حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نبوت آپ کے لئے کب ثابت ہوئی اور آپ کب سے نبی بنے تو آپ نے فرمایا
میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کے روح کا تعلق ابھی جسم سے
نہیں ہوا تھا“

عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انی عند اللہ مکتوب مضافہ
النبیین وادم لمنجدل فی طینتہ رواہ فی شرح السنن مشکوٰۃ
”حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ میں اس وقت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین اور آخری نبی لکھا ہوا
ہوں جبکہ آدم علیہ السلام اپنے آب و گل میں تھے اور ان کا خمیر بھی مکمل نہیں
ہوا تھا“

فائدہ بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ روح شریف سے صلی اللہ علیہ وسلم نبی بود در عالم

ارواحِ حکہ تربیتِ ارواح میکر و چنانکہ دریں عالم مجسد شریفِ مری اجساد بود و بہ تحقیق ثابت شدہ است خلقِ ارواح قبل از اجساد۔ *راشدہ اللہ تعالیٰ*
 بعض عرفا نے اس حدیثِ پاک کی تشریح فرمایا کہ آنحضرت کا روح مبارک عالمِ ارواح میں منصبِ نبوت پر فائز تھا اور آپ عالمِ ارواح میں تمام روحوں کی تربیت فرماتے تھے جیسا کہ عالمِ اجسام میں جسمِ پاک کے لحاظ سے آپ تربیت فرماتے رہے اور تحقیق سے ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔“

لہذا ان دونوں حدیثوں میں جس نبوت کا ذکر فرمایا گیا وہ نبوتِ حقیقیہ ہے اور محقق اور خارجی ہے نہ کہ محض علمِ الہی کے لحاظ سے ورنہ سب انبیاء علمِ الہی کے لحاظ سے اس وقت سے بلکہ اس سے پہلے بھی نبی تھے۔

لہذا ثابت ہو گیا کہ نبوت کا سبب آپ کی ذات ہے اور منتہی بھی، درختِ نبوت رسالت کی جڑ ہے اور تم بھی آپ ہیں اور اس کا ثمر پھل بھی، لہذا ان کی ذات پر نبوت کو ختم فرمایا اور آپ کی نبوت رسالت کو دائمی اور ابدی بنا دیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

سب انبیاء تار سے ہیں تم مہر صبا ہیں
 سب انبیاء تار سے ہیں تم مہر صبا ہیں

قرآن پاک کی متعدد آیات اور احادیثِ کریمہ جو کہ تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہیں، فخر بنی آدم و آدم سید الرسل امام کل جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی و رسول ہونے پر دلیلِ ناطق اور شاہدِ صادق ہیں اور اسی پر اجماع امت ہے جس کا خلاف کفر و الحاد ہے اور دنیا و آخرت میں موجبِ خذلان و خسران ہے اور باعثِ عذابِ نار ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے *و یتبعہم بئیربیل المؤمنین نولہ ما نولوا و نصلہ جہنم و ساءت مصیرا* جو بھی تمام مؤمنین کے راستہ کو چھوڑ کر غلوہ راستہ اختیار کرے وہ جہنم بھی پھرے گا ہم اسے پھرتے جائیں گے اور

سے آخرت میں بہیم کا ایندھن بنائیں گے اور وہ جڑا ہی بڑھکانا ہے۔

صاحب مدح معانی علامہ محمود اوسوی اپنی مشہور و معروف تفسیر میں ماکان
محمد بن احمد میں لکھا ہے: ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكبار الله
بكل شئٍ عندهم كذا تفسیر میں فرماتے ہیں:

وكونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين مما نطق به
الكتاب وصحفت به السنة واجمعت عليه الأمة فيكفر
مدعى خلافه ويقتل راصتاً۔

”تختواری سے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم انبیاء ہونے پر قرآن پاک دلالت کرتا
ہے اور سنت اس کی مراعات فرماتی ہے اور امت نے اس پر اتفاق کیا
ہے لہذا اس کے مخالف کو کافر کہا جائے گا اور گمراہ کرے گا تو قتل
کیا جائے گا۔“

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

فداخراً لله نبارك وتعالى في كتابه ورسوله صلى الله
عليه وسلم في السنة المتواترة عنه انه لا شيء بعدى
يعلنوا ان كل من ادعى هذا المقام بعدة فهو كذاب
وجان فان حال مضل هو

تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں لاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی سنت متواترہ میں فرمادی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
رسول میں دوران کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تاکہ تمام کسان جانیں کہ
جو شخص بھی آپ کے بعد اس مقام کا دعویٰ کرے وہ بہت بڑا جھوٹا، فریاد
پیدا، منکار، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے اگرچہ وہ عروج عروج کی شہدہ بازی
جادوگری اور نیرنگیت کا مظاہرہ کرے جس کا سبب کذب اور سود غشی نے
کیا، فكلها محال مضل عند ادنى الانبياء ”یہ تمام عقائد کے

نزدیک محال ہے اور ناممکن ہے اور ضلالت و گمراہی ہے۔“
 محقق حنفیہ ملا علی قاری شرح نفاذ اکبر میں فرماتے ہیں دعویٰ النبوة بعد
 نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع ”رحمت عالمین سید المرسلین
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا دعویٰ کفر ہے اور اس پر تمام امت کا
 اجماع و اتفاق ہے“ اور یہی عقیدہ کتب عقائد میں مذکور ہے۔

اول الانبیاء آدم علیہ السلام و آخرہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم ظاہر اور اجسام
 میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
 علیہ وسلم ہیں لہذا دیر روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
 رسالت ناقابل نسخ و اختتام ہے اور ابدی و دائمی ہے فالحمد للہ علیٰ ذلک۔
 اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں :-

قرون بدلی رسولوں کی ہوتی رہی !

چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

(صلی اللہ علیہ وسلم)

تذہیب

سوال :- مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے مشبعین اس اجماعی عقیدہ کے خلاف مختلف
 اوہام و شبہات پیش کرتے ہیں جن میں سے ایک لائیکل عقیدہ اور لاجواب شبہ ان کا
 یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم النبیین ہونے کا یہ معنی ہے تو پھر
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا، و حال کو قتل کرنا، صلیب کو توڑنا
 اور خنزیر کو ختم کرنا، چالیس سال تک زمین میں رہنا، شادی و بیاہ کرنا اور فوت ہو کر
 گنبد حضرت روضہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء میں مدفون ہونا کیونکر صحیح ہوگا؟ وہ بھی نبی
 میں صاحب انجیل، پیغمبر نبی اسرائیل ہیں۔ اگر ان کا نبی ہونا اور بعد میں آنا ختم نبوت کے
 خلاف نہیں تو مرزا صاحب کی نبوت اہل ختم نبوت کے منافی و مخالف کیسے ہو سکتی ہے۔

جواب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر نبوت کا معنی یہ ہے کہ ظالم اجسام میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں کیا جائے گا نہ یہ کہ پہلے سے نبی فوت ہو جائیں گے۔ وہ زندہ رہیں، قیامت تک موجود رہیں اس کی نفی نہیں کی گئی بلکہ اس محبوب کے تشریف لے جانے کے بعد ان کا منصب تبلیغ و نعیم اور ہدایت و ارشاد اور ان کی رسالت و شریعت منسوخ ہو جائے گی اور ان پر سس نبی کریم اور رسول عظیم کی اتباع اور نصرت دین واجب و لازم ہوگی اور آپ پر ایمان نہ، واجب و فرض ہوگا اور یہی عہد ان سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے لیا تھا۔

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ
وَحِكْمَةٍ تَرْجَاهُمْ كَسِرَ رَسُولٌ مَصْدُقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ
وَلَتَنْصُرُنَّهُ (الأنبياء)

اے حبیب! اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں، منصب رسالت و نبوت پر مرفراز کروں پھر تمہارے پاس میرا وہ رسول تشریف لائے جو تمہاری رسالت و نبوت اور کتاب و آیات کی تصدیق فرمانے والا ہے تو تم ضرور باخود ان پر ایمان لانا اور ان کے دین کی اعادہ فرمانا۔

قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ
وَحِكْمَةٍ تَرْجَاهُمْ كَسِرَ رَسُولٌ مَصْدُقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ
وَلَتَنْصُرُنَّهُ (الأنبياء)

فرمایا کیا تمہارے اقرار کیا اور اس عہد و پیمانہ کے میرے بوجھ کو تمہارے برداشت کر لیا، سب نے عرض کی ہم نے اس کا اقرار کیا، فرمایا تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تم سب پر گواہ ہوں اور تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ لہذا تو سس کے بعد مراض کریں گے اور اس عہد سے پھر کسی نبی نہ آئے گا اور میری اطاعت سے خارج ہیں اور دائرہ دین سے باہر ہیں۔

اس آیت کریمہ نے اس مفروضہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور اس شبہ و اہمیہ کو زائل و باطل کر دیا اور واضح ہو گیا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخر میں آنا بایں معنی ہے کہ آپ کے بعد نیابتی پیدا نہیں ہوگا اور جو پہلے موجود ہوں گے وہ امتی بن جائیں گے خواہ آپ کے بعد بھی موجود رہیں۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں نقل فرماتے ہیں کہ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد

میں فرمایا :-

ذهب العظماء من العلماء الى ان اربعة من الانبياء
في زمرة الاحياء الخضر والالياس في الارض ^{عليه} وادريس
في السماء

”عظیم اور اکابر علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں چار
انبیاء زمرة احياء میں ہیں اور ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ موجود ہیں حضرت
خضر والیاس زمین میں ہیں اور حضرت عیسیٰ وادریس علیہما السلام آسمان
میں ہیں“

نبی الانبياء فخر الرسل نے فرمایا لو کان موسى حياً لما وسعه الا
اتباعی ”اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی سوائے میری اتباع
کے چارہ نہ ہوتا“ شب معراج سارے انبیاء کرام علیہم السلام بیت المقدس میں اس
مہمان رب جلیل اور خلوت نشین حریم قدس کے استقبال کے لئے جمع ہوئے اور ان کی
اقتدار کی، ایمان بھی لائے اور عملی طور پر ان کی قیادت و امامت کو تسلیم کیا اور وعدہ
روزِ ميثاق کو پورا فرمایا اور امرِ خداوندی کو عملی جامہ پہنایا لہذا ثابت ہوا کہ انبیاء ظاہری زندگی
کے ساتھ زندہ ہیں یا وصال کے بعد آپ کے پاس جمع ہوں، یہ آپ کی ختم نبوت کے منافی
نہیں بلکہ یہی ختم نبوت ہی دلیل ہے کہ موجود ہوئے؟ دہرستی و غلام بننے اور اس
محبوب کریم کی قیادت و امامت پر اعتماد کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بھی تشریف لائیں گے وہ اپنی شریعت کی تبلیغ

کے لئے نہیں آئیں گے، نہ انجیل اور تورات کے احکام کی تنفیذ فرمائیں گے نہ عیسائیت کی تعلیم دینے کے لئے آئیں گے بلکہ تمام امتوں اور ملتوں کو بتلائیں گے کہ میں بنی اسرائیل کا آخری رسول بھی تھا اور صاحبِ انجیل بھی، روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی تھا، مردوں کو زندہ بھی کرتا تھا اور مٹی کے بت بنا کر بھونک سے پرند سے بھی بناتا تھا، برص کے مریضوں اور ماوراءِ اندھوں کو شفا بھی بخشتا تھا لیکن مجھے ان تمام کمالات کے باوجود اس محبوبِ کریم کی اتباع اور اقتداء کے بغیر چارہ نہیں بلکہ ان تمام کمالات و درجات کے باوجود میرے لئے قابلِ صداقت و اعزاز فقط یہی ہے کہ میں محمدؐ عربی کا، خاتم النبیین کے دین کا خادم ہوں اور انکی شریعت کا مبلغ، ان کا متبع اور امتی ہوں لہذا اسے اہل کتاب! اسے یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں اور آتش پرستوں کی برحق کی غلامی اختیار کرو، انہی کے امتی بن جاؤ اور ان کا طوقِ غلامی اپنے گلے میں ڈال لو تو عذابِ جہنم سے اور نارِ دوزخ سے نجات پا جاؤ گے۔

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی

خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

محمد کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اول ہے

اسی میں ہے اگر غلامی تو سب کچھ نامکمل ہے

کی خدمت سے دنا لونے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلی نماز حضرت امام مہدی کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ وہ نبی و رسول بن کر شریف نہیں لائے بلکہ امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک بننے کی حیثیت سے جلوہ فرما ہوتے ہیں۔

نیز علامہ زنجیریؒ اپنی تفسیر کشاف میں فرماتے ہیں:۔

اخرا لا نبیاء انہ لا یتبا احد بعدہ و عینی مومن نبی قبلہ "رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا

جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو آپ سے پہلے نبی بنائے گئے تھے۔
 علامہ محمد امجدی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں:-

المراد بكونه عليه السلام ايجاباً لهم انقطاع حدوث وصف
 النبوة في احد من الثقلين بعد تحليه عليه السلام بهما في
 في هذا النشأة ولا يقدح في ذلك ما اجمعت عليه الامة
 واشتهرت فيه الاخبار ولعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوي
 ونطق به الكناز على قول واكفرة منكرة كالفلاسفة من
 نزول عيسى عليه السلام اخر الزمان لانه كان نبيا قبل
 تحلي نبينا صلى الله عليه وسلم بالنبوة في هذه النشأة.

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ثقلین میں
 سے کسی ایک میں اب نئے سرے سے وصف نبوت پیدا نہیں ہو سکتا
 اور عیسیٰ علیہ السلام کا آخر زمانہ میں نزول، جس پر امت کا اجماع ہے اور آیات
 و اخبار مشہور اس میں وارد ہیں اور شاید کہ وہ درجہ تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی
 ہیں اور ایک قول کے مطابق قرآن کریم بھی اس پر شاہد ہے اور اس کا منکر فلاسفہ
 کی طرح کافر ہے، آپ کے اس منصب کے منافی نہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں علقہ نبوت زیمب تن فرمانے سے
 پہلے نبی تھے۔“

تفسیر مدارک میں ہے لا ینبأ احد بعدہ و عیسیٰ علیہ السلام ممن
 نبی قبلہ۔ زرقانی شرح مواہب میں ہے ولا یقدح نزول عیسیٰ علیہ السلام
 بعدہ لانه بكون علی دینہ مع ان المراد انه اخر من نبی۔ مطلب وہی ہے
 کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے سے نبی تھے اور جب نازل
 ہوں گے تو نبی الانبیاء امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں گے۔ اور تقریباً ہر تفسیر
 میں، مشروح حدیث میں اور سیر اور عقائد میں اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے لیکن امت قادیانیہ

کی آنکھیں اگر اس کو نہ دیکھیں اور ان کے عقول اس سیدھی سی بات کو نہ سمجھ سکیں تو اس کا کیا علاج؟
گرنہ بیند برد ز شپہ چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

کوئی عقلمند آدمی لانا نبی بعدی، خاتم النبیین، اخرا الانبیاء سے یہ نہیں سمجھ سکتا جو مرزا صاحب اور اس کی امت نے سمجھا بلکہ گھڑا ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ زید عمرو کا آخری شاگرد ہے یا بکر آخری سوار ہے، خالد آخری مقرر ہے کوئی بلید سے بلید اور کند ذہن سے کند ذہن بھی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ دوسرے سب شاگرد فوت ہو گئے یا پہلے سارے سوار اس جہان سے کوچ کر گئے۔

سہل بن سعد ساعدی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا:
یا عمو اقم مکانک انت بہ فان اللہ قد ختم بک الہجرۃ کما
ختم لنبیوں رواہ الطبرانی و ابو نعیم و ابو یعلی و ابن عساکر
وابن النجار۔

”اے میرے چچا تم اپنے اسی مکان میں ٹھہرو جس میں تم ساکن ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرت کو ختم فرمادیا جیسا کہ مجھ پر سلسلہ انبیاء کا ختم فرمایا گیا۔“
کیا کوئی اہل حق اس سے یہ معنی مراد لے سکتا ہے کہ پہلے سب مہاجر دارِ فانی سے کوچ فرم گئے؟
ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر آئے اور تنہائی سے گھبراتے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اذان دی اور اشدھان محمد ارسول اللہ کے کلمات پڑھے تو حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں تو انہوں نے جواباً عرض کیا اخذ ولدک من الانبیاء علیہم السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری اولاد اور نسل انبیاء میں سے آخری ولد اور بیٹے ہیں۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام سے کوئی بیٹا، نبی یا غیر نبی سا بھی نہیں ہوا تھا۔ ان کے دھماں اور وفات کا تو امکان ہی کہاں؟ لہذا یہ شبہ انتہائی لغو اور بیہودہ ہے۔ قابل التفات و اعتبار ہے اور کسی عقلمند کو جبکہ ایماندار کو ایسے مغالطے دینا اور

امتِ مسلمہ میں افتراق و انتشار پیدا کرنا زیب نہیں دیتا۔

نکتہ آیتِ میثاق میں فرمایا وَاِذَا خَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ اٰوْرَآيْتُمْ مٰذٰكُوْرًا بِاللّٰهِ

فرمایا وَلٰكِن مِّن رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَخَآتَمِ النَّبِيِّينَ وَوَنُوْنَ جَمَعٌ پَرِ النَّبِيِّينَ
 کا لفظ ہے جو جمع ہے، معرف باللام ہے اور عموم و استغراق کے معنی میں ہے کیونکہ بعض نبی
 مراد ہونے پر کوئی قرینہ اور دلیل نہیں لہذا تمام انبیاء کرام سے بغیر کسی تخصیص و استثناء کے رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے کا اور دین اسلام کی نمرت و امداد کا وعدہ لیا گیا اور
 اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم فرمایا گیا۔ کسی نبی و
 رسول کی اس میں تخصیص نہیں اور مشہور قانون المعرفة اذا اعيدت معرفة كانت عين
 الاولیٰ "معرفة کو معرفہ کر کے ٹوٹا یا جائے تو دوسرا پہلے کا عين ہوتا ہے" کے مطابق دونوں مقام
 پر انبیین میں عنیت و اتحاد ہے لہذا جن رسل کرام اور انبیاء عظام کو اللہ تعالیٰ نے لودنہ
 میثاق جمع فرما کر عہد لیا تھا ان تمام کے لئے آپ خاتم ہیں اور ان سے آخری ہیں آپ کے بعد
 اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نبی نہیں آسکتا ہاں خود بخود کوئی نبی ہو جائے یا اسے الشیاطین
 لیوحون الی اولیائہم بے شک شیطان اپنے دوستوں اور تابعداروں کی طرف وحی
 کرتے ہیں " کے مطابق شیطانی وحی اور ٹیچی ٹیچی فرشتہ کے الہامات سے کوئی مرتبہ نبوت پر
 فائز ہو جاتے تو یہ ممکن ہے بلکہ ہر نئے نبی اور مدعی رسالت میں یہی احتمال متعین ہے۔

نیز آیتِ میثاق میں بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح جاء کسوس رسول
 مصدق لما حکم سے تعبیر فرمایا اور لفظ "ثم تراخی کے لئے ہے یعنی تم سب رسولوں
 اور نبیوں کے بعد رسول کریم تشریف لائے جو تمہاری تصدیق فرمانے والا ہے اور اسی تراخی
 اور بعدیت کو خاتم کے لفظ سے تعبیر فرمایا لہذا القران یفسر بعضہ بعضاً قرآن کا
 بعض حصہ دوسرے بعض حصہ کی تفسیر کرتا ہے " کے مصداق ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین سے مراد
 آخر الانبیاء ہیں یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے لحاظ سے آخری نبی اور رسول ہیں
 آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا نہ یہ کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام زندہ نہیں رہ سکتے۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب تشریف لائیں گے تو وصفِ نبوت کے ساتھ متصف ہوں گے یا نہیں! اور وصفِ نبوت کے ساتھ موصوف نہ ہوں تو نبی کا نبوت سے معزول ہونا لازم آئے گا اور یہ بالکل باطل ہے اور اگر وصفِ نبوت کے ساتھ موصوف ہوتے ہوئے تشریف لائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کا ظہور ہو گیا یا وہ مستقل نبی نہیں ہوں گے آپ کے تابع ہو کر آئیں گے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی بھی مستقل نبی نہیں بلکہ آپ کا تابع نبی ہے لہذا اس کی نبوت کی نفی نہیں ہو سکتی جب اسے اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال حاصل ہو گیا تو منصبِ نبوت پر فائز ہو گیا۔

جواب ہے: اولاً یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم ہونے کا مطلب قرآن، حدیث، کتب عقائد و سیر اور اقوال محدثین و مفسرین اور اکابر امت کی تصریحات اور ساری امت کے اجماع سے یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی بن کر نہیں آسکتا نہ یہ کہ پہلے زندہ نہیں رہ سکتے۔ حضرت عیسیٰ، حضرت ادریس، حضرت خضر، حضرت الیاس علیہم السلام ظاہری حیات کے ساتھ زندہ موجود ہیں لیکن انہیں نبوت آپ کے بعد نہیں بلکہ پہلے عطا ہوئی لہذا ان کے وجودِ مسعود سے آپ کے بعد کسی نئے نبی کی بعثت کا جواز کہاں سے نکل سکتا ہے؟

ثانیاً: نبی کا عند اللہ ایک مقام ہے جو ہر امت سے افضل و اعلیٰ ہے اور کوئی بھی امتی خواہ کسی نبی کی ذات سے تعلق رکھنے والا ہو اس نبی سے بحیثیت نبی ہونے کے افضل و اعلیٰ بلکہ مساوی بھی نہیں ہو سکتا لیکن اس کی عالم دنیا اور عالم تکلیف کے لحاظ سے ایک ذمہ داری ہے اور وہ ہے اپنے فرائض رسالت کی ادائیگی، وحی اور آسمانی احکام کا ابلاغ، اگر صاحب کتاب نبی ہے تو اپنی کتاب کی تبلیغ اور اگر پہلے نبی کی کتاب اور شریعت کو جاری رکھنا منظور ہے تو اس کی تکمیل و تدریس، پہلا مرتبہ ہر نبی کو ہمیشہ کے لئے حاصل ہے اس میں معزولی اور نقص و تنزل ممکن نہیں لیکن دوسرے منصب کے لئے ایک مخصوص وقت میں مخصوص علاقہ یا گروہ اور قوم اس نبی کے سپردہ ہوتی ہے لہذا جب وہ وقت ختم ہو گیا تو ان کی

ذمہ داری ختم ہو گئی اور ان کے فرض کی ادائیگی مکمل ہو گئی۔ اور عدم اعلان کی صورت میں امکانی باز پرس کا کوئی احتمال باقی نہ رہا۔ جس طرح آیت میثاق میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دے دوں اور پھر تمہارے پاس میرا رسول تشریف لے آئے تو تم ضرور بالضرور ان کے ساتھ ایمان لانا اور ان کی نصرت و معادنت کرنا اور ایمان لانے، امداد و معادنت کرنے پر ان سے بڑا ہی تاکید ہے۔ لیا اور خلاف ورزی کی صورت میں وعید بھی سنائی لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انبیاء سابقین کے قہقہہ موجود ہوتے ہوئے اگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ عند اللہ نبی نہ رہتے اور ان کے مقام و مرتبہ میں تنزل آجاتا بلکہ محض ذمیوی لحاظ سے فرائض کی ادائیگی اور منصب تبلیغ احکام سے سبکدوشی ہو جاتی لہذا وہ بیک وقت نبی بھی ہوتے یعنی عند اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیہ و خدام بھی اور دین اسلام کے معاون و مددگار بھی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نازل کے بعد دین اسلام کی خدمت و معادنت فرما کر اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدہ کو ایفاء فرمائیں گے جبکہ ایمان لانے والے وعدہ کو معراج تشریف کی رات ادا کر چکے ہیں لہذا وہ عند اللہ اب بھی نبی ہیں اور دوبارہ نازل ہوں گے تو اس وقت بھی نبی ہوں گے لیکن جس طرح حضرت خضر و الیاس اور حضرت ادریس علیہم السلام کی موجودگی، منصب نبوت و رسالت کی ادائیگی کے لئے نہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانوں پر موجودگی یا قیامت کے قریب نازل اپنے مذہب عیسائیت اور کتاب انجیل کی تبلیغ کے لئے نہیں۔ اس فرق کو مکان کے لحاظ سے اور قوم مخصوص اور علاقہ مخصوص کے لحاظ سے یوں سمجھئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام ہم زمان نبی ہیں، ہر ایک کا اپنا اپنا طبقہ مخصوص ہے اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے حلقہ میں تشریف لے جائیں تو آپ وہاں کے نبی نہیں نہ وہ لوگ آپ کی امت، نہ ان پر آپ تبلیغ فرض و لازم اور نہ ان پر ان کی اتباع لازم، اسی طرح اگر لوط علیہ السلام حضرت

ابراہیم علیہ السلام والے علاقہ میں تشریف لے جائیں تو نہ ان پر تبلیغ فرض نہ وہ اس علاقہ کے نبی نہ یہ ان کی امت نہ ان پر حضرت لوط علیہ السلام کی اتباع لازم لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دوسرے علاقہ میں تشریف لے جائیں تو وہ نبوت سے معزول ہو جائیں گے یا حضرت لوط علیہ السلام دوسرے خطہ میں قدم رنجہ فرمائیں تو وہ منصب نبوت سے معزول ہو جائیں گے۔

اور یہ مثال کوئی حضرت لوط یا حضرت ابراہیم علیہما السلام سے مخصوص نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بیک وقت تیس تیس نبی مختلف علاقوں میں تبلیغ توحید و رسالت میں مصروف رہے ہیں لہذا طرفِ زمان کو بھی اسی طرفِ مکان پر قیاس کر لینے سے مسئلہ بالکل واضح ہو جائیگا۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا والساعة کھاتین مشکوٰۃ میں اور قیامت ایسے ملے ہوئے ہیں جیسا کہ یہ دو انگلیاں یعنی درمیانی اور انگوٹھے سے ملی ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ آپ کے مبعوث ہونے سے لیکر قیامت تک آپ کا زمانہ نبوت و رسالت ہے جیسا کہ ہر مکان اور ہر علاقہ آپ کی نبوت و رسالت کے احاطہ میں ہے لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ نبوت سے معزول ہوں گے اور نہ ہی اس زمانہ و مکان میں نبی و رسول بن کر نزول فرمادیں گے۔

ثالثاً، جب دین اسلام مکمل ہو چکا، کتاب اللہ پوری طرح محفوظ کر لی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کرانے اور جمع کرانے کا وعدہ پورا فرمایا انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون، ان علینا جمعہ و قرآنہ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اخلاق عالیہ اور صفاتِ کمالیہ کی تکمیل فرمادی اور آپ کا ہر قول و فعل و عمل و کردار، نشست و برخاست، کھانا پینا، سونا اور جاگنا، خانگی تعلقات اور پڑوسیوں سے حسن معاشرت اور اپنے جانثاروں سے حسن سلوک غرضیکہ آپ کی زندگی مقدس کا گوشہ گوشہ اور ہر پہلو محفوظ کر لیا گیا تو اب ضرورت ہے تو صرف تبلیغ و تعلیم کی اور تدریس و تلقین کی۔ کیا یہ فرضیہ سوائے نبی کے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا تھا اور

مرزا صاحب سے پہلے بھی انبیاء نے ہی یہ تبلیغ فرمائی یا علماء کرام اور ائمہ دین، عارفین کا طبقہ نے، اگر تیرہ سو سال میں کسی بھی کی ضرورت پیش نہ آئی تو اب کیوں یہ ضرورت پیش آئی کہ انہی علماء سے تعلیم حاصل کرنے والا شخص اور مختلف اوقات میں مولا بخش کے ذریعہ درست کیا جانے والا فرد اور مدتوں انہی کی کتابوں سے برکت حاصل کرے جو آلامی منصب نبوت پر جا بیٹھے جس کا مقصد اولین فقط اپنی دکان کی گرم بازاری ہو اور جو اس دھن میں احادیث کا انکار کرے، قرآن پاک کی تاویلات کرے، پہلی ساری امت کے اجماعی عقائد کو باطل قرار دیدے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا لوگوں کو پوری بے حیائی کے ساتھ کافر قرار دیدے بلکہ زنا کار عورتوں کی اولاد اور اولاد البتہ پاکھے اور امت مسلمہ میں سوائے انتشار و افتراق کے اور کچھ بھی اس کا مقصد نہ ہو۔ (مرزا صاحب کی پوری حقیقت سمجھنی ہو تو قادیانی مذہب "بولوی المیاس برنی کی تصنیف کا مطالعہ فرمائیے) جو کبھی اپنے آپ کو انسانیت کے لئے باعث شرم و ننگ اور موجب نفرت و عار کہے جیسا کہ درہن میں کہا ہے۔

کرم خاکی ہوں پیار سے نہ میں آدم زاد ہوں

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اور کبھی پیغمبروں کی شان اقدس میں گستاخیاں کرے، کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غضبہ والدہ مریم پر بہتان باندھے اور کہیں دیوالے کی بڑ کے طور پر کہے "عیسیٰ کجاست تا بند پاہ منبر" اور کبھی کہے "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے"

ایسے شخص کو وہ منصب کیسے مل سکتا ہے جس کا مقصد انسانوں کو پستی سے

نکال کر انسانیت کے بلند مراتب تک پہنچانا اور اللہ تعالیٰ تک واصل کرنا ہو۔

رابعاً نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب

ہوتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تمہاری نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو

حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی لیکن خبردار میرے بعد نبی نہیں۔ اگر یہ دونوں حضرات نبی ہوتے تو لامحالہ تابع نبی ہوتے کیونکہ وہ حضور کے امتی تھے، انہی کے دستِ حق پرست پر ایمان لانے والے اور ان کا طریقِ اسلامی گلے میں ڈالنے والے تھے وہ مستقل تو ہی نہیں سکتے تھے لیکن باوجود اس کے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے، واضح کرتا ہے کہ آپ کے بعد تابع نبی بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بمنزلہ حضرت ہارون علیہ السلام کے فرمایا تو فوراً فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضور کے تابع نبی ہیں بلکہ جنس نبی کی نفی فرادی یعنی میرے بعد کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا نہ اصلی نہ تابع، نہ ظلی نہ بردری۔

حاصلاً سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء امتی کا بیاد بنو اسرائیل میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مرتبہ نبوت کے لحاظ سے آنحضرت کی امت میں سے کوئی دلی، غوث و قطب نبی کا ہم مرتبہ نہیں لہذا یہ تشبیہ محض تبلیغِ دین اور احکامِ شرع کے لحاظ سے ہے یعنی جس طرح انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہر ایک نبی و رسول ایک مخصوص علاقہ اور قوم کو اپنے فیوض و برکات سے مشرف فرماتا اور انہیں زیورِ ایمان و یقین سے آراستہ فرماتا تھا اسی طرح میری امت کے علماء اپنے اپنے مخصوص علاقوں اور حلقوں میں شیعہ اسلام کو روشن رکھیں گے۔ اگر یہی تبلیغ اور تذکیر منصبِ نبوت ہے تو پھر تمام علماء کو نبی ماننا چاہئے جبکہ ترجمانِ حق اور صادق و معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منصب کو انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے منصبِ رشد و ہدایت کے ساتھ تشبیہی ہے۔ جب وہ نبی نہیں تو صرف مرزا صاحب کیسے نبی بن گئے؟ نیز بعد میں انبیاء ہو سکتے تو فرمادیتے کہ میری امت کے انبیاء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے حالانکہ اس کے برعکس آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ تھی کہ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا مسبوت نہ آیا جواس کی جگہ سنبھال لیتا لیکن میرے بعد نبی نہیں ہوں گے، بعض خلفاء

ہوں گے تم ان میں سے ہر ایک کی یکے بعد دیگرے اطاعت کرتے ہاں مجبور و ناواری سے کام لیتے ہوتے ہر ایک کی بیعت کا حق ادا کرتے جانا۔ اگر وہ کوئی زیادتی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس کرنے والا ہے۔

اس واضح ترین ارشاد کے بعد اور بنی اسرائیل میں سنت الہیہ کے ذکر فرمانے کے بعد اپنی امت میں سے انبیاء کی نفی فرمانا اور خلفاء کا وعدہ دینا اور ان کی اتباع کا حکم دینا خواہ وہ زیادتی بھی کیوں نہ کریں کیا اس قیاس فاسد کے فساد و بطلان پر قطعی دلیل نہیں؟ کیا اس روشن بیان کے بعد مستقل لفظ تابع کے بیہودہ فرق کی کوئی گنجائش رہ سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہر مسلمان کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف کوئی نیا نبی مبعوث ہو کر نہیں آسکتا۔ اس امت کے تمام معاملات کا انتظام و انصراف صرف علماء کرام، اولیاء عظام اور خلفاء و حکام کے ذریعہ ہو گا اور اس خلافت کا وعدہ قرآن کریم نے دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس امت کے کسی فرد کو نبوت عطا فرمائی ہوتی تو وہ خلافت سے بھی بڑا انعام و اعزاز تھا اسے ضرور ذکر فرمانا حالانکہ کہیں بھی اس کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ خاتم النبیین میں اس کی صراحت کے ساتھ نفی فرمادی اور صرف خلافت کا وعدہ فرمایا وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیدلہم من بعدہم امناً (الآیۃ) اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لے آئے اور نیک اعمال کئے کہ انہیں ضرور بالفزور خلیفہ بنائے گا زمین میں اور حکومت و سلطنت عطا فرمائے گا جیسا کہ پہلے لوگوں کو سلطنت بخشی اور ضرور بالفزور مضبوط فرمائے گا ان کی خاطر وہ دین جسے ان کے لئے پسند کیا اور ضرور بالفزور انہیں خوف کے بدلے امن و سکون عطا فرمائے گا۔

سادس۔ اگر اتباع کامل سے منصب نبوت حاصل ہو سکتا ہے تو کیا اتنی صدیوں کے بعد صرف مرزا غلام احمد قادیانی کو ہی اتباع کامل نصیب ہوئی جو زندگی بھر بے شمار مال و

دولت ہونے کے باوجود اور سرکار انگریزی کی خصوصی عنایت و سرپرستی حاصل ہونے کے باوجود اور ہر ممکن سہولت سفر ملنے کے باوجود ایک دفعہ بھی بیت اللہ شریف کی حاضری نہ دے سکا اور فریضہ حج کو بھی ادا نہ کر سکا بلکہ فریضہ صیام رمضان کا بھی تارک رہا اور غریب کیا کرتا، محمدی بیگم کے ساتھ نکاح کی خواہش نے سب فرائض بھلا رکھے تھے اور صرف اسی سنم کی پرستش ہی مقصدِ ادین بن کر رہ گئی تھی لیکر سے

”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!“

نہ خدا ہی ملا نہ وہ سالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر رہے
خیر اس موصوع کو تو کہیں اور بیان کیا جائے گا یہاں صرف اتنا عرض کرنا مقصود ہے کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین و مفسرین، انواری و اقطاب میں سے کسی کو اتباعِ کامل نصیب نہ ہوئی، کیا اسی امت پر اللہ تعالیٰ کو ناز ہے؟ اسے خیر الامم اور شہداء علی الناس اسی اہلیت کی بنا پر بنایا گیا تھا اور انا اعطیناکم کوثر“ میں اسی امت کے عطا کرنے کا ثمرہ سنایا ہے؟

نیز مرزا صاحب کے بعد بھی کسی کو یہ نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ بزعم خویش مسیح موعود بھی ہیں اور ان کے بعد تو قیامت قائم ہو جاتی تھی جس کو کامل اتباع کیسے نصیب ہو سکتی تھی اور نبوت کی اہلیت کیسے پیدا ہو سکتی تھی گویا یہ سارا چکر محض اس لئے ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت ثابت ہو جائے خواہ کوئی متبع کامل نہ پہلے ہو سکا ہو اور نہ بعد میں لیکن مرزا بہر کیف متبع کامل ہیں کیونکہ نبی بنا ہے اگرچہ بیچارے کو پیشاب دستنجا سے بھی فرصت نہیں ملتی تھی، دن میں صرف ایک سو بار پیشاب فرمایا کرتے تھے اور یہی سبب ہے اہلیت تامہ اور استعداد نبوت کا جب اور کسی میں یہ علت نہیں تو نام نہاد نبوت کیسے آسکتی ہے

نعوذ باللہ من شر الشیطن و شرکہ
سابقاً۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متبع کامل منصب نبوت پر فائز ہو سکتا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا یا نہیں؟ اگر علم نہیں تھا تو نعوذ

بالذات العظیم، تو کیا ایسی ذات نبوت و رسالت جیسے منصبِ عالی پر سرفراز ہو سکتی ہے جو لاعلمی کے باوجود ساری زندگی یہی دعویٰ کرتے رہے (وہ نبی بعدِ محمد سے اور اپنے آپ کے قصرِ رسالت کی آخری اینٹ فرماتے رہے اور لوگوں میں ایک غلط عقیدہ رائج کرتے رہے اور مزید برآں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں منصبِ نہ فرمایا اور اس گمراہ کن نظریہ العیاذ باللہ جس نے مرزا صاحب کی نبوت کو بیخ و بن سے ہلا دیا۔“

کی تبلیغ و اشاعت سے نہ روکا گیا وہ بھی لوگوں کو راہِ راست سے پھسلانا چاہتا تھا اور اسے مرزا صاحب سے کوئی عداوت تھی کہ اپنے حبیبِ علیہ السلام کے لئے تو ہر چیز بیکریل سے ان کی تشریف آوری کا اعلان کرایا اور امتوں سے عہد و پیمانہ اتباع لیا لیکن مرزا صاحب کی باری آئی تو ”لابی بعدی“ کے اعلانات سننے جاننے کے باوجود منع نہ فرمایا بلکہ اپنی کلامِ پاک میں خاتم النبیین فرما کر اور شرح جلاء کسر رسولِ مصدق لہما معک کہہ کر خود بھی دروازہ نبوت کو بند فرما دیا اور بابِ رسالت کو ختم فرما دیا اور اس نبوت کے بعد فقط خلافت کا وعدہ دیا اور اس میں بھی مرزا صاحب کی کوئی تخصیص نہ فرمائی بلکہ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فرما کر ان کی خلافت کی بھی نفی فرمادی کیونکہ وہ غریب تو بیخ و بوزہ جیسے فرائض بھی ادا نہ کر سکا اور پیشاب سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ نماز کی ادائیگی کا حال بھی ظاہر ہے تو سب اعمالِ صالحہ پر غلغلہ آمد کی نوبت ہی کب آئی؟

اور اگر علم تھا تو دیدہ و دانستہ اس کو بیان نہ کرنا بلکہ آنے والے رسولِ دینی کی آمد کو چھپا جانا اور ایسے احکام صادر کرنا جن کی بنا پر امت ان کی اتباع سے محروم رہے گا بلکہ ان کو کافر کہے، انہیں واجب القتل جانے اور توبہ یا قتل کے علاوہ کبھی بھی اصلی یا تابع والا سوال نہ پوچھیں، یہ کسی بھی نبی بلکہ ایماندار کے لائق نہیں چہ جائیکہ فخرِ رسل سید الانبیاء حبیبِ خدا علیہ التحیۃ و الثناء سے ایسا غیر شائستہ اور نامردوں فعلِ سرزد ہو جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے وما ینطق عن الہوی ان ھو الا وحی یوحی ”وہ اپنی خواہشاتِ نفس سے نہیں بولتے بلکہ ان کا ہر فرمان وحی الہی ہے

جو ان پر نازل کی جاتی ہے انکے لعلی خلق عظیم " آپ تو اخلاقِ عظیمہ پر
 حامی و غالب ہیں۔

لہذا سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ حق صریح ہے اور مرزا
 غلام احمد نے جو کچھ کہا وہ ضلال و قبیح ہے قرآن پاک اور احادیث نبویہ علی صاحبہا
 الصلوٰۃ والسلام سے جو معنی ختم نبوت کا ثابت ہے اور جس پر تمام صحابہ کرام ،
 علماء کرام اور امت مسلمہ کا اتفاق ہے وہی حق ہے ، وماذا بعد الحق الا الضلال ،
 فامثلاً۔ اگر مرزا صاحب کی بات تسلیم کی جائے تو ساری امت کا ایک غلط بلکہ کفریہ عقیدہ
 پر اجماع لازم آئے گا کیونکہ جس طرح انبیاء سابقین کے ساتھ تصدیق ہر مسلمان پر لازم
 کی گئی ہے اسی طرح اگر بعد میں انبیاء و رسل نے مبعوث ہونا ہوتا تو ان کی صداقت و حقانیت
 پر ایمان بھی واجب و لازم تھا اور تصدیق و اعتراف حقانیت فرض تھا۔

امن الرسول بما انزل الیہ من ربه والمؤمنون کل
 امن بالله وملائکته وکتابه ورسوله لا یفرق بین
 احد من رسوله۔

قرآن پاک نے سید الخلق علی الاطلاق صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے
 غلاموں کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور تمام
 مومنین ہر اس شی پر ایمان لے آئے جو ان کی ذات پر نازل کی گئی سب اللہ تعالیٰ پر
 اس کے تمام فرشتوں پر اور رسولوں پر ایمان لے آئے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے
 رسولوں کے درمیان ایمان لانے کے لحاظ سے تفریق نہیں کرتے کہ بعض کے ساتھ
 ایمان لے آئیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں ، بعض کی تصدیق کریں اور بعض کی تکذیب
 کریں لہذا اگر بعد میں نہ رسول و نبی ہو سکتے تو ان پر ایمان لانا فرض تھا۔ نہ صرف امت پر
 بلکہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر بھی اور جب آپ نے نسی فرمادی اور ساری امت
 نے بھی اس پر ایمان و یقین اور اعتماد و اعتبار کیا تو امت بچ اپنے ہادی و مرشد اور رسول
 نبی کے اس فرض کی تارک بن جائے گی نعوذ باللہ من ذلك۔ اور امت تو

کہہ سکتی ہے کہ ہمارا کیا قصور؟ ہمیں تو جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا "ہم اس پر ایمان لاتے" تو کیا یہ ساری ذمہ داری صرف ہادی اعظم، فخر بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ پر عائد ہوگی جس نے نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا اور نہ آنے والے رسول پر ایمان لانے کا حکم دیا جبکہ پہلے رسولوں پر ایمان لانے کا حکم دیا "والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک" متقین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا "اور وہ لوگ جو ایمان لائے قرآن پر جو تم پر نازل کیا گیا اور ان کتابوں اور صحیفوں پر جو تم سے پہلے نازل کئے گئے" لیکن اللہ تعالیٰ پر اور اس کے محبوب کریم پر اور خیرالم پر الزام لگانے سے یہ بہتر نہیں کہ اس من گھڑت معنی کو اور تیرہ صدیوں کے بعد اختراع کئے جانے والے معنی کو باطل قرار دے دیا جائے اور کہا جائے کہ مرزا صاحب کو اگر اللہ تعالیٰ بھیجتا تو یہ الزام درست ہو سکتا، جب بھیجنے والا ہی کوئی اور ہے، وحی لانے والا جبرائیل نہیں جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر وحی لاتا رہا بلکہ ٹیچی ٹیچی ہے اور وہ بھی نہ عربی زبان میں، نہ عبرانی اور قومی زبان ہندی بلکہ انگریزی میں تو اللہ تعالیٰ اسکی خبر کیسے دیتا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئیو الے دجالوں کی نشاندہی کیوں نہ فرماتے اور امت انہیں واجب القتل کیوں نہ جانتی؟

ظلی اور بروزی نبی

مرزا صاحب نے خاتم النبیین بننے کے لئے ایک اور چکر چلایا فرماتے ہیں مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اور رسول اللہ رکھا ہے مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی ہے

نذول المسیح صلا مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب "میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی

شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اور میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کر نیوالا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا (نزل المصحف) بار بار ان ارشادات کو پڑھئے اور نبوت کے شائق کے پیچ و تاب دیکھئے اور ہیر پھیر کا ملاحظہ فرمائیے۔ ادھر فرماتے ہیں کہ میرا نفس درمیان میں نہیں بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی میں ان کی ذات میں فنا ہو گیا ہوں جسے کہ ان کے نام اور منصب ختم نبوت سے موصوف ہو گیا ہوں۔

جب مقام فنا فی الرسول حاصل ہو تو پھر میں اور میرا کی تو گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ وہاں تو میں بھی تو اور تو بھی تو ہوتا ہے اور منصور کا "انا الحق" کہنا اسی لئے جرم بن گیا کہ انہوں نے انا الحق (میں حق ہوں) کہا اور نہ حق حق کہتے تو کون انہیں سولی پر چڑھا سکتا تھا؟

اور علمی اصطلاح میں اس بیان کو دیکھو تو بھی انتہائی لغو ہے کیونکہ مقام فنا میں اپنا تصور بھی نہیں ہوتا اور یہاں مرزا صاحب نے سلبی تصدیق ذکر کی ہے جو تصور موصوع، محمول، نسبت اور حکم پر مشتمل ہے یعنی صرف اپنا تصور ہی نہیں بلکہ اور مفہوموں کا تصور بھی ہے اور نفی کی تصدیق بھی ہے اور بایں ہمہ دعویٰ فنا فی الرسول ہے (میرا نفس درمیان میں نہیں)

فرمایا "اس لحاظ سے میرا نام محمد واحد ہوا ہے جب آنجناب کی ذات درمیان میں ہی نہیں تو تمہارا نام محمد واحد کیسے ہوا؟ ارشاد ہے "میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے" مگر ہم نے کبھی آئینہ کو انسان ہونے کا دعویٰ کرتے نہیں دیکھا، نہ سنا، نہ کبھی کسی عقلمند کو یہ خیال تک آیا کہ آئینہ ایسا بھی کہہ سکتا ہے (نیز ہم آنحضرت کے معجزات و کمالات اور حسن لازوال بیان کریں گے، صاحب انصاف کوئی ٹیک نمونہ حسن ظاہری و باطنی کا اس میں ثابت کر دے "چہ نسبت خاک با عالم پاک") اگر میں کوئی علیحدہ شخص دعویٰ نبوت کر نیوالا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد، احمد،

مصطفیٰ، محبتی نہ رکھتا،

جناب من آپ کا اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی ان ناموں سے کوئی نام نہیں رکھا اور نہ ہی نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ کس آیت اور کس حدیث سے یہ ہڈیان ثابت ہو سکتا ہے؟ ہاں آپ کے والدین نے غلام احمد نام رکھا اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسم باسٹھے بنا دیگا لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور آپ اس سے بھی محروم رہے اور لوگوں کو بھی محروم کرنے کی کوشش فرمائی۔ اگر غلامی کی تو فقط انگریزی کی اور اسے مرایہ رحمت بتایا، اپنی ساری جماعت کو ان کی وقاداری کا حکم دیا اور ان کے خلاف جہاد کو حرام فرمایا لیکن سنئے اور دل کے کان کھول کر سنئے اسے مرزا کی امت! میرے آقا مولیٰ نے، امین امرار خداوندی نے اور عالم ماکان و مایکون نے تیرہ سو سال پہلے فرما دیا تھا:-

عن عقبہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ
لا يزال الجهاد حلوا خضرا ما مطرت السماء وانبتت
الارض وسينشأ نشوم من قبل المشرق يقولون
لا جهاد ولا رباط اولئك هم وقود النار بل رباط يوم
في سبيل الله خير من عتق الف رقبة ومن صدقة
اهل الارض جميعا ركن العالم مبيلا كتاب الجهاد بالرباط
ابن عساكر عن انس

”جہاد ہمیشہ میٹھا پیارا اور سرسبز رہے گا جب تک کہ آسمان برساتا رہے گا اور زمین اگاتی رہے گی اور عنقریب مشرق کی طرف سے ایک گروہ پیدا ہوگا جو کہے گا کہ نہ جہاد ہے اور نہ سرحدوں کی حفاظتی چوکیاں، وہ لوگ نار جہنم کا ایندھن ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن اسلامی مملکت کی حفاظت اور سرحدوں کی نگرانی میں گزارنا ہزار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور تمام روئے زمین کے باشندوں کے صدقات سے بھی

بہتر ہے اور تمام روئے زمین کے باشندوں کے صدقات سے بھی بہتر ہے جن کی ذات میں فنا ہونے اور جن کا ظل اور بروز ہونے کا دعویٰ ہے ان کا فرمان سنئے اور ظل اور بروز کی خدمت سرکار انگریزی دیکھئے کہ ان کی خاطر فریضہ جہاد کو حرام کر دیا اور فرما دیا ہے

چھوڑو اب دوستو جہاد کا خیال

حرام ہے دیں کیلئے لڑنا اور قتال

بہر کیف یہ ایک جملہ معترضہ سمجھئے۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مرزا صاحب کو قرآن و حدیث میں کہیں بھی محمد و احمد، نبی اللہ و رسول اللہ اور مصطفیٰ مجتبیٰ نہیں کہا گیا اور اگر انہیں یہ خطابات اپنی دجی میں عطا کئے گئے ہیں تو دلیل کو یہاں پیش کرنا عجیب جہالت ہے یا فریب دہی اور مکاری ہے۔ گویا اس دلیل کا حاصل یہ ہوا کہ چونکہ مجھ پر یہ دجی ہوئی ہے کہ تو محمد، احمد، مصطفیٰ مجتبیٰ ہے، نبی اللہ ہے، رسول اللہ ہے لہذا میں نبی ہوں، رسول ہوں بلکہ خاتم النبیین ہوں اور چونکہ میں نبی و رسول بلکہ خاتم النبیین ہوں لہذا میری دجی الہی ہے، بالکل سچی ہے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اگر یہ دلیل کسی پہلے نبی کو ہاتھ آجاتی تو معجزے دکھانے کی ضرورت ہی نہ رہتی، نہ یدِ مینا دکھانے کی، نہ عصا کو سانپ بنانے کی، نہ مردے زندہ کر کے دکھانے کی، نہ چاند شوق کرنے کی اور نہ پتھروں سے کلمہ پڑھوانے کی۔

نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ کی طرح ظل و بروز ہونے اور تنافی الرسول ہونے کا دعویٰ تو ہزاروں کر سکتے ہیں اور آپ کی طرح دلیل بھی قائم کر سکتے ہیں تو پھر ہزاروں آدمی خاتم ہوئے پھر اس منصب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت کیا ہوئی اور آپ آخری نبی کیسے ہو گئے؟ اسے بھی چھوڑیئے آپ کے پاس اور آپ کے کسی متبع کے پاس تو کوئی دلیل اس دعویٰ پر نہیں ہے لیکن اگر کوئی آدمی کہہ دے کہ رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم فنا فی اللہ کے مرتبہ پر فائز ہیں اور وہ بھی قتل اللہ ہیں۔ ان کا باطن ذاتِ خداوندی ہے اور ظاہر وہ ہیں ان کے آئینہ میں مرتبہ الوہیت کا کامل انعکاس ہے اور قرآن کریم سے دلائل بھی پیش کر دے وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی، ان کا بولنا اپنی طرف سے نہیں ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، زبان ان کی ہے، کلام اس کا ہے۔ ان الذین ینالیعونک انما ینالیعون اللہ ید اللہ فوق ایدہم بشیک جو لوگ تمہارے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، وما سر میت اذ سر میت ولكن اللہ سرہی "نہیں کنکر یاں پھینکیں تمہیں آپ نے جب کہ آپ نے پھینکی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں" من یطعم الرسول فقد اطاع اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فقط اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

جب ان کا بولنا اللہ کا بولنا ہے، ان کا بیعت لینا اللہ کا بیعت لینا ہے ان کا مارنا اللہ تعالیٰ کا مارنا ہے، ان کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے لہذا یہ بھی ذاتِ باری تعالیٰ میں فنا ہو کر اللہ تعالیٰ کا ظل و بروز ہو کر اور اللہ تعالیٰ کا نام پا کر خدا بن گئے، وہ احکم الحاکمین بھی ہیں، خالق و رازق بھی ہیں، معبود و مسجود بھی ہیں زخود بانہم ثم فعوذ باللہ، تو اس کا آپ کیا جواب دیں گے؟ اور اس باطل عقیدہ کو کیسے رد کریں گے؟

مرزا صاحب آپ کو اپنی نبوت ثابت کرنے کے شوق نے اتنا بدحواس کر دیا کہ اس قانون کے مفاسد اور غلط نتائج سے آپ بالکل بے خبر رہے اور دین مذہب کو اپنی بازی گری اور فریب کاری کی نذر کر دیا اور سیدھے سادھے دین اور ملتِ حنیفیہ نقیہ بیضیاد کو، مراطہ مستقیم کو، عام فہم اسلام کو چھپتا بنا کے رکھ دیا لہذا اللہ من شر الشیطان الوسواس الخناس من الجنة والناس۔

(یہاں تذہیل تمام ہو گئی آگے متن شروع ہوتا ہے)

۲- نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت برہنی کو شامل سب اور اجزاء عالم کو محیط ہے۔ کائنات کی کوئی شے عموم نبوت سے خارج نہیں۔ آپ تمام انسانوں کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما ارسلناک الا کافرا للناس بشیرا و نذیرا اور نہیں مبعوث فرمایا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والے اور ڈرنا دینے والے، آپ جنوں کے ہادی و راہنما ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذ صرنا الیلک نفرًا من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومہم منذرین۔ اور یاد کر اے حبیب اس وقت کو جب کہ ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک جماعت کو متوجہ کیا قرآن پاک سننے کے لئے، جب حاضر ہوئے تو ایک دوسرے کو کہا چپ ہو جاؤ، جب اس کی تلاوت ختم ہوئی تو اپنی قوم کی طرف پھر سے دراں حالیکہ وہ انہیں عذاب الہی سے ڈرانے والے تھے (احقاف) گو یا صرف مسلمان ہی نہ ہوئے بلکہ اپنی قوم کو بھی ایمان لانے اور اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و غلامی اختیار کرنے کی تلقین کرنے لگے۔

سورہ جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل ادھی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآننا عجبا یهدی الی الرشدا فامنا بہ فرماؤ اے میرے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم کہ مجھ پر اس بات کی وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر اور غور و توجہ سے قرآن کریم کو سنا پس پکارا اٹھے کہ بیشک ہم نے بڑی عجیب کتاب کو سنا جو کہ رشد و ہدایت کی طرف بلاتی ہے لہذا ہم تو اس کے ساتھ ایمان لے آئے، ولئن نشرت ربنا احداً اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے،

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف جنوں اور انسانوں کے نہیں بلکہ تمام کائنات اور سب جہانوں کے لئے بشیر و نذیر بن کر تشریف لائے تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً فرقان، بابرکت ہے وہ ذات جس نے قرآن پاک کو اپنے بندے پر نازل فرمایا تاکہ وہ سب جہانوں کو میرے

عذاب اور شانِ قہاری سے ڈرائیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے اللعالمین کے لئے فرمایا ہے۔ انہیں یہ قرآن پاک مگر نصیحت واسطے تمام جہانوں کے، سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا الحمد لله رب العالمین، اپنے حبیب کریم علیہ السلام کو فرمایا للعالمین نذیراً اور قرآن پاک کو فرمایا ذکرہ للعالمین۔ گویا جس میں چیز کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت شامل ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی ہدایت و نصیحت بھی اسے شامل ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما انزلنا من السماء الا رحمة للعالمین، ہم نے آپ کو نہیں مبعوث فرمایا مگر اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہو، اور اصل رحمت رسالت و نبوت ہے وہ تمام اجزاء عالم کو شامل ہے تو رسالت اور نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام اجزاء عالم کو محیط ہے اور کائناتِ ارضی و سماوی کی ہر شے کو شامل لہذا انسان، جن اور فرشتے بھی اور فرشتوں کے عرش، لوح و قلم، جنت و دوزخ، حور و غلمان اور ذراتِ عالم میں سے کوئی بھی ایسی شے نہیں جو آپ کی رحمت اور رسالت سے فیضیاب نہ ہو۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا مجھے میری رحمت سے کیا حصہ ملا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ہر وقت اپنی عاقبت کی فکر دامن گیر تھی جب تم پر قرآن پاک نازل ہوا اور تم عالم ظاہر میں نبوت سے سرفراز ہوئے تو مجھے بھی اطمینان و سکون نصیب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی عاقبت سے مطلع فرمادیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انزلنا من السماء مطاعاً لشماعین۔

تمام ملائکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت درود بھیجتے ہیں ان اللہ و ملائکہ یصلون علی النبی، جنگ کے میدانوں میں صحابہ کرام کے دوش بدوش ہو کر دشمنانِ خداداد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم واصل کیا اور انہیں ذلت آمیز شکست دی یہ مدد کس سے ہو کر بخمسۃ الاف من الملائکۃ مسوین (زال عمران) میدانِ بدر کے متعلق ارشاد فرمایا مدد فرمائیں گا اللہ تعالیٰ تمہاری ان پانچ ہزار

فرشتوں کے ساتھ جو امتیازی نشان والے میں وانزل جنود الحرم وھا وعذب الذین
کفرو او ذلک جزا الذکا فرمیں۔ رتوبہ جنگ جنہن کے متعلق فرمایا اور نازل کئے اللہ
تعالیٰ نے لشکر فرشتوں کے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور عذاب دیا کفار کو اور یہی ہے جزا
کفر کرنے والوں کی؟

جب آپ راہ پر چلتے تو فرشتوں کی صفیں پیچھے پیچھے ہوتیں اسی لئے آپ صبح سے
پیچھے چلتے اور صحابہ کرام کو آگے چلنے کا حکم دیتے تاکہ فرشتوں کو ایذا نہ پہنچے۔ شبِ امری کے دنہا
جب محبوب حقیقی سے ملنے محدود و قیود زمان و مکاں سے ماوراء تشریف لے جا رہے تھے
تو پردہ سے ایک فرشتہ ظاہر ہوا جس نے اذان کہی اور اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ
پڑھا۔ پھر محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستِ اقدس پکڑا اور امامت کے لئے آگے بڑھایا،
اس طرح آپ اہل سمار کے بھی امام بنے جس طرح اہل زمین کے۔

بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھانی اور بیت المعمور میں ملائکہ
کو فاکمل اللہ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم الفضل علی اهل السموات
والارض، پس اللہ تعالیٰ نے رسولِ پاک صاحبِ لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات
کے فضل و کمال کو اہل زمین اور اہل سما پر ظاہر فرما دیا۔ بیت اللہ شریف، بیت المقدس اور
بیت المعمور کا امام انہیں بنایا اور انبیاء و رسل اور تمام ملائکہ کو ان کا معتمدی بنایا تاکہ ہر ایک کو
معلوم ہو جائے کہ امامت و سیادت انہی کا حق ہے اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا اس منصب
کے اہل نہیں ہو سکتا۔

دصال شریف کے بعد سے ستر ہزار فرشتے صبحِ روضہ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں
جو شام تک اپنے پروں سے جا رو بکشی کرتے ہیں۔ اوگنبدِ خضریٰ کا احاطہ کئے رہتے ہیں
شام کو وہ واپس ہوتے ہیں اور ستر ہزار اور نازل ہوتے ہیں جو صبح تک اس بارگاہِ عالم پناہ
میں حاضر رہتے ہیں، صلوٰۃ و سلام کے تحفے پیش کرتے ہیں اور صبح واپس ہو جاتے ہیں اور
یسلسلہ قیامت تک جاری رہے گا یبزل علی قبرۃ الشریف کل یوم سبعون
الف ملک یضربونہ باجنحتہم و یحفظون بہ الحدیث، اور قیامت کے دن بھی

ستر بزار کی معیت میں براق پر سوار ہو کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ حشر میں جلوہ فرما ہوں گے۔

• علامہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ ان آیات و روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبرِ آخر الزمان رحمتِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔ وہ سب آپ کا کلمہ پڑھنے والے، اتباعِ واقعہ کر نیوالے، آپ کے خدام اور لشکر می ہیں۔ اگر کہا جائے کہ امتی نہیں ہیں تو مقامِ غور ہے کہ اگر امتی ہوتے تو اود کیا کرتے، کونسا امتی ہو نیوالا وصف ہے جو ان میں موجود نہیں!

عرشِ عظیم کے پاسے پر لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ ہر آسمان پر لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ نقش ہے۔ جنتی درختوں کے پتوں پر لا الہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول اللہ ثبت ہے۔ جنت کے دروازہ پر، جنت کے برتنوں پر غرضیکہ جہاں بھی لا الہ الا اللہ موجود ہے ساتھ ہی محمد رسول اللہ کا ذکر موجود ہے۔ گویا عالم بالا کے مکینوں کی جدھر بھی نگاہ اٹھتی ہے ہر چیز انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار و اعتراف اور یقین و اذعان کی تلقین کر رہی ہے۔

شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے چار وزیر ہیں دو زمین میں اور دو آسمانوں میں اما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر واما وزیرای من اهل السماء فجبرئیل ومیکائیل لیکن اہل زمین میں سے دو وزیر تو ابوبکر و عمر ہیں اور اہل آسمان میں سے دو وزیر حضرت جبرئیل و میکائیل ہیں (مشکوٰۃ) وزیر اپنے بادشاہ کے تابع ہوتے ہیں لہذا حضرت جبرئیل و میکائیل مع اپنے متبعین اور حلقہ اثر کے اپنے بادشاہ اور آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام و نیاز مند ہیں اور آپ تمام عالم ملائکہ اور عالم انسانیت کے امام و رسول ہیں۔

جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لے آئے اور تنہائی کی وجہ سے وحشت و گھبراہٹ محسوس کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے فنادی بالاذان

اللہ اکبر اللہ اکبر اشہدان لا الہ الا اللہ مرتین اشہدان محمد رسول اللہ
 اللہ مرتین الخ حضرت جبریل نے اذان دی اللہ اکبر اللہ اکبر کہا اشہدان لا الہ الا
 اللہ دو بار کہا پھر اشہدان محمد رسول اللہ دو بار کہا: گویا حضرت آدم علیہ السلام
 کی گھبراہٹ کو دور کیا گیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے،
 اور جس ذات کی رسالت و نبوت سب سے پہلے اہل زمین کو روشناس کرایا گیا اور جس کے نام نامی
 کو اس دنیا میں سب سے پہلے بلند کیا گیا وہ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے اور پھر حضرت
 آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ان کی آمد آمد کی بشارتیں، انہی کی رسالت و
 نبوت کے اعلانات ہوتے رہے و مبشر ابر رسول باقی من بعدی اسمہ احمد
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بشارت دینے والا ہوں اس رسول اعظم کی جو میرے بعد
 تشریف لائیں گے اور جن کا نام احمد ہے۔“

اور تمام انبیاء نے بھی روز میثاق ان کی اتباع کرنے اور ان پر ایمان لانے کا وعدہ
 کر کے اور شب معراج اس وعدہ کو پورا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ سب نبیوں کا نبی، سب رسولوں کا
 رسول، سب اماموں کا امام، سب سرداروں کا سردار محبوب خدا، سید ابرار، احمد مختار صلی اللہ
 علیہ وسلم ہے۔

ابھی انبیاء کرام اور رسولان عظام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس
 محبوب کو تاج نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اور جب پیدا ہو چکے تو سب کو اس شیح نبوت و
 رسالت کا پروردانہ بنایا اور گلشن ہستی میں کوئی ایسا سرد بالاندہ رہنے و یا جو محبوب کی کند عزت و
 عظمت کی زد میں نہ ہو۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں: اعطاه النبوة من ذلك الوقت ثم اخذ
 له المواسيق على الانبياء ليعلموا انه المقدم عليهم وانه نبيا محمدا
 رسولهم۔ اعلم حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

نماز اقصیٰ میں تقابلی سرعیاں ہو معنی اول آخر
 کہ میں دست بستہ پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

ان کی ابوت ان کی نبوت ہے سب کو عام!

ام البشر عروس انہی کے پس رکھے

بلکہ تمام اجزاء عالم اور ذرات موجودات کی طرف مبعوث ہیں فرمایا اس صلت الی الخلق كافة میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں، فرمایا ما من شیء الا وقد بعنا فی رسول الله جہان کی کوئی شے ایسی نہیں جو یہ نہ جانتی اور مانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

چاند کا انگلی اٹھتے ہی کلیجہ شق ہو جاتا ہے، اشارہ پاتے ہی سورج لٹے پاؤں واپس آ جاتا ہے، پیغام پہنچتے ہی دخت جڑوں پر چلتے ہوئے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور نگاہ لٹھتے ہی پتھر پانی پر تیرتے ہوئے حاضر بارگاہ ہو کر نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہیں، جانور سجدہ کرتے ہیں، اپنی شکایات پیش کر کے اپنے دکھوں اور دردوں کا مدد و طلب کرتے ہیں۔ غرضیکہ اس محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت، عزت و عظمت کی ہر مخلوق معترف، ان کے حکم کے سامنے ہر مخلوق کی گردن خم، ان کا سکہ حکومت آسمان و زمین میں رواں، ان کی بادشاہت دنیا و آخرت اور میدانِ محشر میں جاری و ساری، رسول اکرم نبی اعظم اور وزیر اعظم انہی کی ذات بابرگاہ ہے باقی سب آپ کے استی اور تابع، خلفاء اور نائب ہیں۔

۳۔ آپ کی نبوت و رسالت اپنے ثمرات و نتائج، فضائل و فوائد کمالات انبیاء کرام اور معجزات و خصائصِ رسلِ عظام علیہم السلام کو جامع ہے اور ہر نبی و رسول کے درجہ کمال اور حسن لازوال کو محیط اور شامل ہے۔ گویا یہ نبوت و رسالت ایک نبوت نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش تمام رسل کرام اور انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی رسالتیں اور نبوتیں اس میں داخل ہیں اس لئے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے تمہیں نبوت عطا کی بلکہ فرمایا انا اعطیناک الکوثر ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا اور حیضہ عقل و فکر میں نہ سما سکنے والی نبوت عطا فرمائی۔

امام رازی رحمہ اللہ نے اس مقام کو بڑی بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور تمام انبیاء کرام میں فردا فردا جو کمالات و معجزات اور فواضل و فضائل اور اخلاق و شمائل پائے گئے ہیں ان سب کو محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ثابت کیا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ یدربینا داری آنچه خوباں همه دارند تو تنہا داری

اور حق تو یہ ہے کہ اوصافِ مشترکہ میں بھی شرکتِ نقطہ نام کی ہی ہے۔ محض الفاظِ والدہ اور اسما کے اعتبار سے ہے ورنہ محبوبِ کریم رسولِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر وصفِ کمال میں، ہر حسن و خوبی میں ہر نبی و رسول سے ممتاز مقام رکھتے ہیں اور خصائصِ ذاتِ اعلیٰ صلاحیتیں اور استعدادات اور محققہ اوصاف و کمالات میں تو برابری کر ہی کون سکتا ہے۔ ہم پہلے اوصافِ مشترکہ بیان کرتے ہیں اور پھر انشاء اللہ العزیز محققہ اوصاف و کمالات بھی اجمالاً و تفصیلاً ذکر کئے جائیں گے۔

① حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا فرمائی اور ہر ایک کو ایک خصوصی منشور دیا لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی کتاب کو کلمات سے تعبیر فرمایا فتلقى آدم من سرہ بہ کلمات حاصل کئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے چند کلمات، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب کو بھی کلمات سے تعبیر فرمایا و اذا بتلی ابراہیم سرہ بہ کلمات اور یاد کرو اسے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت کو جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چند کلمات کے ساتھ آزمایا اور فرمایا لیکن جو کتاب اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی اسے کتاب ہی سے تعبیر فرمایا۔ بلکہ کتاب کہلانے کے استحقاق کو اسی میں منحصر فرمایا ارشاد فرمایا ذلک الكتاب و حقیقت کتاب تو وہی ہے جو میں نے اپنے حبیب پر بلائ فرمائی۔ اس کے مقابلہ میں کوئی آسمانی کتاب کتاب کہلانے کی حقدار نہیں۔

(نوٹ) قرآن پاک کو جو فضائل اور برتیاں اپنی ذات یا پہلی کتابوں کے لحاظ سے حاصل ہیں انکوثر کے چھٹے معنی میں انہیں بیان کیا جائے گا۔ وہاں ملاحظہ فرماویں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وفورِ علم سے سرفراز فرمایا اور اسرار و رموزِ کائنات سے ان کے لئے پردہ اٹھایا اور انہیں تمام اشیاء کے اسماء و خصوصیات اور فوائد کا علم بخشا، فرمایا و علم آدم الاسماء کلھا اور سکھلانے اللہ تعالیٰ نے حضرت

آدم علیہ السلام کو اپنی ذات کے دلائل اور علامات یعنی تمام مصنوعات و مخلوقات جو کہ اپنے خالق و
صانع کی دلیل و علامت ہیں حضرت عبداللہ بن عباس، عکرمہ، قتادہ و مجاہد وغیرہم نے فرمایا علیہ
اسم کل شیء اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام بتلادیا اور تمام لغات کی
تعلیم دی: علم من جميع اللغات التي يتكلم بها ولادة اليوم من العربية
والفارسية والرومية وغيرها (ابو سعید و جمل وغیرہ)

قاضی بیضاوی اپنی بے مثل تفسیر میں فرماتے ہیں: والهمة معرفة ذوات
الاشياء وخواصها واسمائها واصول العلوم وقوانين الصناعات وكيفية
الاتها. تفسیر جلالین میں ہے ای اسماء المسمیات حق القصعة، والقصية
والفسوة والفسية والمعرفة. تفسیر صاوی میں ہے والمراد من المسمیات
مدلولات الاسماء سواء كانت جواهر او اعراضا او معانی او معنوية
فالحاصل ان الله تعالى اطلع ادم على المسمیات جميعها وعلم
اسماءها راقی، واختص ادم بمعرفة الاسماء بجميع اللغات وتلك
اللغات تفرقت في اولاده. تفسیر ابی سعید میں ہے قال ابن عباس وعكرمة
وقتادة ومجاهد وابن جبير رضي الله عنهم علم ادم اسماء جميع الاشياء
حتى القصعة والقصبة وحتى الجنة والمحلب وانحى منفعة كل
شيء الى جنسه وقيل اسماء ملكان وما يكون الى يوم القيامة راقی،
الهمة معرفة ذوات الاشياء واسمائها وخواصها ومعانيها واصول
العلم وقوانين الصناعات وتفاصيل الاتها وكيفية استعمالها.
امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ای علم صفات الاشياء ونوعاتها و
خواصها القول الثانی وهو المشهور ان المراد اسماء كل ما خلق
الله من اجناس المحدثات من جميع اللغات المختلفة الی

الحاصل تمام مفسرین نے حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت کو بیان فرمایا اور
اور اس علم کے کان یا یوں کو محیط ہونے کا اعتراف کیا اور ان کی معرفت کا کائنات عالم کی ہر شے

اور ہر صفت و خاصیت اور فائدہ و منفعت پر عادی ہونے کو تسلیم فرمایا اور مفسرین نے یہ عموم و شمول اور احاطہ تمام اپنی طرف سے بیان نہیں فرمایا بلکہ نص صریح کے مفہوم کو بیان فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں "الاسماء" جمع معروف باللام ہے اور تخصیص پر کوئی قرینہ موجود نہیں لہذا وہ عموم و استغراق میں نص صریح ہے اور "کلہا" کی تاکید نے احتمال تخصیص کی زبحہ کنی کر دی لہذا یہ آیت کریمہ عموم علم آدم علیہ السلام میں نص ہی نہیں بلکہ مفسر اور محکم خبر ہے جو نہ قابل تخصیص ہے اور نہ ہی قابل نسخ۔

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ملائکہ کے درمیان مقابلہ و تحدی کو ذکر فرما کر اور تمام ملائکہ کے اعتراف و اعتراف عجز و اقرار لا علمی کو بیان فرما کر علم آدم علیہ السلام کے عموم و شمول کو، اس کی وسعت و بے پایانی کو اور واضح فرما دیا۔ وہ ملائکہ جو کہہ رہے تھے سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم المحکم، اسے اللہ پاک ہے تو، نہیں ہمیں علم مگر وہی جو تو نے ہمیں سکھایا، بیشک تو علم والا اور حکمت والا ہے۔

ان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے محرم اسرار خداوندی اور امین وحی الہی بھی موجود تھے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی جو تمام جنوں اور انسانوں، چرندوں، پرندوں، درندوں، چھلیوں، چیونٹیوں، حشرات الارض اور کیڑوں پتنگوں کے رحوں کو قبضہ کرنے والے ہیں اور ان کی نگاہ ہر وقت ان تمام جانداروں کو محیط ہے۔

علامہ ابن حجر فتاویٰ حدیثیہ میں ابو نعیم سے نقل فرماتے ہیں انہما اس بعثتا وعشرون ساعة لیس منها ساعة تأتي علی فی روح الا و ملک الموت قائم علیہا فان امر بقبضتها قبضتها والا تترك. یعنی رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی ایسا گھنٹہ اور ساعت نہیں گزرتی جس میں ملک الموت ہر جاندار کے سر پر قائم نہ ہو اگر اس کی روح قبضہ کرنے کا حکم دیا جائے تو قبضہ کر لیتا ہے ورنہ اسے چھوڑ دیتا ہے۔

نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الدنیا عندہ کالطست
یتناول منها حیث یشاء، دنیا عزرائیل کے سامنے مقال کی مانند ہے جہاں سے
چاہے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے ہر ایک کی روح قبض کر لیتا ہے۔ اور ایک روایت
میں خود حضرت عزرائیل علیہ السلام کا ارشاد منقول ہے الدنیا عندی کالقضعة
بین بدی الأکل "ساری دنیا میرے سامنے اس طرح ہے جیسا کہ کھانے والے
کے سامنے پیالہ" صاحب روح المعانی نے فرمایا جمہور کا مذہب یہ ہے کہ خود حضرت
عزرائیل تمام جانداروں کی روحوں کو قبض کرتے ہیں اور ہر ایک پر ہر وقت مطلع ہوتے
ہیں۔ والذی ذہب الیہ الجمہوران ملک الموت لمن یعقل ومن لا یعقل
من حیوان واحد وهو عزرائیل (روح المعانی ص ۳۱۱)

الغرض اتنے مقرب اور وسیع علوم کے مالک ہونے کے باوجود حضرت آدم علیہ
السلام کے مطالبہ کو پورا نہ کر سکے اور علوم آدم علیہ السلام کا مقابلہ نہ کر سکے اور وہ شیطان
لعین جو درگاہ خداوندی سے راند دیا گیا اور قیامت تک لعنت کا حقدار بن گیا جس کے بقول
صاحب براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کائنات کا علم محیط نص سے ثابت ہے وہ
بھی وہاں موجود تھا لیکن جب آدم علیہ السلام نے فرمایا انبؤنی باسماء اھولاد "مجھے ان
تمام اشیاء کے نام بتلاؤ" تو وہ بھی عاجز آ گیا اور اسے بھی سوائے اعترافِ عجز کے اور کوئی چارہ
نہ رہا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے تمام ملائکہ اور جنوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی علمی فوقیت
برتری کو واضح فرمایا اور ان کے استحقاقِ خلافت کو ثابت فرمایا اور نحن نسبہ بمحمد و
نقدس لک "ہم تیری حمد و ثنا سے رطب اللسان ہیں اور تیرا تقدس ہر وقت بیان کرتے
ہیں" کہہ کر فرشتوں نے اپنے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کو بیان کیا تو اس کے
مقابل حضرت آدم علیہ السلام کا دُورِ علم ثابت کر کے انہیں سمجھا دیا کہ خلیفہ کے لئے علم عام

عہ الحاصل، غور کرنا چاہئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلافِ نصوصِ قطعیہ
بلا دلیل محض تیس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو ایمان کا کونسا حصہ ہے شیطان اور ملک الموت کو فیہ صحت
نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کے وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت
کیا جاتا ہے۔ براہین قاطعہ حصہ ۵۵

اور معرفتِ تامہ شرطِ اول ہے اور وہ تم میں نہیں لہذا آدم علیہ السلام ہی خلافت کے قابل ہیں۔
میں انہی کو زمین میں خلیفہ بناؤں گا اور تمہارے اندر نہ بالفعل یہ علوم ہیں اور نہ ہی اتنے علوم
کی استعداد ہے ورنہ تمہیں بھی سکھلا دیتا۔ اس لئے تم منصبِ خلافت کے اہل نہیں ہو۔

یہ وہ خصوصی منصبِ مرتبہ ہے جس کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام تمام ملائکہ
اور جنوں پر فوقیت لے گئے لیکن رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ مرتبہ علمی علی الوجہ الامم
حاصل ہے اولاً دلالتِ النص کے طور پر اسی آیت کریمہ سے آنحضرت شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ و
سلم کے لئے یہ علم کامل ثابت ہوتا ہے کیونکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بالاتفاق تمام مخلوق
سے افضل و اعلیٰ ہیں اور علی الخصوص انبیاء کرام علیہم السلام سے اور یہ بھی واضح ہے اور روز
رہن کی طرح عیاں ہے کہ اصل افضلیتِ فضیلتِ علمی ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام
کی فضیلت تمام فرشتوں اور جنوں پر علم کے لحاظ سے ثابت فرمائی اور بانی دیوبند مولانا محمد قاسم
نانوتوی تحذیر الناس میں اسی کی تصریح فرماتے ہیں "نبوت کمالاتِ علمی میں سے ہے علمی میں سے
نہیں" اور آگے چل کر لکھا ہے کہ انبیاء اپنی امت میں سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں
ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مسادی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ
بھی جاتے ہیں "تحذیر الناس ص ۱۰"

جب نبوت کمالاتِ علمی میں سے ہے اور انبیاء کی فضیلت امت پر صرف علم ہی
کیرتہ سے ہوتا ہے عمل سے نہیں تو لایحیالاً سید الرسل فخر انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی

سہ فائدہ کا جلیلہ: حضرت عزرائیل علیہ السلام اور شیطان رحیم علیہ العنت سے حضرت آدم علیہ السلام کا علم زائد ہے اور حضرت آدم
علیہ السلام کے علم سے افضل الرسل سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زائد ہے جیسا کہ براہینِ قاہرہ اور دلائلِ باہرہ سے ثابت کیا گیا ہے
لہذا نتیجہ ظاہر ہے کہ نبی الانبیاء علیہم السلام کا علم حضرت عزرائیل علیہ السلام اور شیطان لعین سے بدرجہا زیادہ ہے اور
جو شخص آنحضرت پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو عزرائیل اور شیطان کے علم کے برابر بھی سمجھ لے وہ جاہلِ ذمبی ہے یا گمراہِ دغری ہے۔
حجیب: عزرائیل علیہ السلام کے وسیع علم کے متعلق منقرع عرض کر دیا گیا ہے اور شیطان کے علم کے متعلق علامہ
شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیطان دن کو اولادِ آدم کے ساتھ رہتا ہے و اقدرة اللہ علی ذلک کما اقدر
ملک الموت علی نظیر ذلک۔ مشرق و مغرب شمال و جنوب میں تمام اولادِ آدم کو دوسو سو ڈالینے کی قدرت اسے
اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی جیسا کہ اس کی مثل طاقت و قدرت حضرت عزرائیل علیہ السلام کو عطا فرمائی۔ ان دونوں کی اس
دستِ علم سے اہل سنت حضرات نے استدلال پکڑا کہ جب اتنا علم وسیع ملک الموت اور شیطان لعین میں ترک

فضیلت بھی علمی فضیلت ہوگی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بطریق ادنیٰ تمام مخلوق اور علی الخصوص تمام انبیاء اور حضرت آدم علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہوگا۔

② اللہ تعالیٰ نے نبی الرحمة صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اولئک الذین ہدی اللہ فبہداهم اقتدا اور امام رازی نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا " انبیاء کرام کا گروہ ایسا گروہ ہے جس میں سے ہر ایک کو مخصوص خلقت اور خاص فضیلت سے ہم نے سرفراز فرمایا ہے لہذا آپ ان تمام کے متفرق اخلاق و اوصاف کو اپنے اندر جمع فرمائیں اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے تو اس کی خلاف ورزی آپ سے کیسے مفرد ہو سکتی ہے اور اس امر کی تکمیل میں تقصیر کیسے ممکن ہے؟ مثبت انہ حصلہا و متی کان الامر کذلک ثبت انہ اجتمع فیہ من خصال الخیر ما کان متفرقا فیہم یا سہم و متی کان کذلک وجب ان یقال انہ افضل منہم بکلیہ تہم۔

لہذا ثابت ہوا کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام خوبیوں کو حاصل کیا اور وہ تمام کمالات جو متفرق طور پر ان میں موجود تھے وہ تمام خصال خیر اجتماعی طور پر نبی الامت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہو گئے اور جب آپ کا ان تمام اوصاف کمال کو محیط ہونا ثابت ہو گیا تو یہ واجب

نہیں تو فضیلت علی اللہ علیہ وسلم میں کیونکر شرک ہوگا؟ تو اس پر مولوی غیبی اعداد و احوال جلا اور اس کا بیان شہادت نشان آپ نے دیکھ لیا۔ ہمارا استدلال کتنا واضح ہے۔ اور خود بانی کو یونہی عبارات اس پر شاہد صادق ہیں لیکن غیبی غری ناخلف نے کتنا غلط راستہ اختیار کیا اور رشید احمد گنگوہی نے اس ناپاک کتاب کی تائید و تصدیق کر کے گستاخی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و تائید کا ارتکاب کیا اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اور بائیں ہمہ دونوں حضرات نے بدترین بے انصافی کا مظاہرہ کیا ہے اور انتہائی بیخ علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ علم کلام میں شرک کی تعریف یہ ہے اثبات الالوہیۃ بمعنی وجود کمال معجوس اور بعض استحقاق العبادۃ کما للعبادۃ الاہنام (شرح عقائد) غیر خدا کے اندر الوہیت ثابت کرنا خواہ معنی ذاتی وجود اور استقلال ہو جیسا کہ مجوسی و ذاتیں مستقل بحسب وجود و التقرر تسلیم کرتے ہیں ایک خالق غیر جسے یزدان سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسرا خالق شر جسے اہرمن کہتے ہیں ان کے نزدیک الوہیت کا معنی ہے خود بخود وجود بخود ہونا اور اپنی تخلیق میں کسی کا محتاج نہ ہونا۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ بعض خالق خیر اور شرک پیدا کرنے والا اہرمن اور شیطان ہے۔ دوسرا معنی الوہیت کا استحقاق عبادت ہے یعنی کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کا حقدار سمجھنا جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کو عبادت کا حقدار سمجھتے تھے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت و طاقت سے علم محیط ارض کا حاصل ہونا شرک ہے یا نہیں؟ اگر شرک نہیں ہے تو نہ شیطان و ملک الموت میں اس کا ماننا شرک ہوگا اور نہ ہی محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں، یہ عجیب منطقی ہے کہ وہی علم شیطان و ملک الموت میں شرک نہیں اور رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں

ہو گیا کہ آپ کی افضلیت علی الاطلاق کا قول کیا جائے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر صفت کمال کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں تو لامحالہ علم آدم علیہ السلام بھی آپ کے اندر موجود ہے اور وہ تمام اسماء اور مسماوات جن کا علم انہیں دیا گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا فرمایا گیا۔

③ اللہ تعالیٰ نے علمت ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً فرمایا "جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو جلا دیا اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر بہت ہی عظیم فضل و احسان ہے" اور جب ان پر فضل و احسان تمام انبیاء کرام سے زیادہ ہے تو جو علم و معرفت اس فضل کا مقتضی ہے وہ بھی لامحالہ زیادہ ہوگا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم کو ذکر فرمایا تو الا سماء کلہا ساتھ ذکر فرمایا اور اس کا معنی ہے علامات اور دلائل یعنی کائنات جو کہ اپنے خالق پر دلیل اور علامت ہے اس کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا اور جب اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا ذکر فرمایا تو

ثابت کرنا تھا کہ صفت ایک ہے اور غیر خدا ہونے میں سب برابر ہیں لہذا یہ تفریق ظلم عظیم ہے اور شان رسالت میں کسی نیر فرمایا کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، مقام حیرت ہے کہ جو صفت نیر میں نسیم کرنا شرک ہو گیا قرآن یا حدیث سے وہ ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ شرک قبیح لذات ہے اور ہر قبیح لذات کا اطلاق اور جائز ہونا عقلاً نقلاً باطل ہے ان المشرك مظلم عظیم ہیشک شرک الیہ عظیم ظلم ہے: ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس سے کم درجہ کے گناہ جسکو چاہے گا بخش دیگا" اپنے آپ کو عالم بدل سمجھنے والے کا اتنا واضح بات سے بے خبر جو نابری تعجب انگیز بات ہے۔ نیز جب یہ وسعت علم شیطان اور ملک الموت میں نص سے ثابت ہوئی اور صنف ظنیت سے تو عقیدہ ظنی کا بھی ثابت کرنا جائز نہیں سمجھتے تو لامحالہ یہ وسعت قطعی نص سے ثابت ہوگی لہذا شیطان و ملک الموت میں اس وسیع علم کا انکار کفر ہوگا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکا اثبات کفر ہوگا ایک ہی صفت ایک جگہ غیر اللہ میں ماننا شرک کفر اور دوسری جگہ ماننا کفر و شرک ہے بریں عقل و دانش بیاید گریست۔ فرمایا کہ فرما عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم پر کونسی قطعی نص ہے یہ صرف تطبیق قرآن کریم اور احادیث نبوی میں بے شمار ہیں۔ کچھ ہم نے اوپر ذکر کی ہیں اور بہت سی علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں انکو ذکر کیا سو اس معنی کے تحت بیان کی جائیں گی لیکن اس محدث و مدرس کے جواب میں یہی کہنا کافی ہوگا کہ گرنہ بیند بروز شپروہ چشم و چشمک کتاب را چہ گناہ سبحان اللہ! کتاب اللہ اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف شیطان و ملک الموت کی وسعت علم پر قطعی دلائل ملے ہیں اور علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک دلیل بھی نہیں ملی اور ان کی وسعت علم کی قطعیت بھی حضرت آدم علیہ السلام نے واضح فرمادی۔ امید ہے کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی وسعت علم پر بھی کوئی قطعی دلیل نظر نہیں آئی ہوگی اور ان میں بھی علم محیط ازمن ماننا شرک ہوگا سے خود کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا فرد، جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے ۛ

ما لم تکن تعلم جو بھی آپ نہیں جانتے تھے، کا ذکر فرمایا جو کہ معرفت ذاتِ باری تعالیٰ اور صفاتِ جلال و جمال اور معرفت کائنات کو شامل ہے۔ امام شرف الدین بو صیری فرماتے ہیں:-

لك ذات العلوم من عالم الغيب منها لادم الاسماء

”اے حبیب آپ کو علوم و حکمت کا وہ منبع و سرچشمہ اور مبداء فیاض حاصل ہے جس نے آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم دی اور شبِ معراج وہ عالم الغیب ذاتِ جوہب سے نہاں رہی آپ پر آشکارا ہوئی اور آپ نے بے محابا نہ اس ذاتِ والاصفات کو بے کم و کیف ”ما زانغ البصر و ما طغی“ کی شان سے دیکھا اور رب العزت نے اپنے وصیت فیض وجود کو محبوب کے دو کندھوں کے درمیان رکھ کر ساری کائنات بھی

روشن فرمادی حضور نے فرمایا فتجلی لی کل شیئ و عرفت (مشکوٰۃ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اس حدیثِ پاک کے تحت

فرمایا ”بعبارت است از تمام علوم کلوی و جزوی و اعاطہ آل“ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس موقع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور اس حدیثِ پاک کا ترجمہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :-

سہ عرش پر ہے تری گزردلِ فرش پر ہے تری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شیئی نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

اور اسی لئے امام بو صیری اپنے قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں :-

فان من جودك الدنيا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

”دنیا و آخرت تمہارے جود و کرم کا ایک معمولی کرشمہ ہے اور لوح و قلم کا علم تمہارے

علوم و معارف کے بحرِ خار کا ایک قطرہ ہے“ کیونکہ قلم کو ماکان و ما یكون کا فیضان کیا گیا اور

لوح محفوظ پر انہی علوم کو نقش کیا گیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و ما یكون یعنی تمام کائنات

کا علم اور ذاتِ خداوندی کی معرفت اور صفاتِ جمالیہ و جلالیہ کی وہ معرفت حاصل ہے جو مخلوق میں

سے کسی کو حاصل نہ ہونی اور نہ ہو سکتی ہے لہذا آپ کا علم عام اور ادرک تمام کائنات آدم علیہ السلام

کے علم کو صرف شامل ہی نہیں بلکہ اس کی نسبت آپ کے علوم کی طرف وہی ہے جو کہ قرآن کو سمندر کی طرف ہے یا ایک سطر کی نسبت ایک عظیم ذر کی طرف۔

③ رسولِ مختتم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علمت علما الاولین و الاخرین مجھے ان تمام علوم کی تعلیم دی گئی جو اولین کو دئے گئے یا آخرین کو، متقدمین کو یا متاخرین کو، لہذا ان میں تمام انبیاء کرام اور قیامت تک پیدا ہونے والی ساری مخلوق کے علوم داخل ہو گئے، لامحالہ آدم علیہ السلام کے علوم بھی آپ کے اعطاء علم میں آگئے۔

قاسم نانوتوی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں شرح اس معنی کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے ہر خاص و عام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً اور میں اور علوم آخرین اور، لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہو جیسے علوم صحیح اور ہیں اور علوم بظرفِ ثمرہ بایں ہمہ قوت عاقلہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام کو سمجھئے۔

تخذیر الناس من کتابہ اور مک پر زیر آیت و اذا اخذ اللہ ميثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمتہ ثم جاءکم رسول مصدق لما حکم الایۃ ” اے حبیب علیہ السلام یاد کرو اس وقت کو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تصدیق فرمانے والے ہیں ہر اس شئی کی جو تمہارے ساتھ ہو“ فرماتے ہیں جو لفظ مصدق لہذا معکرو ہے تو اس سے بعد لحاظ اس بات کے کہ یہ خطاب تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ہے اور کلمہ ”ما“ اس جگہ ایسا عام ہے کہ تمام علوم اور کتب کو شامل۔ یہ بات اور بھی موجب ہو جاتی ہے کہ نبوت گہالات علمیہ میں سے ہے اور آپ جامع العلوم

ہیں اور انبیاء باقی جامع نہیں نوحی جو بات حدیث علمت علما الاولین و الاخرین سے ثابت ہوئی تھی مع شئی زائد آیت مذکورہ سے ثابت ہے۔ لہذا اس حدیث پاک اور آیت کریمہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کو اور علی الخصوص حضرت آدم علیہ السلام کے علوم کو محیط ہونا اظہر من الشمس اور امین من

الامس ہو گیا۔

⑤ نبی ای صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی الامت ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں اور انبیاء بھی آپ کی امت ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا آیت میثاق جس میں انبیاء کرام علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اقتدار و تبعاع کرنے کا عہد لیا گیا ہے اسے ظاہر ہے اور شب معراج بیت المقدس میں عملی طور پر انبیاء کرام نے اس کا عملی ثبوت بھی پیش فرمادیا اور مولانا محمد قاسم صاحب کے مضامین کے مطابق نبی کو امت سے امتیاز کمالِ علمی میں ہی ہوتا ہے تو لامحالہ نبی آخر الزمان فخر نبی آدم دوم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے بھی علم میں بہت امتیازی مقام کے مالک ہیں اور افضل حالت میں۔

⑥ نبوت کمالاتِ علیہ میں سے ہے اور تمام رسولوں اور نبیوں کی نبوتیں رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اور آپ کے فضیل میں بندایا یہ علوم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضیل میں بکدر و بکسوف اور نور مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم ارجح میں تمام ارجح انبیاء کی تربیت فرمائی اور انہیں علم و ارث و کافضان کیا جیسا کہ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے کنت بیا و ادم من الروح و الجسد کے تحت تحریر فرمایا لہذا وہ سارے علم اس رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں۔ امام بو صیری فرماتے ہیں :-

وکلہم من رسول اللہ ملقمس

عرقا من الجوارہ شفا من الدبہ

تمام رسول عظام و انبیاء کرام رسول خدا علیہ التیمۃ و الثناء سے جو کرم کے ایک

چلو اور عطا و بخشش کی موملادھار بارش کے جذبہ چھینٹے طلب کر نیوالے ہیں !

حضرت آدم علیہ السلام کو سجود طائفہ ہونے کا شرف حاصل ہوا اور تمام طائفہ کے نزدیک

معظم و مکرم ہونے کا بہترین نصیب ہوا اور جس نے تعظیہ سے انکار کیا، بجز و مفرد کا ارتکاب کیا اور اپنی

برائی کا دعویٰ کیا اسے قیامت تک لعنت کا حقدار بنا دیا۔

ہمارے آقا و مومن صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مرتبہ بھی علی العباد لایم حاصل ہے کیونکہ ان کی تعظیہ

بحریم صرف ایک وقت میں ہوئی اور صرف طائفہ تک محدود رہی یا ایک روایت کے مطابق سوانے

ابلیس کے تمام جنوں نے بھی اس میں شمولیت کی لیکن نہ خود ذاتِ خداوندی اس تعظیم و تجمیل میں شامل اور نہ ہی تمام ایماندار اور نہ اس تعظیم میں دوام و استمرار۔ لیکن محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والشانہ کی توقیر و تکریم میں سب ایمان والے، تمام ملائکہ اور خود رب العالمین شریک ہیں اور وہ عزت و اکرام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم علیہ السلام پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اسے ایمان والوں تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو؛

فرشتے اپنے اپنے مقامات پر ہر وقت محبوب کی ثنا میں رطب اللسان میں اور آپ کے وصال شریف کے بعد ستر ہزار فرشتے صبح گنبدِ خضریٰ پر حاضر ہو کر شام تک درود و سلام کے تحائف و ہدایا پیش کرتے ہیں اور ستر ہزار شام کو حاضر ہوتے ہیں جو صبح تک عقیدت و محبت کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور جو ایک بار آپ کے قیامت تک دو بارہ ان کی باری نہیں آئے گی۔

نیز ایمان والوں میں صرف جن اور انسان ہی داخل نہیں بلکہ تمام حیوانات، نباتات، جہادات اور افلاک و اجرام سماویہ کا بھی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے قرآن کریم نے ان تمام اشیاء کا باری تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول ہونا بیان فرمایا و ان من شیء الا یسبح بحمده۔ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر ایک شیء کے اعترافِ رسالت اور اقرارِ نبوت کو بیان فرمایا ما من شیء الا وقد یصلیٰ فی رسول اللہ "کوئی بھی ایسی شیء نہیں جسے یہ یقین نہ ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں" لہذا تمام مخلوق پر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور تعظیم و تکریم لازم ہے، اسی لئے پتھروں نے سلام کیا، درختوں نے سجدہ کیا، جانوروں کے قدموں میں گرے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا :

جمع کر دینے والے عالمِ علوی و سفلی ہمدرد بر شامہ و دغلثے سے صلی اللہ علیہ وسلم و اعدان

کر دینے والے درادینِ آخرین و نشر کر دینا قب اور در آفاق شرقاً و غرباً و برآ و بحرآ

و در آسمانہا و عرش و کرسی الٰہی

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں سے

عرش پہ تازہ چھپر چھاڑ نرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان بدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

بلکہ اگر مخلوق میں سے کوئی بھی نہ ہو تو بھی نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ رب العزت بھی اپنے رسولِ محترم کا ثنا خواں ہے اور وہ فنا و زوال سے پاک ہے اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ثنا خواں ختم ہو سکتے ہیں اور حمد و ثنا ختم ہو سکتی ہے لیکن اس کے محبوب کی حمد و ثنا ختم نہیں ہو سکتی تو مبالغہ نہ ہو گا بلکہ حقیقت ہی ہو گی۔ سبحان من عظمہ و کرمہ و شرفہ۔

لہذا جو خصوصی کمال حضرت آدم علیہ السلام کو عنایت فرمایا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے اتم و اکمل اور اتم و اشمل نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے بے پایاں علوم، تعظیم و سجد و ملائکہ، جنت میں قیام، خلافتِ ارضی کا منصب جلیل الشان بلکہ انہی تخلیقِ محض محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے۔ ربِّ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا لولا محمد لما خلقناک "اگر محمد کریم نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا ہی نہ کرتا، بلکہ کائنات میں سے کوئی شئی بھی خلعتِ وجود سے نہ نوازی جاتی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے
تخیم کرم میں ساری کرامتِ ترکی ہے

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کو یہ اعزاز بخشا کہ ہلاکتِ خیز طوفان اور اس کی مہیب موجوں میں سارے دشمنانِ دین تباہ و برباد ہو گئے اور طوفان کے لاجور و دیانی نے بلندی و سستی اور نشیب و فراز کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سلامت رہی اور امن و امان کے ساتھ جودی پہاڑ پر اتر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی عجیب معجزہ عطا فرمایا۔

امام رازی نے فرمایا کہ عکرم بن ابی جہل فتح مکہ کی وقت مکہ شریف سے بھاگ گیا اور بک جھیل کے کنارے بھاگا تھا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم شریف لے گئے اور فرمایا اسے عکرم بن

کب تک حق سے بھاگتے رہو گے اور میری رسالت کا انکار کرتے رہو گے؟ اس نے عرض کی اگر تم سچے رسول ہو تو دوسری طرف جو چنان موجود ہے اس سے ایک بہت بڑا پتھر الگ ہو کر پانی پر تیرا ہوا آئے اور تمہارا رسول ہونے کی شہادت دیدے تو میں بھی تمہاری نبوت و رسالت کو تسلیم کر لوں گا۔

آنحضرت کی نگاہ اس چنان کی طرف اٹھی اور فوراً ایک بہت بڑا پتھر اس سے الگ ہوا اور پانی پر تیرا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھنے لگا۔ گویا صرف ایک نگاہ نے اپنے مقام سے الگ ہونے اور پانی پر چلنے کی قدرت عطا فرمادی، سمت و جہت بھی سمجھادی اور قوت گویائی بھی عطا کر دی۔ حضور نے فرمایا "یکفیکم هذا" اسے عکرمہ اتنا کافی ہے؟ "تو اس نے عرض کی حتیٰ یرجع الی مکانہ" اب یہ واپس اپنی جگہ پر پہنچ جائے تو پھر میں ایمان لاؤں گا، چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپسی کا ارشاد فرمایا تو وہ واپس اپنی جگہ پر جا کر نصب ہو گیا اور عکرمہ دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

کشتیاں آج بھی سمندروں اور دریاؤں پر تیر رہی ہیں اور جنگھار تہی موجوں کے سینہ کو چیر کر منزل مقصود تک پہنچ رہی ہیں لیکن یہ صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی مقام ہے کہ پتھروں کو کشتی کی طرح پانی پر تیرا دیا۔ پتھر میں تیرنے اور خاص جہت کی طرف چلنے کی قوت پیدا فرمائی اور پانی میں اسے اٹھانے اور تیرانے کی ہمت پیدا فرمائی نیز حضرت نوح علیہ السلام کی نجات اور کشتی کی سلامتی بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کے طفیل تھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں کہ

بل نطفة ترکیب السفین وقد

الجم نسرا و اهلہ الغرق

آپ اس وقت اپنے نوری عنصر کے ساتھ اس کشتی میں سوار تھے جبکہ نسر بت اور اس کے عبادت گزار پانی میں غرق ہو رہے تھے " لہذا یہ کمال بھی نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک اور کشتی پر حضرت نوح علیہ السلام کی پشت کے اندر جلوہ فرما ہونے کی بدولت ظہور پذیر ہوا۔

اگر تاہم محمد را نیاورد سے شفیح آدم

نہ آدم یافتہ توبہ نہ نوح از غرق نجینا

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کو شرفِ اجابت بخشا اور تمام کفار کو غرق کر دیا لیکن محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منصب اس سے بہت زیادہ عظیم ہے جب میدانِ حشر میں تمام اہم محضو ہوگی اور حساب و کتاب شروع نہیں ہوگا اور نماز و آفتاب کی وجہ سے ہر ایک اپنے پسینہ میں غرق ہوگا اور انبیاءِ کرام علیہم السلام شفاعت سے معذوری ظاہر کریں گے تو صرف انہی کی جہنمِ لب سے سب کی نجات ہوگی اور حساب و کتاب شروع ہوگا اور ہر ایک اپنی منزل تک واصل ہوگا بلکہ کفار اپنے منہ سے ہلاکت طلب کرتے ہیں اور پہلی امتوں پر نازل ہونے والے عذابوں جیسا عذاب مانگتے ہیں اللہ ان کا نواہیٰ من عندک فامطر علینا حجارة من السماء۔ اگر یہ نبی اور قرآن حق میں تو ہم پر انکار اور نافرمانی کی وجہ سے پتھروں کی بارش کر دے اور ہلاک کر دے لیکن اللہ رب العزت نے فرمایا ما کان اللہ ليعذبہم و انت فیہم۔ اگرچہ یہ لوگ ایسے ہی عذاب کے مستحق ہیں لیکن تمہارے ہوتے ہوئے انہیں عذاب کیسے دوں؟

۳۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو یہ اعزاز بخشا کہ دیکھتی آگ میں پھینکے گئے جسکی تپش و حرارت کی وجہ سے کوئی جاندار قریب نہیں جاسکتا تھا اور ناس کے اوپر نفاہین بر کوئی پرندہ پر مار سکتا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کے پیارے خلیل کو اس آگ میں مغمسین کے ذریعہ پھینکا گیا تو وہ نظر آ رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ناس کو فی برد او سلاماً علی ابراہیم۔ جب خلیل نے طبعی مقصدی کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر دیا اور جان کی فکر یکسر ختم کر دی اور اپنی طبیعت کو رضاِ الہی کے مطابق ڈھال لیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کی خاصیت و حقیقت کو بدل دیا اور تپش و حرارت کو پرسکون ٹھنڈک میں تبدیل کر دیا لیکن امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نرالا ہے جس چیز کو ہاتھ لگا دیا اسے بھی آگ جلا نہیں سکتی۔

مدارج النبوت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ روایت درج فرمائی ہے کہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں نبی الرحمة شفیع الامتہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کمال شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے خود بھی دو تین روٹیاں لگائیں لیکن جو سیدہ نساء العالمین، لختِ جگرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لگائی تھیں وہ نوپک کر تیار ہوئیں لیکن جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی تھیں وہ اسی طرح کچی رہیں اور تنور کی آتش انہیں جلا نہ سکی

بلکہ ان کی رطوبت کو خشک بھی نہ کر سکی۔

امام نسائی نے محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بچپن میں مجھ پر ابلتی ہوئی ٹیگ لٹ گئی اور میرے بدن کا تمام چمڑا جل گیا۔ میری ماں مجھے اٹھا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں۔ ہذا ابن حاطب کما ترخ "یہ حاطب کا بیٹا ہے اور اس کی حالت آپ کے سامنے ہے" آپ نے اپنا لعاب دہن میرے بدن پر لگایا اور جلے ہوئی جگہ پر دستِ رحمت پھیرا اور فرمایا:

اذهب البأس رب الناس "اے سب انسانوں کے رب اس تکلیف کو دور فرما" تو میں ایسا ہو گیا گویا مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی۔

نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج کوہِ ناز سے گزرتے اور اس نے ذرہ بھر تکلیف نہ پہنچائی اور نہ اس چیز کو جلا یا جسے آپ نے چھو لیا بلکہ گلے سڑے بھی آپ کے لعاب مبارک لگنے سے اور دستِ رحمت پھرنے سے بالکل صحیح ہو گئے اور جلن کے سبب اثرات فی الفور کا فور ہو گئے۔

نیز یہ تو دنیا کی آگ ہے جو آخرت کی آگ کے مقابلہ میں انتہائی نرم ہے جس نے بظہر ایمان آپ کا دیدار کر لیا یا آپ کے کسی صحابی کا دیدار کر لیا دوزخ کی آگ اسے بھی مس نہیں کر سکیگی اور اس کے قریب بھی نہیں آسکے گی۔ فرمایا لا تمس النار النارانی اور ما ی من سرائی بلکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو یہ خصوصیت حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حاصل ہوئی کیونکہ اس وقت آپ کا نور پاک حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پشت مبارک میں جلوہ گر تھا لہذا وہ نار آپ پر گلزار بن گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسی حقیقت کو اپنے قصیدے میں بیان فرمایا ہے

وردت نار الخلیل مکتوماً

فی صلب انت کیف محترق

"اے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ پوشیدہ طور پر حضرت خلیلِ دالی آگ میں تشریف

لے گئے جب ان کی پیٹھ میں آپ جلوہ فرما تھے تو وہ کیسے جل سکتے تھے؟

شفا شریف میں ہے

یا بردنار الخلیل و یاسجبا

لِعَصْمَةِ النَّارِ وَهِيَ تَحْتَرِقُ


” اسے ٹھنڈک حضرت خلیل علیہ السلام کی آگ کے اور اسے سبب ان کے

آگ سے محفوظ رہنے کے جب کہ وہ بھڑک رہی تھی“

۲- حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر باہر نکالتے تو وہ سورج کی طرح

چمکنے لگتا اور کسی آنکھ میں ان کے دیکھنے کی طاقت نہ رہتی لیکن پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کو اللہ

تعالیٰ نے وہ نورانی کتاب عطا فرمائی جس کا نور مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور قیامت تک

رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اسے سٹا نہیں سکتی اور نہ  ہے میری دون لیطفوا

نور اللہ بافوا ہمد و اللہ متم نوره ولو نساہوا لفسدون

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سر سے لیکر اترتی تک نور تھی یا اگر حجاب

بشری میں وہ نور پاک مجرب دستور نہ ہوتا تو کوئی آنکھ اسے دیکھنے کی تاب نہ لاسکتی شیخ المحققین

مدارج النبوة میں فرماتے ہیں :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از فرق تا قدم سبہ نور بود کہ دیدہ خبرت در جمال با کمال کے

خیرے شد مثل ماہ و آفتاب تاباں و روشن بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بود ہے

ہیچکس راجح نظر و ادراک حسن دے ممکن نہ بودے د ہمیشہ جو ہر دے نوری بود کہ

انتقال کرود در اصلا بآباد و ارحام امہات از زمین آدم علیہ السلام تا انتقال بصلب

عبداللہ و رحم آمنہ سلام اللہ علیہما جمعین۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک

مقرب ولا نبی مرسل اور ایک روایت میں ہے لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ

غیر ساجی ”میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مخصوص وقت ہوتا ہے جس میں مجھے دیکھنے کی طاقت

نہ کسی مقرب فرشتہ میں ہوتی ہے اور نہ ہی نبی در رسول میں اور دوسری روایت کے لحاظ سے معنی

یہ ہوگا کہ مجھے دیکھنے کی طاقت سوائے میرے رب کے اور کسی میں نہیں ہوتی۔

حضرت عبدالکریم الجلی غوث زماں اس کے تحت فرماتے ہیں :-

فكل مقام اعلى يكون ظهوره فيه اكمل وانتم من المقام
الانزال ولكل ظهور جلالته وهيبته بقدر المحل حتى يتناهى
المحل لا يستطيع ان يراة احد من الانبياء والاولياء.

اور اسی عبارت کا ترجمہ قائم المحدثین شیخ عبدالحق صاحب نے تکمیل درج میں درج فرمایا ہے جبکہ
حاصل یہ ہے کہ ہر مقام میں محبوب کریم علیہ السلام کا ظہور اور جلوہ مختلف ہے اور ہر محل کے مناسبت
بہت و جلالت نمایاں ہوتی ہے جتنے کہ اس مقام اعلیٰ و ارفع اور حضرت قدس میں وہ جلالت
اس حد تک پہنچتی ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام میں سے کوئی بھی آپ کے دیکھنے کی طاقت
نہیں رکھتا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اس محبوب کے حسن حقیقی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ربا جمال پر تیرے حجاب بشریت

نہ جانا کسی نے تجھے بجز ستار

سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے

تو شمس نور ہے اور شہر نط اولوالابصار

(نوسٹے) محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کمال کی قدر سے تفصیل الکوثر
کے تیرھویں معنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولے علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک دریا میں پھینکا تو اس میں بارہ خشک
راستے پیدا ہو گئے اور بنی اسرائیل کے بارہ گروہ ان میں سے خشک پاؤں گزر گئے۔ حضرت
مولے علیہ السلام کا یہ معجزہ زمین اور عالم سفلی سے تعلق رکھتا ہے لیکن محبوب کریم علیہ السلام
نے عالم بالا میں اپنا نصرت اور شان العجازی ظاہر فرمایا اور چاند جیسے عظیم کرہ کو انگلی کے
اشارہ سے دو ٹکڑے کر دیا۔ کلیم اللہ نے پانی کو چیرا اور حبیب اللہ نے ٹھوس جسم کو چیرا،
کلیم اللہ نے اپنا عصا پانی پر مارا لیکن حبیب اللہ نے یہیں سے اشارہ فرما کر اپنی انگلی مبارک
سے پیدا ہونے والی دہی کیرے سے چپ اند کا کلیجہ شق کر دیا۔

نکتہ رسول معظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کی تاثیر حسب اتنی ہے تو اس
انگلی کی تاب و توان کیا ہوگی اور پھر اس دست اقدس کی ہمت و طاقت کیا ہوگی جسے رب العزت

اپنا ہاتھ فرماتا ہے اور اپنے دستِ قدرت کا منظر قرار دیتا ہے فرمایا ان الذین
 یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم اور فرمایا ۱۰
 رسمیت اذ رسمیت ولكن اللہ سامعی پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی قوت و قدرت کتنی ہوگی حضرت حسان نعت خوان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد
 فرماتے ہیں ۱۱

لہم لا منتہی لکبارہا
 وھمتہ الصغری اجل من اللہ

”میرے محبوب کی بے شمار ہمتیں اور قوتیں ہیں جن میں سے بڑی بڑی ہمتوں
 کی تو انتہا ہی نہیں اور آپ کی قدرت و قوت کا ادنیٰ کرشمہ پورے زمانہ
 پر حاوی و غالب ہے اور اسے زیر و زبر کر سکتا ہے“

فاصل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ۱۲

سورج اٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی ! صل اللہ علیہ وسلم

نیز شب معراج اس دریا کو عبور فرمایا جو زمین و آسمان کے درمیان ہے جس کا نام مکون
 ہے اور دنیا کے تمام دریاؤں اور سمندروں کی اس کے ساتھ وہ نسبت ہے جو کہ قطرہ
 کو بحرِ محیط کے ساتھ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہتے دریا کو اپنے عصا مبارک سے خشک
 فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ
 عنہ نے خشک دریائے نیل کو اپنے رقعہ سے جاری فرما دیا اور حضرت علاء حضرت رضی
 اللہ عنہ نے ٹھاٹھیں مارتے دریا اور طوفانی موجوں پر سے اپنے سارے لشکر کو خشک
 پاؤں گزار دیا اور پانی ان کے لکڑی کے پیالہ کو بھی ضائع نہ کر سکا۔

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ۱۵ اپنے
 عصا کو جادو گردوں کے سامنے میدان میں پھینکتے ہیں تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا اور ساحر

کی تمام رسیوں کو ننگل گیا اور موسیٰ علیہ السلام اپنے دشمنوں پر غالب آگئے۔

امام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی اعلیٰ کماں سے نوازا۔ آپ کامل التفات اور حضور قلب سے بارگاہ خداوندی میں مہر و ف عبادت تھے ابو جہل لعین نے ارادہ کیا کہ قریب جا کر ایک پتھر ماروں اور انہیں شہید کرووں۔ جب قریب ہوا تو آپ کے کندھوں پر دو اڑدھادیکھے اور ڈر کر بھاگ نکلا اور اپنی خباثت کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا مبارک کو اس قصد اور ارادہ سے پھینکتے تھے کہ وہ اڑدھابن جائے اور یہاں نہ عصا موجود ہے اور نہ اسے سانپ بنانے کا قصد بلکہ بلا ارادہ اور قصد سانپ ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن غائب و خامر ہو کر بھاگ رہے ہیں۔

اللہ مالک الملک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں جان پیدا فرمائی اور اس کی حقیقت و ماہیت میں انقلاب پیدا کر دیا تو خیر خلق صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے ساتھ لگنے والے ستون میں بھی جان پیدا فرمائی اور اسے عقل و شعور بھی عطا فرمایا۔ جب شہنشاہ کون د مکان علیہ السلام نے منبر شریف کو اپنا مسند بنایا تو وہ ہجرت و فراق کی وجہ سے چیختے لگا اور قریب تھا کہ فرط غم میں بھٹ جاتا۔ اس کی بھڑائی کو دیکھ کر آپ منبر سے اترے اور اسے اپنی بغل میں لیا تب اسے سکون نصیب ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں ان کے قصد و ارادہ کی وجہ سے زندگی پیدا ہوئی اور یہاں بلا قصد و ارادہ محض جسم اقدس کے اتفاقاً لگ جانے سے حیات و ادراک اور حس و شعور نصیب ہو گیا۔ کیوں نہ ہو حضرت جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑی پر سوار تھے اس کے قدموں سے بگنے والی مٹی کو سامری نے موسیٰ کے بچھڑے کے منہ میں رکھا تو اس میں جان آگئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے جسم پاک کے ساتھ مس ہونے سے اس میں کیوں زندگی پیدا نہ ہوئی سے

اسے ہزاراں جبرائیل اندر بشر

بہر حق سوئے غریباں یک نظر!

رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے عصا کی حقیقت کو بدلا، اسے جامد سے جاندار بنایا تو اپنے حبیبِ کریم کو بھی قلبِ ماہیت کا معجزہ عطا فرمایا۔ میدانِ بدر میں آپ نے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی جو ان کے ہاتھ میں فولادی تلوار بن گئی اور وہ جب تک زندہ رہے اسی تلوار سے دشمنانِ اسلام کو تیر تیغ کرتے رہے۔

موسیٰ بن عمران علیہ السلام اپنے عصا کو پتھر پر مار کر بارہ چشمے جاری فرماتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب ابوطالب نے ایک سفر میں پیاس کی شکایت کی تو آپ نے اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو وہاں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا اور آپ نے فرمایا اشرب یا عمار، اسے چھاپیے۔“

غزوہ تبوک کے موقع پر جب پانی ختم ہو گیا اور بہتر ہزار صحابی اور ان کی سواریاں پیاس سے تڑپنے لگیں تو آپ نے پانی کے ایک پیالہ میں اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا اور سب کو بلایا کہ آؤ خوب پیئے جاؤ، مشکیزے بھرتے جاؤ اور اپنی سواریوں کو پلاٹھاؤ غرضیکہ سارا لشکر میراب ہو گیا اور آپ کی انگلیوں میں سے پانی کے چشمے اسی طرح ابل رہے تھے۔

پتھروں سے پانی نکالنا بھی بڑا کمال ہے لیکن گوشت، پوست، ہڈیوں اور خون میں سے پانی جاری کرنا صرف تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حصہ ہے۔ محدثِ بریلوی نے فرمایا: ”بچہ مہر عرب ہے جس سے دریا بہ گئے۔ چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی تم نہیں۔“

انگلیاں میں فیض پر ٹوٹنے پیاس سے جھوم کر

ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ وا

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام پر بادل سایہ کرتے تھے اور حضرت حبیب علیہ السلام پر بھی بادل سایہ کرتے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سایہ کرنا بعد از نبوت ثابت ہے اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی میں اس شرف سے مشرف تھے۔ جب آپ کی رضاعی بہن آپ کو باہر جا کر سیر کراتی رہی تو حضرت علیمہ نے اسے ڈانٹا کہ تو انہیں، صوب میں کہوں لئے پھرتی رہی، تو اس نے کہا کہ جب سے ہم باہر گئے ہیں بادل نے میرے بھائی کے سر پر سایہ کئے رکھا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے دریا بہ گئے، چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی تم نہیں۔

اس سے عجیب بات یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ شام اختیار فرمایا اور بخیر رامہب کی عبادت گاہ کے قریب قافلہ والے پہنچ کر سایہ کے نیچے بیٹھ گئے اور فجرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی جگہ نہ چھوڑی تو سایہ آپ کی جانب جھک گیا۔ جب رامہب نے یہ دیکھا کہ بادل درخت کے اوپر کھڑا ہے اور سایہ بھی ان کی طرف جھک گیا اور پھر گیا ہے تو اسے یقین ہو گیا کہ پیغمبرِ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہیں اور ابوطالب کو مشورہ دیا کہ آپ انہیں واپس بھیج دیں کیونکہ تورات میں پیغمبرِ آخر الزمان علیہ السلام کی جو علامات مرقوم ہیں وہ سب ان میں موجود ہیں لہذا یہود ان کو پہچان لیں گے اور ہر ممکن ایذا اور تکلیف پہنچانے سے دریغ نہیں کریں گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم وغیرہ بروایت ابو موسیٰ اشعری)

بلکہ مولے تعالے نے بادلوں کو ان کے لئے اس طرح مسخر فرمایا کہ جب چاہیں بارش برسانے لگتے تھے اور جب اشارہ ہوتا چھٹ جاتے اور مطلع صاف ہو جاتا۔ مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ آپ جمعہ کے دن منبر شریف پر جلوہ گر تھے۔ ایک امرا بی اٹھا عرض کیا جامعۃ الحیالہ وھلکت الاموال "بال بچے بھوکے مر رہے ہیں اور مال مولیٰ ہلاک ہو رہے ہیں" آپ نے بارش کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اس وقت آسمان پر ایک ٹکڑا بھی بادل کا موجود نہ تھا لیکن ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی کہ گھٹنا چھا گئی اور ہاتھ ابھی واپس ہی آئے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور مسجدِ نبوی کی چھت ٹپکنے لگی۔ اور اگلے جمعہ تک وہ بارش نہ رکی حتیٰ کہ اس امرا بی نے کسی اور نے عرض کی کہ اب تو مکان گرنے لگے اور راستے بند ہو گئے ہیں۔ تب آپ نے ہاتھ مبارک اٹھا کر ایک دائرہ کی شکل میں انگلی مبارک کو گھماتے ہوئے فرمایا اللھم حوالینا و لاعلینا "اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش برستی رہے لیکن ہم پر نہ برسے۔ تو جہاں تک انگلی مبارک نے دائرہ بنایا تھا بادل ہٹ گیا اور آسمان مدینہ طیبہ پر چھتری کی مانند معلوم ہونے لگا اور اس پاس بادل موجود رہے اور بارش برستی رہی، حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہ العزیز نے فرمایا

جن کو سوئے آسماں پھیل کے چل تفل بھر دیتے

صدقہ ان ہاتھوں کا پیار ہم کو بھی درکار ہے

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا اور طور پر انہیں اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب بنایا اور کلیم بھی بنایا۔ موسیٰ علیہ السلام سے کلام کوہ طور پر ہوئی اور آپ سے کلام کے لئے عرشِ اعظم کو منتخب فرمایا بلکہ موسیٰ علیہ السلام خود چل کر اس شوق میں طور پر حاضر ہوئے اور محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تقاضوں سے بلا کر کلیم ہونے کا اعزاز بخشا ہے

طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں

اپنا جانا اور ہے ، ان کا بلانا اور ہے

نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام فقط کلام سے مشرف ہوئے اور محبوب پاک کلام اور دیدار دونوں سے فیض یاب ہوئے۔ انہوں نے دیدار کی تمنائی تو جواب دیا گیا لیکن ترانی اور حبیب علیہ السلام شب معراج چھٹکے اور رکتے ہیں تو حکم ہوتا ہے ادن یا الحمد ادن یا خیر البریۃ اور حریمِ قدس میں بلا کر مشاہدہ ذات سے سرفراز فرمایا جاتا ہے

تبارک اللہ ہے شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہیں یہ وہ جوشِ لہنِ ترانی کہیں تقلضے وصال کے تھے

۵۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ مرتبہ بخشا کہ پہنچا ان کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھتے تھے اور یہ مرتبہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے۔ آپ نے کنکریاں اپنے ہاتھ میں پکڑیں تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں بلکہ جب آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیں تو وہاں بھی تسبیح پڑھتی رہیں جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں منقول ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوسہ کو موم کی طرح نرم فرمایا گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والنالہ الحدید وہ جس طرف اسے موڑتے مڑ جاتا تھا اور آپ اس سے زرہیں وغیرہ تیار فرماتے تھے لیکن محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے پتھر کو موم

بتایا جب آپ کا پاؤں مبارک اس پر پڑتا تو قدمِ اقدس کے نشان اس میں گڑ جاتے حالانکہ
ریٹلی اور نرم زمین پر آپ کے نقش قدم نمایاں نہیں ہوتے تھے امام بوہیری رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا ہے

اوبلثم التراب من قدم لاک

نت حیا من مشیہا الصفا واد

”اللہ کریم ان مبارک قدموں کی خاک کو بوسہ دینے کی سرفرازی بخشے گا جن کے

حیا کی وجہ سے چلتے وقت سخت پتھر موم کی طرح نرم ہو جاتے تھے“

حافظ ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ آفتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم جب

دورانِ ہجرت غار کے اندر تشریف لے گئے اور کفار غار کے اوپر آگئے تو آپ نے

اپنا سر مبارک پتھر کی طرف جھکا دیا تاکہ کفار کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں تو پتھر نرم ہو گیا

اور سر مبارک اندر چلا گیا اور ہاتھ مبارک کا بھی پتھر پر نشان پڑ گیا۔ لوہا تپش و حرارت

سے نرم ہو جاتا ہے اور اسے موڑا بھی جاسکتا ہے لیکن پتھر کو موم کر کے اپنی مرضی کے

مطابق ڈھالنا صرف نبی امی ہی کی شان ہے۔ شبِ اسریٰ میں صخرۃ بیت المقدس خمیر

کی طرح نرم ہو گیا اور آپ نے اپنا براق اس سے باندھ دیا۔

سفرِ مدینہ کے دوران جب پیاس محسوس ہوئی تو حضرت ام مہدیہ رضی اللہ عنہا

کے خمیر میں تشریف لے گئے لیکن وہاں نہ کچھ کھانے کو مل سکا اور نہ پینے کو۔ صرف ایک

انتہائی لاغر اور نحیف و نزار بکری وہاں کھڑی تھی جس کی ہڈیوں میں مغز بھی باقی نہ تھا۔ پستان

اور چپڑا خشک ہو چکا تھا اور چلنے پھرنے سے معذور تھی۔ اس میں سے دودھ نکلنے کا

امکان ہی نہ تھا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام مہدیہ سے اس کا دودھ دوہنے کی اجازت

طلب کی۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگی کہ اس میں دودھ کہاں؟ لیکن اسے اس وقت تک خبر نہ

تھی کہ یہ وہ ذات ہے جو اپنے دستِ رحمت سے پانی کے چٹھے جاری فرما سکتے ہیں۔

جب آپ نے اس بکری کے مخنوں کو ہاتھ لگایا تو اس میں تازگی پیدا ہو گئی،

مخن دودھ سے بھر گئے۔ آپ نے بھی پیا، اپنے یار غار رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا اور ام مہدیہ کے

قیض میں برتن تھے وہ سارے دودھ سے بھر دئے اور ادھر اہل مکہ غیب سے یہ آواز سن رہے تھے

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ
رفیقین حلّاً خیمتہ ام معبدہ !!!
ہما نزل بالبر شہ تر و حاً
فقد ناز من امسی رفیق محمد

تمام انسانوں کا رب اپنی بہتر جزا عطا فرمائے ان دو ساتھیوں کو جو کہ ام معبد کے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے، وہ دونوں نیکی اور بھلائی کے ساتھ نازل ہوئے اور پھر تشریف لے گئے پس تحقیق کامیاب ہو گیا وہ شخص جسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو گئی!

حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پرندے جمع ہو کر پھرتے رہتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہر جنس کے جانور اور انسان جن ان کے لشکر میں بنے ہوئے تھے لیکن امام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں ملا اعلیٰ ہیں اور ملائکہ میدان بدر میں پانچواں فرشتے کے ساتھ ہیں یہ حد ذکر بکسر بحسبہ الالف من الملائکہ، اور جنگ حنین میں بھی فرشتے مصروف پیکار رہے اور جب بنو قریظہ کو ان کی منافقانہ سرگرمیوں کی بنا پر ذلیل و رسوا کیا گیا تو اس وقت بھی حضرت جبرائیل مسلح ہو کر آپ کے ساتھ رہے نرضیکہ آپ کا لشکر ملائکہ میں جو کہ ہر شکر سے افضل

نیز جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت تہر و جہر کی بنا پر قبول کی لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی دل و جان سے قبول کی حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے محض ان کی ہیبت و جلال اور سطوت و سلطنت کے آگے مغلوب و متہو ہوئے تھے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور امتی بن گئے انا سمعنا قرآنا عجیباً بھدی الی الرشید فامنا بہ۔ نیز جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دشمنانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیغ کر دیا اور ان کے منحوس وجود کو برداشت نہ کیا اسی طرح مسلمان جنوں نے کافر و گستاخ

اوبے ادب جنوں کو ٹھکانے لگایا۔

ابن تیمیہ نے العاصم بسلول میں کہا قد ذکر و ان الحن الذین امنوا
 بہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت تقصد من سببہ من الحن الکفار
 فتقتلہ قبل الهجرة وقبل الاذن فی القتال لہ وللاس اور محمد بن المنکدر
 کی روایت کو بطور استدلال ذکر کیا وہ فرماتے ہیں کہ ایک جن نے جبل ابی قیس پر کھڑے ہو کر
 چند شعر کہے اور کفار کو بتوں کی حمایت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر جوش
 دلایا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ مسعر نامی جن تھا جو کفار کو برا بیگنہ کر رہا تھا۔ عنقریب
 اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے گا چنانچہ تیسرے دن اسی پہاڑ پر سے یہ اشعار سنائی
 دیئے۔

نحن قتلنا فی ثلاث مسعراً
 اذ سفد الحق ومن المنکر
 قبعتہ سیفا حساماً ابتر
 بشقہ نبینا المطہراً

ہم نے تین دن کے اندر مسعر کو قتل کر دیا جب کہ اس نے حق سے اعراض کیا
 اور اسے پسند کرتے ہوئے برائی کو رائج کیا۔ میں نے اس میں دھنسا یا ہے ایسی تلوار کو
 جو بہت تیز اور کاٹنے والی ہے بسبب اس کے گالی دینے اور گستاخی کرنے ہمارے
 نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا عفریت
 من الحن امن اسمہ مسجع سمیتہ عبد اللہ اخبرنی انہ فی طلبہ
 منذ ثلاثة ايام فقال علی جزاء اللہ خیرا یا رسول اللہ۔

» آنحضرت نے فرمایا کہ آواز دینے والا ایک زور آور سخت سرکش جن ہے جو
 مجھ پر ایمان لایا اور میں نے اس کا نام عبد اللہ رکھا اس کا پہلا نام مسجع تھا اس نے مجھے
 اطلاع دی ہے کہ میں تین دن سے مسعر کے تعاقب میں تھا اور آج اسے جہنم واصل
 کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اسے اچھی جزاء

عطا فرمائے۔“

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی بولیاں سمجھنے کی طاقت بخشی علمنا منطق الطیر، ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اعزاز بخشا۔ ایک صحابی نے ایک پرندہ کے بچے پکڑ لئے اور بارگاہ رسالت میں آکر بیٹھ گیا۔ اس پرندہ نے اوپر چکر لگانے شروع کر دیئے اور سید خلیق علیہ السلام سے کچھ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ایکم فجمع هذه بولدھا ”تم میں سے کس نے اس کو اپنی اولاد کی وجہ سے غمزہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میں نے اس کے بچے پکڑے ہیں، اور فوراً انہیں آزاد کر دیا۔ اونٹ اور ہرنی کی گزارشات سن کر انہیں پورا فرمایا۔

آپ کا گدھا لعفور خیبر سے مال غنیمت کے طور پر آپ کے قبضہ میں آیا اور آپ سے عرض کیا کہ انبیاء کرام میں سے صرف آپ کی ذات باقی ہے اور اپنے دادا سے کی نسل سے صرف میں باقی ہوں لہذا ازراہ کرم مجھے اپنی سواری کے لئے منتخب فرما لیجئے! آپ نے اس کی التجا کو شرف قبول بخشا۔ جس آدمی کو بلانا ہوتا آپ اسے فرما دیتے وہ فوراً اس صحابی کو بلاتا۔ گویا صرف جانوروں کی بولیاں ہی نہیں جانتے بلکہ آپ ان میں عقل و شعور پیدا فرما دینے کی طاقت بھی رکھتے تھے بلکہ جانوروں اور پتھروں میں انسانی کلام پر قدرت پیدا فرمائی تاکہ وہ آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تختہ درجہ میں اڑتا تھا غدوہا شہر و رواجھا شہر جس کی صبح کی میر ایک ماہ کا راستہ تھی اور سہ کی میر بھی ایک ماہ کا راستہ۔ لیکن محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ براق مستخر فرمایا جس کی جہاں نظر پڑتی تھی وہاں اس کے قدم پڑتے تھے، ان کی میر صرف زمین پر تھی اور محبوب خدا کی میر نے مکان و مکانات کی حدود کو بھی پیچھے چھوڑ دیا اور حریم قدس میں بے حجابانہ جلوہ ریز ہوئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر قضا ہو گئی اور سورج چہرے میں ہو گیا تو فرمایا ”وہا علی“ اس سورج کو مجھ پر واپس کر دو۔“ تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو

لوٹا دیا جیسا کہ امام رازی نے فرمایا محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی سورج کو الٹا پھرایا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں نخل ہونے کے خوف سے انہوں نے آپ کو نہ جگایا اور نماز قضا ہو گئی جب آپ بیدار ہوئے تو حقیقت حال عرض کی آپ نے فرمایا اسے اللہ! علی رضی اللہ عنہ تیری تابعداری اور تیرے رسول کی تابعداری میں تھا لہذا اس پر سورج کو لوٹاتا کہ نماز ادا کر سکے حتیٰ کہ ڈوبا ہو سورج لوٹ آیا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وقت عصر میں نماز کو ادا فرمایا اللہ جہا نہ کان فی طاعتک و طاعت رسولک فاراد علیہ الشمس قالت اسما فرأیتها غربت شرأیتها طلعت بعد ما غربت ووقفت علی الجبال والارض وذلک بالصہباء فی خیبر خرج الطحاوی فی مشکل الحدیث عن اسما رجت عمیس وشفی شریف ص ۱۸۵۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا انہ کان فی طاعتک و طاعت رسولک ”علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا لہذا اس پر سورج کو لوٹا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو فرض خدا نماز عصر قضا کر دی تھی تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیسے ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضور کی خدمت و طاعت ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور سب سے اہم فریضہ ہے۔

⑤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندے کرنے کی توفیق بخشی و احم الموقی باذن اللہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو یہ معجزہ بھی علی الوجہ الاقم حاصل ہوا جنگ خیبر سے واپسی پر ایک یہودیہ عورت نے آپ کی دعوت کی اور بکری کے گوشت کو زہر آلود کر کے آپ کے آگے رکھا۔ آپ نے فرمایا ان هذا الذراع یخبرنی انه مسموم یہ ٹانگ مجھے بتا رہی ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے سارے

عہ امام اہل سنت نے فرمایا ہے ثابت ہوا کہ جلد زلفیٰ فرداع میں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

مردہ جسم میں زندگی پیدا فرمائی اور حبیب اللہ علیہ السلام نے مردہ جسم کے ایک جذب میں، سارے جسم میں زندگی کا پیدا ہونا بھی بڑا کمال ہے لیکن سارا جسم مردہ ہے اور صرف ایک جذب میں زندگی پیدا ہو جائے یہ بہت بڑا کمال ہے۔ مزید برآں یہ کہ قوتِ گویائی بھی عطا ہو گئی اور شعور و ادراک بھی۔ بلکہ عیسے علیہ السلام خود قرآن باذن اللہ فرماتے تو مردے زندہ ہوتے اور حبیب کبریاء علیہ التحیۃ والسلام کا نام لیکر اور ان کا دسمیلہ پیش کر کے مردے زندہ کر دیئے گئے۔

مدینہ طیبہ میں ایک مہاجر صحابہ کا جوان اکلوتا لڑکا فوت ہو گیا۔ اسے غسل و کفن وغیرہ دیکر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس بڑھیا ماں کو بچے کی وفات کی اطلاع دی۔ اس نے کہا: مَا كَانَ اللهُ لِيَفْعَلَ ذَلِكَ وَاللّٰهُ عَلَمٌ بِمَا تُكْرِمُوْنَ کی شانِ کریمہ کے یہ لائق نہیں کہ مجھ بے بس کو اس معصیت میں مبتلا کرے،، بارگاہِ رب العزت میں اس کے محبوب کی طرف ہجرت کرنے اور ایمان لانے کا دسمیلہ پیش کیا اور اپنے لڑکے کی حیاتِ نو کا سوال کیا تو وہ لڑکا زندہ ہو گیا اور نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

نیز آپ کے غلاموں نے اور اولیاءِ کاملین نے مردوں کو زندہ فرمایا اور انہیں حیاتِ نو عطا فرمائی۔ حضرت شیخ نجی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی مرغ کا گوشت تناول فرما رہے تھے۔ ایک عورت جس کا بچہ آپ کے پاس زیر تربیت تھا اور خشک ہوئی کھا رہا تھا نے کہا کہ آپ تو مرغ کا گوشت کھا رہے ہیں اور میرا بچہ خشک ٹکڑے، تو آپ نے اس مرغ کی ہڈیوں کو جمع فرمایا اور اس کا گوشت آپ کے پیٹ میں تھا اور سر، ٹانگیں اور انٹریاں، بال و پیر وغیرہ ادھر ادھر پھینک دیئے گئے تھے، اور فرمایا تم ریاضت سے لڑو اور اللہ و برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ مرغ اپنے پروں کو جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ حضرت امام شرف الدین بو صیری فرماتے ہیں: سے

لَوْ نَأَسَبَتْ قَدْرًا لِأَسْيَاتِ عَظْمَا

أَحْيَى اسْمَهُ حِينَ يَدْعَى دَارَ مِنْ الرَّهْمِ

« اگر آپ کے معجزات آپ کی شانِ جلالت کے مطابق ظاہر ہوں تو آپ کا نام پاک

لینے سے گلی سڑی ہڈیاں زندہ ہو جائیں »

ہے حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: سے

لب زلال چشمہ کُن میں گندھے وقت خمیر

مرد سے زندہ کرنا سے جاں تم کو کیا دشوار ہے

علی بن مریم علیہ السلام بیماریوں کی بیماریاں دور فرماتے، کوڑھیوں کے کوڑھ دور فرماتے اور مادر زاد اندھوں کو بینائی عطا فرماتے، برص کے مریضوں کو خوبصورت جلد اور چہرہ بخش دیتے، فرمایا ابرئ الاکرم والابرص، محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اندھوں کو آنکھیں عطا فرمائیں۔ خیر البرایا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی وہ آنکھ جو تیر لگنے سے زخمی ہوئی اور وہ لٹک گئی تھی درست فرمادی اور اسے اپنے مقام پر رکھ کر دستِ رحمت پھیرا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی اور جب عام لوگوں کو ہلالِ عید نظر نہیں آتا تھا وہ اس آنکھ سے دیکھ لیا کرتے تھے۔ بلکہ آپ کے سیدہ جلیہ اور آپ کے نام پاک کی برکت سے نابینا بینا ہو گئے۔

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ ایک نابینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا اگر صبر کرے تو ان کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل کرے گا اور چاہے تو میں دعا کر دوں اور تجھے آنکھیں مل جائیں۔

محبوب کریم کو اپنے رب تعالیٰ کے کرم پر اتنا اعتماد ہے کہ میں دعا کر دوں گا تو ضرور

فائدہ اسے آنکھیں مل جائیں گی اسی لئے دعا کو صبر اور بشارتِ جنت کے مقابل

ذکر فرمایا۔

اس نے عرض کی مجھے بینائی درکار ہے۔ آپ نے اس کی بے صبری ملاحظہ فرمائی تو خود دعا

نے فرمائی بلکہ اسے دعا سکھلا دی اور فرمایا دھنو کر، دو رکعت نفل ادا کر اور یہ دعا مانگ:

اللہم ارفی اسئلتک واتوجه الیک بنسبک محمد نبی
الرحمة یا محمد ارفی اتوجه بک الی ساری فی حاجتی لتفنی
اللہم شفعه فی قال البیهقی فقام وقد ابصر رواہ الترمذی
البیہقی۔

اسے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد

نبی الرحمة کے وسیلہ سے اسے محمد! صلے اللہ علیہ وسلم میں تمہارے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ پوری ہو جائے، اسے اللہ انہیں میرا شفیع بنا کر، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ جب وہ دعا مانگ کر اٹھا تو اسے بیانی مل چکی تھی گویا سجدہ میں گیا تو بنا بیٹھا تھا اور اٹھا تو بنا ہو چکا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر مرض برص کو دور فرماتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ صفت اور خصوصیت موجود تھی۔ حضرت معاذ بن عفرار رضی اللہ عنہ کی بیوی برص کے مرض میں مبتلا تھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی تکلیف کے لئے التجار دعا اور نظرِ کرم کی تمنا کی تو آپ نے ایک شاخ لیکر اس جگہ پھیر دی جہاں برص کے داغ تھے وہ فوراً تندرست ہو گئی فمسخ علیہا بغصن فاذهب اللہ البرص۔

بلکہ علامہ سمہودی اپنی مشہور زمانہ اور نادر روزگار تصنیف میں مدینہ طیبہ کی خاک پاک کے خواص بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں سردی ابن النجار وابن الجوزی فی الوفاء غبار المدینہ شفاء من السقام ابن النجار اور ابن الجوزی نے کتاب الوفاء میں حدیث نقل فرمائی ہے کہ مدینہ طیبہ کی غبار مرض جذام سے شفاء بخشتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر تبوک سے واپس تشریف لائے تو اس وقت کئی حضرات استقبال کے لئے نکلے جب ان کے چلنے سے غبار اڑی تو بعض صحابہ نے اپنے منہ پر اس غبار سے پچھنے کے لئے کپڑے لے لئے تو آپ نے اپنے دستِ اقدس سے اس کے منہ سے کپڑے کو ہٹا دیا اور فرمایا والذی نفسی بیدہ ان فی غبارہا شفاء من کل داء مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بیشک غبار مدینہ میں ہر بیماری کی شفا ہے، جس ذات پاک سے تعلق رکھنے والی اور جن کے مبارک قدموں سے لگنے والی خاک میں یہ تاثیر موجود ہو خود ان کی ذات والا صفات کے کمالات کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک مخصوص معجزہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کو جو کچھ وہ کھا کر آتے اسے بھی بیان فرما دیتے اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ کر آتے اسے بھی بیان فرما دیتے

قرآن کریم میں ارشاد ہے وَأَنْبِئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمِمَّا تَخْرُجُونَ فِي بُيُوتِكُمْ أُولَئِكَ مَرُّوا بِهِمْ لِيُبَيِّنَ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ الْكَرِيمَاتِ وَذَلِكُمْ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْقِيَامَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر قیامت تک جو کچھ پورا ہوا ہے اور ہر گاہ سب منکشف فرما دیا گیا۔ آپ فرماتے ہیں انما انظر الى الدنيا وما هو كائن فيها الى يوم القيامة كما انما انظر الى كفى هذا (طبرانی) "میں دنیا اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونی والا ہے اسے اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنے ہاتھ کی پھیلی کو دیکھ رہا ہوں، فاضل بریلوی قدس سرہ الغریزہ فرماتے ہیں یہ

عرش تا فرش سب ائینہ نما تر حاضر
 بس قسم کھائے امی تیری دانائی کی !
 شش جہت سمت مقابل شب روز ایک ہی حال
 دھوم و انجھم میں ہے آقا تیری بیانی کی ! (وسیاقی تحقیقہ)
 الحاصل کوئی معجزہ اور کمال ایسا نہیں جو کسی بھی در رسول کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہو اور اس رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں موجود نہ ہو بلکہ تمام اوصاف کمالیہ اور معجزات عالیہ علی الوجہ الاتم والا کمل سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے

حسن یوسف، دم عیسے، ید بیضا داری
 آنچہ خوباں ہر دارند تو تنہا داری
 داستان حسن جب بھیلی تو لامحدود تھی
 اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی
 بلکہ اپنی کادہ دسترخوان فیض ہے جس سے تمام مخلوق نوری و ناری، خاکی و آبی اپنے روحانی اور مادی رزق کھا رہے ہیں اور روحانی و جسمانی غذاؤں کو حاصل کر رہے ہیں وَاِنَّآ اِنَّا قَاٰسِمُوۡا اللّٰہُ لَعَاۡلَمِۗۤہٗ عَطَاۡفَرَمَاۡتَہٗۤا وَّہٗۤا دَرۡرُہٗۤا عَسَاۡلَمِ
 صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرماتے ہیں یہ
 آسماں خوان زمین خوان زمانہ مہاں
 صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

اور جس کو کوئی بھی خوبی اور وصفِ کمال حاصل ہوا ہے وہ انہی کے دستِ جود و عطا سے ہوا ہے کما قال البوصیریؒ :-

وکل ایاق الرسل لکرامہا
فانما اتصلت من نورا بہم
وکلہم من رسول اللہ ملتمس
غرفا من البحر اور شففا من الدیم

لہذا نبی الامۃ کاشف الغمۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت گویا ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء کرام کی نبوت و رسالت ہے اس لئے اللہ رب العزت نے یہ نہ فرمایا کہ ہم نے آپ کو نبوت و رسالت عطا فرمائی بلکہ فرمایا انا اعطینک الکوثر۔

تمام انبیاء کرام اور رسلِ عظام نفسِ نبوت و رسالت میں برابر ہیں اور سب پر لازم **نکتہ** ہے کہ ان کی اس عظمت و برتری کا اعتراف و اقرار کریں لا نفرق بین احد

من سسلہ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر رسول و نبی کو اس کا نام لیکر پکارا اور ان کی امتوں نے بھی انہیں نام لیکر پکارا لیکن رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نام لیکر پکارنے سے منع فرمایا ولا تجحلو ا دعاء الرسول بینکم و دعاء بعضکم بعضنا ”تم رسول خدا علیہ النجیۃ و الثناء کو پکارنا یوں نہ سمجھو جیسے ایک دوسرے کو پکارنا یعنی نام لیکر بلکہ خود پکارنے کا انداز اور طرز و طریقہ بیان فرمایا یا ایہا النبی یا ایہا الرسول۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسولِ اعظم اور خلیفہ اول صرف انہی کی ذاتِ مقدس ہے اور وصفِ رسالت و نبوت کے ساتھ نہ صرف انہی کے شایانِ شان ہے اسی لئے ان کی رسالت و نبوت سے ہی **ابتداء** ہوئی اور اسی

پر اس کی انتہا بھی وہی رسولِ اعظم میں وہی خلیفہ اول بھی۔ **الستادس**۔ الکوثر سے مراد قرآنِ پاک ہے اب انا اعطینک الکوثر کا معنی ہوگا اے محبوب ہم نے آپ کو قرآنِ کریم عطا فرمایا۔ مقامِ غور ہے کہ قرآن بھی کتب سماویہ میں سے ایک کتاب ہے جب درہری کتابوں کے عطا کرنے کا ذکر کیا گیا تو انہیں ان کے نام سے

یا نفل کتاب سے ہی تعبیر کیا گیا لیکن قرآن کریم کی عطا کا ذکر کرتے وقت اسے اکتوثر فرمایا کیونکہ قرآن پاک اپنے فضائل و کمالات کے لحاظ سے بے مثل و بے نظیر ہے۔ اپنے فوائد و ثمرات اور فیوض و برکات کے لحاظ سے لاثانی ہے اور علوم و معارف، امرار و رموز کے اعتبار سے ناپیدا کنار سمندر ہے لہذا فرمایا اسے محبوب تیری کتاب کوثر ہے اور خیر کثیر ہے۔

۱۔ اس کتاب کے فضائل و کمالات کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے جبکہ خود اللہ رب العزت نے فرمایا قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ ممدداً آپ فرمادیں کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات اور کلام الہی لکھنے کیلئے سیاہی بن جائے تو وہ سمندر کلمات البیہ کے ختم ہونے سے پہلے ختم ہو جائے گا اگرچہ ہم اس کی مثل اور سیاہی بھی لے آئیں جو اس پہلی کی بقا میں معاون ثابت ہو۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا ولو ان مافی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعة اجحیر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ کلمات خداوندی لکھنے کے لئے قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اور اس کے پیچھے سات سمندر ہوں جو اس کے معاون بنے رہیں پھر بھی کلمات رب تعالیٰ ختم نہیں ہوں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ عزت و حکمت والا ہے۔

اس ارشاد باری تعالیٰ سے ظاہر ہے کہ کلمات رب تعالیٰ اور کلام پاک قرآن مجید کے فضائل و کمالات اور فوائد و برکات احاطہ تحریر سے باہر ہیں اور تمام سمندر سیاہی ہوں اور سب درخت قلمیں ہوں تو پھر بھی کلمات ربی کی توصیف و تعریف پوری نہیں ہو سکے گی اور وہ فانی اشیاء اس باقی اور لافانی کلام اور وہ متناہی اشیاء اس غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکیں گی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو نازل فرمایا اس میں امر ہے اور نہی ہے اور زجر بھی اور پہلے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے معاملات، اس میں تمہارے حالات و کیفیات، پہلے لوگوں کے حالات اور آنے والے واقعات

اور تہارے احکام ہیں، بار بار پڑھنا اسے بوسیدہ نہیں کرتا اور نہ طبیعت کو بے ذوق کرتا ہے اور نہ ہی اس کے عجائب، اسرار و رموز اور نکات و فوائد ختم ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک سچی کتاب اور وحی الہی ہے۔ اس کی تلاوت کرنا اور اس کو بیان کرنا الہی سچا ہے۔ اس کے احکام پر عمل کرنے والا عادل ہے، جو اسے دلیل بنائے گا کامیاب ہوگا، جو اس کے مطابق تقسیم کریگا منصف ہوگا، جو اس پر عمل کرے گا اجر دیا جائے گا، جو اس کا دامن تھامے گا راہ ہدایت پر گامزن ہوگا، جو اس کے علاوہ کسی کتاب میں رشد و ہدایت طلب کریگا گمراہ ہوگا، جو اس کے سوا کسی دوسری چیز کا حکم دے گا اور اسے دستور العمل بنائے گا تباہ و برباد ہوگا۔ یہ ذکر حکیم اور نور بین ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا مستحکم اور مضبوط وسیلہ ہے۔ یہ شفا ہے اور امراض روحانیہ و جسمانیہ میں نافع ہے۔ یہی عصمت ہے اور ذریعہ نجات ہے۔ (شفا شریف)

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ میں آپ پر ایسی کتاب نازل کرنا ہوں جس کی بدولت اندھی اور نابینا آنکھیں نورانی اور روشن ہو جائیں گی، بہرے کان شنوا ہو جائیں گے اور کفر و ضلالت کے حجابات میں محبوس و محجوب دل آزاد ہو جائیں گے اور گناہ و آثام کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے قلوب منور ہو جائیں گے، اس میں علوم کی نہریں ہیں، حکمت کا بیان ہے اور دلوں کی تازگی ہے۔

اس کلام میں اللہ تعالیٰ نے عظیم تاثیر رکھی ہے کہ جو بھی اس کے سنتے کا شرف حاصل کرے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور کافر و مشرک ہی کیوں نہ ہو اس کا دل بھی اس کی حقانیت کا قائل ہو جاتا ہے۔ حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوا تھا۔ نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم نماز مغرب میں سورہ طور تلاوت فرما رہے تھے جب ام خلقوا من غیر شیء ام ہم الخلقون "کیا وہ بغیر اصل کے پیدا کئے گئے ہیں یا وہ خود پیدا کر نیوالے ہیں؟" کو تلاوت فرمایا تو میرا دل اسلام کے لئے بیقرار ہو گیا اور سینے سے باہر نکلتا ہوا معلوم ہونے لگا۔ اسلام کی عظمت و توقیر اسی دن میرے دل میں گھر کر گئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے اس ارادہ کے ساتھ نکلے تھے کہ میں اس

مدعی نبوت کو شہید کر دیتا ہوں اور اس شمع نبوت کو گل کر دیتا ہوں۔ راستہ میں معلوم ہوا کہ بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوی مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ غضبناک ہو کر وہاں پہنچے، بہنوی کو مارا پٹیا۔ جب بہن چھڑانے لگی تو اسے بھی مارا تو بہن نے غصہ میں آکر کہا عمر جو چاہو کہ لو ہم اسلام کو نہیں چھوڑ سکتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم جس کتاب کی تلاوت کر رہے تھے وہ کہاں ہے؟ صحیفہ ان کے سامنے لایا گیا۔ جب حضرت عمر نے اس کو پڑھا ظہر ما انزلنا علیک القرآن لتشقی الا تذکرة لمن یحسب تنزیل من خلق الارض والسموات العلیٰ کی تلاوت کی تو دل کی دنیا بدل گئی، عزم و ارادہ متزلزل ہو گیا اور پکارا اٹھے کہ یہ کلام جھوٹی نہیں ہو سکتی۔

نمی دانی کہ سوزِ سرات تو

دگر گوں کر دقتِ برِ عمر را

رحمتِ عالم و عالمیاں صلے اللہ علیہ وسلم وادی نخلہ میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی ایک جماعت کو اس طرف متوجہ کیا۔ قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی تھی سنتے ہی دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گئے اور پھر اپنی قوم کی طرف مبلغ بن کر پہنچے اور انہیں بھی اس قرآن پاک کی اتباع کا حکم دیا انا سمعنا قرآنا عجبا یدعی الی الرشد فامنا بہ۔ ہم نے ایک عجیب کو م سنی جو کہ راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے لہذا ہم تو ایمان لے آئے تم بھی ایمان لے آؤ۔

جب اس کتابِ کامل کی تلاوت کی جائے تو آسمان سے فرشتے سننے کے لئے اتر آتے ہیں اور اس کے سماع سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سورہ بقرہ کی تلاوت فرما رہے تھے، ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا گھوڑے نے چکر لگانے شروع کر دیئے۔ حضرت اسید چپ ہو گئے تو وہ بھی رک گیا آپ نے پھر تلاوت شروع کر دی تو اس نے بھی چکر لگانا شروع کر دیئے، آپ چپ ہو گئے تو وہ بھی رک گیا۔ ان کا ہا جزاہ پاس ہی چار پائی پر آرام کر رہا تھا اس خیال پر کہ گھوڑا اسے روند نہ ڈالے چار پائی کو ایک طرف کھینچنے کے لئے لٹھے تو دیکھا کہ آسمان وزمین کے درمیان

ایک سیاہ بادل یا پھتری ہے جس میں روشن دئے اور تپیاں جل رہی ہیں۔ صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کیا تو جانتا ہے وہ کیا چیز ہے؟ عرض کی نہیں میں نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا تلك مملکتہ دنت لصوتک ولو قرأت لاصدحت ينظر الناس اليها وهي لا تتواثر منظر (مشکوٰۃ) یہ فرشتے تھے جو کہ تیری تلاوت سننے کے لئے نزدیک آگئے تھے اور اگر تم تلاوت جاری رکھتے تو یہ صبح تک اسی طرح دہتے لوگ انہیں دیکھتے رہتے اور یہ لوگوں سے پوشیدہ نہ ہوتے۔“

نیز اس عظیم کتاب کی تواتر بہت بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے، ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا اقول الحمد حرف بل الف حرف و لام حرف و ميم حرف میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف ہے اور ميم تیسرا حرف ہے۔ گویا اللہ کی تلاوت سے تیس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اور اگر تلفظ کے لحاظ سے حروف کو اعتبار کریں تو الف، میں بھی تین حرف اور اسی طرح لام اور ميم میں بھی تین تین توکل نو حرف ہو گئے لہذا ان کے تلفظ سے نو سے نیکیاں عطا ہو گئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ملائکہ نے کلام پاک کو سنا تو کہا طوبی لامۃ ينزل هذا علیہا و طوبی لاجواف تحمل هذا و طوبی لالسنة تکلم بهذا ساواہ الدارمی: مبارک ہے اس امت کیلئے جس پر یہ کلام نازل ہوگی اور مبارک ہیں وہ دل اور سینے جو اس کلام کو یاد کریں گے اور محفوظ رکھیں گے اور مبارک ہیں وہ زبانیں جو اس کی تلاوت کریں گی۔“

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے من شغلہ القرآن عن ذکری و مسألتي اعطیہ افضل ما اعطی السائلین و فضل کلام اللہ علی سائر الکلام افضل اللہ علی خلقہ رواہ الترمذی: جس شخص کو تلاوت قرآن باقی اذکار اور دعاؤں سے مشغول کرے تو میں اسے طلب کرنے والوں سے بھی زیادہ عطا کرتا ہوں اور قرآن پاک کی فضیلت باقی کلاموں کے

ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت تمام مخلوق پر۔

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اقروا القرآن فانہ یاتی یوم القیامۃ شفیعاً لاصحابہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے
کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ ان ہذا القلوب تصدأ کما یصدأ الحدید اذا اصابہ الماء قبل ینزل
اللہ ما جلا وھا قال کثرۃ ذکر الموت وتلاوۃ القرآن رواہ البیہقی بشک
یہ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسا کہ لوہا جب اسے پانی لگ جائے۔ عرض کی گئی دلوں کے زنگ
کو دور کرنے اور صیقل بخوبی کونسی چیز ہے تو فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی زیادہ تلاوت
کرنا۔ الحاصل قرآن کریم کے فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات بشمار ہیں اور کتب حدیث اس کی
فضیلت سے بھر پور ہیں یہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا موجب ہے اور روحانی و جسمانی امراض
عوارض سے شفا بخشنے والا ہے۔

۲۔ اس کتاب کریم کی ایک خصوصی اور امتیازی شان یہ بھی ہے کہ یہ اپنی نظم و عبارت
کے لحاظ سے معجزہ ہے اور کوئی اس کی مثل بنانے پر قادر نہیں نہ کوئی جن اور انسان اور نہ ہی
کوئی فرشتہ اس جیسی عبارت بنا سکتا ہے گویا یہ کتاب بیک وقت نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ
وسلم کا منشور بھی ہے اور آپ کے دعویٰ نبوت و رسالت پر دلیل بھی۔

جب کفار مکہ نے اس کو افسانہ اور شعر وغیرہ کہہ کر ناقابل اعتبار بنانے کی ناپاک سعی کی تو
انہیں حکم دیا گیا کہ اس قرآن جیسی کتاب بنا کر لے آؤ۔ وہ جب اس سے عاجز آگئے تو فرمایا اس
جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔ فاتوا بعشر سور مثله مفتريات۔ جب یہ ہمت بھی
نہ ہوئی اور مقابلہ کی تاب نہ لاسکے تو فرمایا ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا
فاتوا بسورۃ من مثله اگر تمہیں شک ہے اس کتاب کی حقانیت میں جو ہم نے
اپنے بندہ خاص پر نازل فرمائی ہے تو اس جیسی ایک مختصری سورت بنا کر لے آؤ اور اگر اکیلے
نہیں بنا سکتے تو اپنے معبودوں کو بھی ساتھ ملا لو وادعوا لشہدائکم من دون اللہ

اور پھر انہیں غیرت دلانے اور غیض و غضب میں جلانے کے لئے فرمایا فان لم تفعلوا و
 لن تفعلوا فانقوا الناس التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين
 اور اگر تم ایک مختصر سورت کی مثل بھی نہ لاؤ اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ تم ہرگز نہیں لاسکو گے
 تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن پتھر اور کفار انسان ہیں اور اسے منکرین رسول و قرآن کے لئے
 تیار کیا گیا ہے۔

ایک طرف فصاحت عرب اور بلغاتے زمانہ ہیں دوسری طرف ایک امی لقب ذات
 ہے جو نہ کسی مکتب میں تشریف لے گئے، نہ کسی سے تعلیم حاصل کی، نہ کسی مجلس ادب میں شمولیت
 فرمائی لیکن باوجود اس کے اس امی رسول کی کتاب میں سے ایک مختصر ترین سورت کا مقابلہ نہ کر سکتا
 اس بات پر شاہد صادق ہے اور دلیل ناطق ہے کہ یہ زبان زبان مصطفیٰ ہے اور یہ کلام کلام
 خدا ہے وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى

یقیناً کہ ناکردہ قرآن درست

کتب خانہ چند ملت پشت

عاشق رسول مقبول اعلیٰ حضرت بریلوی نے فرمایا ہے

تیرے آگے یوں ہیں دبے لپے فصحا عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

حضرت ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے یہ آیت سنی فاصدع

بما تو امر "تو مزید کہ جس بات میں گم" سجدہ میں گر گیا اور کہا کہ اس آیت کی فصاحت و بلاغت

نے مجھے سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ ایک اور فصیح و بلیغ بدوی نے جب فلما

استبأ سوا منہ خالصوا نجياً "جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ان سے بنیامین کی

رہائی سے ناامید ہوتے تو مشورہ کے لئے علیحدہ ہوئے، "سناتو بے اختیار کہہ اٹھا میں گواہی

دینا ہوں کہ مخلوق اس جیسا کلام بنانے پر تادار نہیں۔

جس نے معارضہ اور مقابلہ کی کوشش کی جب قرآن کریم کے الفاظ اور اسلوب بیان

پر غور و فکر کیا تو اپنے ارادہ پر نادم ہوا اور فوراً تائب ہو گیا۔ ابن المقفع اپنے وقت میں فصاحت

بلاغت اور روانگی و سلاست میں تمام اہل زمان پر فوقیت رکھتا تھا، قرآن حکیم کی مثل بنانیکی کوشش کی۔ اتفاقاً ایک شخص یہ آیت کریمہ پڑھتا جا رہا تھا و قیل یا ارض ابلحی ماءک الایہ جب اسے سنا اور غور و فکر کیا اسکا بیانی بیان کے قواعد کا مجموعہ پایا اور انتہائی اختصار کے باوجود بے شمار وجوہ بدیع پر مشتمل پایا۔ جب واپس اپنی جگہ پر آیا تو جو کچھ لکھا تھا اسے مٹا دیا اور کہا اشہدان هذا لا یعارض و ما هو من کلام البشر ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا معارفہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ انسانی کلام ہے۔“

یحییٰ بن الحکم غزال اندلس جیسے مردم خیز خطہ میں یکتائے زمانہ فصیح و بلیغ تھا۔ اس نے بھی یہ ارادہ کیا کہ قرآن شریف کی سورتوں میں سے کسی کی مثل ایک سورت بناؤں اور اس قرآن کی صداقت و حقانیت کو آزماؤں اور سورۃ اخلاص جیسی سورت بنانیکا فیصلہ کیا۔ جب اس سورت پر غور و فکر کیا تو کہنے لگا فاعترتخی خشیتہ ورقۃ حملتی علی التوبۃ ”میرا دل اس کی جامعیت دیکھ کر مڑوب ہو گیا اور میں نے مجبوراً توبہ کر لی۔“

کفار مکہ نے جب اس کے شانِ اعجاز کا مشاہدہ کیا، دلوں پر اس کی تاثیر کو ملاحظہ کیا، اپنے شرک کے قلعوں پر برقی صداقت گرتی دیکھی اور بنیادِ گمراہی و عنلات کو لرزتے دیکھا تو کہنے لگے لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ”اس قرآن کو مت سناؤ اور جب اس کی تلاوت کی جا رہی ہو اس میں شور و شغب سے کام لو اور لغویات بکنے شروع کر دیا کرو شاید کہ تم حق و صداقت کی یلغار کو روک سکو۔“

نیز لوگوں میں غلط پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور بیہودہ پرچار کرنے لگے۔ کبھی کہتے یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر من سیننا انک ملجنون ”وہ شخص جس پر اپنے زعم کے مطابق کلام الہی نازل ہوا ہے تم مجنون ہو“ کبھی کہتے بل ہو شاعر ”بلکہ یہ تو شاعر ہے“ کبھی کلام کو جادو اور سحر کہتے ان هذا الاسحر یوسر ”نہیں یہ قرآن مگر جادو جو نقل کیا جاتا ہے“ لیکن جب اپنی محفلوں میں بیٹھتے

تواظہارِ حق کے بغیر نہ رہ سکتے اور تسلیم کرتے کہ ہم جو کچھ بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کے متعلق کہتے ہیں اور ان کے قرآن کے حق میں راستے زنی کرتے ہیں وہ سب غلط ہے وہ ان سب الزامات سے منزہ و مبرا ہیں۔

ولید بن مغیرہ نے عرب میں منعقد ہونے والے ایک میلہ سے پہلے تمام رؤساء عرب کو بلایا اور یہ تجویز پیش کی کہ تمام اطراف و اکناف کے عرب اس میلہ میں شریک ہوں گے اور محمد بن عبداللہ اس میں شریک ہو کر اپنے پُر تاثر کلام سے لوگوں کو اپنی طرف راغب کر لیں گے اور مسلمان بننے پر مجبور کر دیں گے لہذا کوئی ایسا عیب اور الزام تراشا جائے جو لوگوں کو متاثر نہ ہونے دے اور تم جھوٹے بھی نہ کہلاؤ۔ ایک نے کہا کہ ہم کہیں گے یہ مجنون ہیں اس نے کہا وہ مجنون نہیں یہ الزام ٹلنا ہے۔ دوسرے نے کہا ہم کاہن ہونے کا الزام لگائیں گے اس نے کہا یہ بھی خلاف حقیقت ہے۔ نہ ان جیسا آواز ہے اور نہ ان جیسے الفاظ اور سجع۔ تیسرے نے کہا ہم شاعر کہہ کر لوگوں کو متنفر کریں گے۔ اس نے کہا یہ الزام کیسے درست ہو سکتا ہے۔ ہم شعر کے سارے اقسام جانتے ہیں، ان کے بحر اور اوزان جانتے ہیں، ان کا کلام شعر بھی نہیں چوتھے نے کہا ہم ساحر اور جادو گر کہہ دیں گے لیکن ولید نے کہا وہ ساحر بھی نہیں اور مجھے یقین ہے کہ تم جو الزام بھی عائد کرو گے وہ خلاف حقیقت ہو گا اور محمد بن عبداللہ کی ذات ان سب عیوب سے منزہ و مبرا ہے لیکن وہ جھوٹ جو قدرے قابل تسلیم ہے اور ظاہر بین لوگ اسے مان سکتے ہیں وہ یہی قول ہے یعنی یہ ساحر اور جادو گر ہیں کیونکہ وہ اپنے کلام سے بیٹے کو باپ سے اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتے ہیں، بیوی کو خاوند سے دور کرتے ہیں اور قبیلہ دار کو قبیلہ سے متنفر کرتے ہیں اور جادو میں بھی اسی قسم کا اثر ہوتا ہے اگرچہ وہ ایسی کلام نہیں ہوتا بلکہ منتر وغیرہ ہوتے ہیں۔

عقبہ بن ربیعہ نے ساری کلام اور طویل بحث سن کر کہا اسے قوم تم جانتے ہو کہ کوئی ایسی شئی نہیں جسے میں نے نہ پڑھا ہو یا میرے علم میں نہ ہو یا میں نے بیان نہ کی ہو لیکن خدا کی قسم اس کلام جیسی کوئی کلام نہیں سنی نہ یہ کاہن اور حسابی رطلی کی کلام ہے

نہ شعر ہے اور نہ ہی سحر ہے۔

الغرض ان کا ہر حیلہ بیکار ثابت ہوا، ہر حربہ ناکام ہوا، دین الہی پھلنے پھولنے لگا اور لوگ اس کلام روحانیت نشاں سے متاثر ہو کر آپ کے حلقہ بگوش ہونے لگے تو کفار عرب جنگ و جدال پر اتر آئے اور کلام سے عاجز آ کر تیغ بے نیام کو سونپ لیا کلمات و حروف کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر نیزوں اور تلواروں کو سنبھال لیا لیکن نہ تیر رہے نہ نیزے، نہ زریں رہیں اور نہ کمانیں، نہ تلواریں رہیں اور نہ ڈھالیں، نہ البوجہل رہا نہ ولید، نہ ابولہب رہا اور نہ ہی عتبہ و شیبہ، سب نیست و نابود ہو گئے اور زمانہ والوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ کتاب اور کلام مٹنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ پہلی کتابوں کو نسخ کرنے آیا تھا **یریدون لیطفنوا نور اللہ بافواہمہم واللہ متعم نورہ دلوکرہ الکافرون** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے فصحاء اور بلغاریہ عرب نے قصائد لکھ کر دیوار کعبہ کے ساتھ لٹکائے ہوئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ زمانہ میں کون ایسا ہوگا جو اپنی فصاحت و

عہ تشبیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام معجزات سب معجزات سے افضل و اعلیٰ ہے اور تمام انبیاء کرام کے معجزات پر فائق ہے اولاً اس لئے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات مجسم اور ٹھوس ہونے کے باوجود بھی محفوظ نہ رہ سکے لیکن یہ معجزہ اور نصوت ہونے کے باوجود حروف اور کلمات ہونے کے باوجود محفوظ ہے۔ نہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی چب نہ ہوئے علیہ السلام کا عصا سہاگہ نہ وہ پتھر جس سے چشمے ابلتے تھے، نہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو بصارت و بینائی ہی عطا کر توالی قمیص بوسنی لیکن محبوب خدا محمد مصطفیٰ علیہ النجیۃ والتنار کا یہ معجزہ قیامت تک قائم و دائم ہے گا انانحن نزلنا الذکر و اناللمحفظون۔ ثانیاً اس لئے کہ بنی اسرائیل اور دیگر امتوں کو نہ مردے زندہ کرنے کا دعویٰ تھا نہ غیبی کار پتھر و سے پانی جاری کرنے کا اور نہ دریاؤں میں خشک راستے پیدا کرنے کا وغیرہ وغیرہ اور نہ یہ امور ان میں مردح تھے لیکن نبی امی خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایسا معجزہ دکھایا جو اہل عرب میں معروف مردح تھا۔ ہر وقت شعرا و فصحاء اور بلغاریہ بڑائی ظاہر کرنے کے لئے فصیح سے فصیح تراویح و بلوغ سے بلوغ تر کلام نظم و نثر کی صورت میں بناتے تھے اور اس میں بہت نامہ رکھتے تھے لیکن باہر ہر آپ کے سامنے عاجز آ گئے اور وہ منقرضین سورت انکو ترسے جس کی تین آیات ہیں تو معلوم ہوا کہ قرآن شریف کی تین تین آیات ایک ایک معجزہ میں تو اس طرح قرآن کریم اور فرقان عید ایک معجزہ نہ ہوا بلکہ دو ہزار سے بھی زیادہ معجزات پر مشتمل ہے کیونکہ قرآن کریم کی آیات چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں تو صرف لفظی اعجاز کے اعتبار سے قرآن کریم میں دو ہزار دو سو بائیس معجزات ہو جائیں گے اور اگر تعداد حروف کا اعتبار کرتے ہوتے سورہ کو ٹکڑی آیات کے مساوی مقدار اعتبار کریں تو تعداد معجزات اور زیادہ ہو جائے گی اور علم غیب پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے معجزات کی تعداد میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

افضل اعلیٰ ہے نیز قرآن کریم میں کفار عرب سے خضر ترین سورت بنانے کا مطالبہ کیا گیا لیکن وہ عاجز آ گئے الخ

بلاغت میں ہماری برابری کر سکیگا لیکن جب قرآن کریم نازل ہوا تو وہ قصائد انہوں نے فوراً اتار لئے اور اپنی عاجزی و بے بسی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

میں نہ تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں !
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہاں ہے جہکابیا نہیں

۳۔ قرآن مجید فرقانِ حمید اپنے علوم و معارف اور اسرار و رموز کے لحاظ سے کوثر ہے علومِ اولین و آخرین کو شامل کتبِ سابقہ کے تمام قواعد و اصول اس میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وکل شیء احصیناہ فی امام مبینہ ہر چیز کو ہم نے امام مبین اور کتابِ کریم میں جمع فرمادیا۔ "ما فرطنا فی الكتاب من شیء" ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں کی، "نزلنا علیک القرآن تبیاناً لکل شیء" ہم نے آپ پر وہ قرآن نازل فرمایا جو کہ ہر شے کا مدلل بیان ہے اور ہر شے کی مکمل تفصیل، "ولا یطلب ولا یابس الا فی کتاب مبین" اور ہر شک اور تہمت چیز کا علم قرآنِ پاک میں موجود ہے، "ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین" ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا علم قرآنِ کریم میں ہے، "هذا بیان للناس وھدی" یہ لوگوں کے لئے ہر شے کا بیان ہے اور رشدِ ہدایت ہے، "وما کان هذا القرآن ان یفتی من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل الكتاب لا یرب فیہ من رب العالمین" اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ کا غیر اپنی طرف سے بنالے لیکن یہ تو سچی کتاب ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کر نوالی ہے اور لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے۔ یہ رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے اور شک و شبہ سے پاک ہے۔

آیت مذکورہ بالا کے تحت امامِ رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ان هذا القرآن مشتمل علی تفصیل جمیع العلوم الشریفۃ عقلیہا و نقلیہا اشتغالاً بیتمتع حصولہ فی سائر الکتب ذکاں ذلک معجزاً۔ تحقیق یہ قرآن علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تفصیلات پر مشتمل ہے اور ایسی تفصیل کسی دوسری آسمانی کتاب میں ملنی بحال ہے لہذا یہ نبی امی فداہ ابی داعی کا ہے

قاضی عیاض، محدث دہلوی اور دیگر اہل سیر فرماتے ہیں قرآن پاک کا اعجاز یہ ہے کہ ہزاروں سال پہلے رونما ہونے والے واقعات، مکہ مکرمہ سے دور دراز پھیلی ہوئی اہم اور اقوام کے حالات اور دنیا سے ناپید ہوجانے والی شریعتیں اور احکامات بیان فرمائے لیکن آج تک کسی کو ان میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی بہت نہ ہوئی اور نہ کسی واقعہ کو غلط ثابت کرنے کی جرأت ہوئی لہذا یہ کتاب مبین ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عظیم معجزہ ہے۔ آنحضرت نے جس طرح ازمنہ ماضیہ، قرونِ سالفہ اور شرائعِ دائرہ کو بیان فرمایا۔ اس طرح آنیوالے واقعات کو اپنے علم باطن، بصیرت صادقہ اور وحی الہی کی بدولت بیان فرمایا اور ہر خبر پوری ہو کر رہی۔ اگر حضرت آدم و حضرت ابراہیم، اسماعیل و اسحاق، یعقوب و یوسف اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے، قوم ثمود و عاد کا تردید بیان فرمایا، فرعون مان کی تباہی و بربادی واضح فرمائی اور بنی اسرائیل کے کردار سے پردہ اٹھایا تو یہ بھی علی الاعلان فرما دیا کہ میرا قرآن نہ بدلنے والی کتاب ہے اور سننے والے حروف و کلمات میں اور ہمیشہ رہنے والا ذکر حکیم ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ الحافظون دنیا ہیہوت نھرائت اور قرآن مطہ کی طاغوتی طاقت ہمیشہ اس غیبی خبر کو غلط ثابت کرنے اور قرآن مجید کو بدلنے کی فکر میں رہی لیکن ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھتا پڑا اور ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی۔

میدان بدر میں قلیل لشکر تھا اور وہ بھی بے سرو سامان اور کفار کا لشکر کثیر تعداد میں تھا اور ہر قسم کے اسلحہ سے مسلح لیکن اس امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرما دیا: سیرہنم الجحیم و یولون الدبر (عنقریب یہ لشکر شکست کھائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں گے) تو زمانہ والوں نے دیکھا کہ کفار کس طرح مغلوب ہوئے اور اپنے پیچھے ستر تڑپتی لاشیں اور بہت سے قیدی چھوڑ گئے۔ میدان بدر آج بھی اس اعلان صداقت نشان کی گواہی دے رہا ہے اور اس غیبی خبر کی صداقت پر شہادت دے رہا ہے۔

صحابہ کرام اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے اور کفار و مشرکین کے جبر و تشدد سے تنگ آکر اپنے محبوب وطن کو چھوڑ دیا لیکن محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا لئلا یلتدخطن المسجد الحرام

ان شاء اللہ امنین دم ضرور بالفرد مسجد حرام میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل ہو گئے، دنیا جانتی ہے کہ اعلان کے بعد دوسرے سال ہی کتاب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے امن و سلامتی کے ساتھ حرم پاک کی زیارت کی لیکن یہ داخلہ اور حرم پاک کی حاضری معاہدہ صلح حدیبیہ کے تحت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا فتحنا لک فتحا مبینا ربشیک ہم نے آپ کو فتح مبین سے ہمکنار فرمایا یعنی فتح مکہ، اور چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ کفار کے کثیر تعداد میں بھی تھے اور ان کے پاس ہر قسم کے آلات حرب بھی موجود تھے اور گھروں میں مامون محفوظ بھی تھے لیکن انہیں ہاتھ اٹھانے کی بھی جرأت نہ ہوئی اور حلقہ بگوش اسلام ہونے یا شہر پھوڑنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہا اور اس طرح اس فتح مبین کی بشارت پوری ہو کر رہی۔

فارس کے آتش پرست روم کے اہل کتاب پر غالب آگئے، مشرکین مکہ نے خوشی کا ظہار کیا اور مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ آج ہمارے مشرک بھائی تمہارے اہل کتاب پر غالب آگئے ہیں کل ہم بھی تم پر غالب آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان پر اعلان جاری فرمایا

قلبت الروم فی ادنی الارض و هم من بعد غلبہم سیغلبون فی

صغر سنین (رومی قریبی علاقہ میں مغلوب تو ہو گئے لیکن وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب

ند سالوں میں فارسیوں پر غالب آجائیں گے) چنانچہ نشتال کے عرصہ میں اہل روم فارسوں پر

لب آگئے اور مسلمانوں نے ان کی فتح پر خوشی منائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو قرآن کریم نے مژدہ سنایا لیست خلفنہم الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکن لہم دینہم الذی ینصی لہم اللہ تعالیٰ ضرور بالفرد انہیں زمین کی خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے انوں کو خلافت بخشی وہ ضرور پائیدار اور مستحکم فرمائے گا ان کے دین کو جو اللہ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور یہ مژدہ اور بشارت خلافت راشدہ کے دور سعید میں جس طرح پوری ہوئی اسے صاحب علم جانتا ہے اور علی الخصوص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدم میں جب کہ سلامی سلطنت لاکھوں مربع میل پر پھیل چکی تھی اور قیصر روم اور کسرسائے فارس کے خزانے غازیوں میں بٹ گئے اور ان کے تخت و تاج ان کے قدموں میں پامال اور تاراج ہو گئے۔

یہود نے جب محبوب خدا ہونے کا اور جنت کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا تو قرآن پاک نے جواب میں فرمایا فتمنوا الموت ان كنتم صرنا دقین، اگر اس دعویٰ میں سچے ہو تو موت کی آرزو اور تمنا کرو تاکہ تم تنگنائے دنیا اور دار تکلیف و محن سے نجات پاؤ اور جنت جیسے راحت افزا اور روح پرور مقام پر پہنچ جاؤ، اور ساتھ ہی اعلان فرمادیا ولن یتمنوا ابدًا بما قدمت ایدیہم واللہ علیم بالظالمین، یہی گز جنت کی تمنا و آرزو اپنی بد کاریوں کی وجہ سے نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو اچھی طرح جانتے والا ہے۔

خدا شاہد ہے کہ اس اعلان واجب الأمان کے بعد بھی بعض وعدوت کی آگ میں جلے مڑے یہودی صرف زبان سے بھی موت کی تمنا و آرزو نہ کر سکے اور مرنے پر نہانی بھی رضامندی ظاہر نہ کر سکے۔

ان پر کتاب اتری تبیاناً لكل شیء
تفصیل جس میں ما عبر و ما عبر کی ہے

عہ یہ سب فیہی خبریں تھیں جو مستقبل سے تعلق رکھتی تھیں اور اسبطرح بشیارات و روایات زمانہ مستقبل سے تعلق رکھنے والی اشیاء اور زمانہ قدیم کے واقعات غیبیہ سے نبی الانبیاء امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی اور جس طرح فرمایا اسبطرح ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور تعلیم سے غیب کو جان لینا امر حق ہے اور اس کا انکار قرآن کریم کا انکار ہے اور احادیث متواترہ مضی سے انکار ہے قرآن کریم میں ہے تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک، یا موعظہ فی خبروں میں سے ہیں جو کہ ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، "ہا لعل الغیب فلا یظہر علی غیب احد الا من اراد فی من رسول اللہ تعالیٰ غیب کا عالم بالذات ہے اور وہ اپنے غیب پر اطلاع اور غیب صرف انہی رسولوں کو بخشتا ہے جو کہ اس کے پسندیدہ ہیں وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یختی من رسلہ من یشاء" اسے یہود اللہ تعالیٰ کے پیشانیان نشان نہیں کردہ نہیں غیب پر مطلع کرے لیکن وہ تو اس اطلاع اور عطا کے لئے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب فرماتا ہے ولا یحیطون بشئی من علمہ الا بما شاء، اور نہیں احاطہ کر سکتی کوئی مخلوق بھی اس کے معلومات کا مگر جس کو وہ چاہے، یہ آیات کریمہ ہمارے اس دعویٰ کی روشن دلیل ہیں کہ مخلوق خود بخود غیب نہیں جان سکتی بلکہ خود بخود جاننا اس علم میں مستقل بالذات ہونا اور غیر محتاج ہونا فقط اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے مخلوق کو جو علم بھی حاصل ہوتا ہے وہ اطلاقی و تعلیمی اور عطائی ہے اور بعض کتب میں یہ جو لکھا ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے تو اس سے ذاتی غیب مراد ہے درنہ قرآن کریم کے خلاف ہو گا کیونکہ عطا کرنا بھی اسی کا خاصہ ہے اور کون ہے جو یہ علوم عطا کرے اور قرآن کریم میں جہاں یہ وارد ہے قل لا یعلمون فی السموات والارض الغیب الا اللہ (آپ فرمادو نہیں جانتے آسمان و زمین والے غیب کو مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے) تو اس کا معنی بھی واضح ہو گیا کہ خود بخود بغیر تعلیم الہی کوئی نہیں جانتا اور نہ اس کی تعلیم و اطلاع سے غیب کو جاننا بے شمار آیات صریحہ و کتب سے رد و روشن کی طرح عیاں ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے۔ اگر رسالتاً ہی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب عطائی ہر دو کی نفی ہو تو آیات میں تعارض لازم آئے گا۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب اور مخلوق کے علم میں قدیم و حادث، غیر متناہی و متناہی

قرآن کریم میں تین طرح کے مضامین صراحتاً موجود ہیں عقائد، احکام اور اوامر و نواہی اور قصص و امثال۔ قصص و امثال عبرت حاصل کرنے کے لئے ہیں اور مضامین سے بھی احکام علی الوجہ الاولہ ثابت ہیں کیونکہ جب کسی قوم کی بد عملی ذکر کر کے پھر ان کا انجام بیان فرمایا تو اس سے ہر آدمی کو یہ خوف دامنگیر ہوگا کہ اگر میں نے اس برائی کا قصد کیا تو میرا انجام بھی یہی ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نیک عمل اور صالح کردار پر کسی کی احسن جزا کو ذکر فرمایا گیا ہے تو ہر پڑھنے سننے والا اس شوق میں اس عمل صالح کے درپے ہوگا تاکہ مجھے بھی یہ انعام ملے، حلال و حرام اور جائز و ناجائز کو پوری تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، آخرت اور نبوت و رسالت کے متعلق عقائد کو بڑی جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے جس کا عشرِ عشر بھی پہلی کتابوں میں موجود نہیں تھا نیز اسرار و رموز، خفیات امور اور علوم غیبیہ پر بھی مشتمل ہے۔ عقائد اور احکام قصص و امثال آیات محکمات میں بیان فرمائے گئے اور اسرار و رموز متشابہات میں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا منہ آیات محکمات هن

ذاتی ابدی اور تدریجی کے علاوہ ذاتی اور عطائی کا فرق ہے جیسا کہ ہماری سابقہ تحریر و تقریر سے ظاہر ہے اور کلی و جزئی و الافرادی و کثیرت ہے جس پر کوئی دلیل قرآن و حدیث سے پیش نہیں کی جاسکتی نیز اگر جزئی سے مراد جزئی حقیقی ہے تو وہ شخص معین پر ہونے کی جاتی ہے اور دنیا میں کون ایسا فرد ہے ذی العقول سے جسے صرف ایک شی کا علم ہو۔ اور اگر جزئی اصنافی مراد ہے تو وہ کلی کے منافی نہیں نیز کلی کے مقابل ذکر کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔ نیز کلی کے حسب افراد سات قسم ہیں۔ ۱۔ خارج میں وجود افراد محال ہو لاوجود، ناشی و لامکن۔ ۲۔ وجود افراد ممکن ہو لیکن بالفعل کوئی فرد بھی موجود نہ ہو۔ ۳۔ بالفعل صرف ایک فرد موجود ہو اور دوسرا محال ہو جیسے واجب الوجود۔ ۴۔ بالفعل صرف ایک فرد موجود ہو اور دوسرا ممکن ہو جیسے شمس و قمر۔ ۵۔ ایک سے زیادہ افراد موجود ہوں لیکن متماثل و متعدد ہوں جیسے کوکب سیار۔ ۶۔ بہت سارے افراد موجود ہوں جو خارج میں محدود ہیں لیکن دہاں سے آگے منجانب ہوسکتے ہوں یعنی غیر متماثل ہی ناقصی سے انسان۔ ۷۔ غیر متماثل ہی بالفعل ہوں اور کوئی حد و ادر حدوں کا احاطہ و تحدید نہ کرسکے جیسے مخلوقات و مقدرات باری تعالیٰ۔ ۸۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلوقات ہر کلی کا ساتواں قسم صادق آتا ہے اور اس کا علم کلی اس معنی کے لفظ سے ہے لہذا مخلوق میں اگر یا حواں اور چھٹا معنی پایا جائے تو شرک اور رسدات کیسے نام آئے گی حالانکہ دونوں نام کلی ہوں گے ولعل هذا صما نظرہ بہ صما من الحساں ذی الکرم العام والاحسان النام۔

حسبہ یاقین و یابین ما حدیثے یاقین ہو گیا کہ ہر چیز کی شکل و صورت کا نام رکھنا اور ماکان رہا کیونکہ کلام قرآن میں ہے اور وہ ہر شی کی تفصیل و تشریح ہے۔ واضح اسل بیان ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ سرور رموز اور مختلف علوم غیبیہ و نبیہ قطعاً اور متشابہ آیات میں موجود ہیں اور یہ بھی ذہن روشن سے واضح اور روشن ہے کہ قرآن پاک کے حکمت و مناسبات میں سے کوئی بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منافی نہیں لہذا ان اسرار و رموز اور امور غیبیہ میں سے کوئی بھی ان پر منافی نہیں نہ علم قیامت اور نہ علم مالی الغزوات مالی الارحام اور محفل موت کا علم اور نہ ہی بارش برسنے کی منت اور اس کے نظرت وغیرہ۔ ۹۔ ملاحظہ کے لئے تو ان واضح معنی پر دلیل دینے کی ضرورت نہیں مگر حاصیہ قدس پر بھی اور علی نقی علیہ السلام کی حدیث میں بیان نظر من شمس و یابین من الامس مقدما میں میل و حکمت سے کام لے لہذا طفلی و نعلی و لائل سے مقدمہ ثانیہ کو واضح کر دینا

ام الكتاب و آخر متشابهات (قرآن مجید کی بعض آیات محکم ہیں اور واضح الدلالة، وہ کتاب کی اصل میں اور بعض متشابهات ہیں)۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فی کل کتاب سر و سر اللہ فی القرآن اوائل السور۔ ہر کتاب میں اسرار ہوتے ہیں اور قرآن کریم کے اسرار سورتوں کے ابتدائی حروف تہجی اور آیات متشابهات میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان لكل کتاب صفة و صفة هذا الكتاب حروف التهجی علامہ بیضاوی فرماتے ہیں قیل انه سر استاثر اللہ بعلمه وقد سر وی عن الخلفاء الاربعة ما يقرب منه۔ امام رازی نے فرمایا ان هذا علم مستور و سر محجوب استاثر اللہ تبارک و تعالیٰ بہ۔ صاحب مدارک نے فرمایا قیل انہا من المتشابهة الذی لا یعلم تاویلہ الا اللہ۔ صاحب خازن فرماتے ہیں ان حروف الہجاء فی اوائل السور من المتشابهة الذی استاثر اللہ بہ۔

ہوں اور مقدس دلی پیچہ و فصاحت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علیا جمعہ و قرآنہ ثم ان علینا بیانہ اسے میرے محبوب جبریل جب قرآن آپ پر تلاوت کرے تو اس کے ساتھ ساتھ جلدی پڑھنے کی ضرورت نہیں تاکہ آپ کو جلد حفظ ہو جائے کیونکہ اس کتاب کریم کا لوح پڑھانا اور اس کی تعلیم دینا اس کے مطالب معانی بیان کرنا ہمارے ذمہ کریم پر ہے سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ ہم غفریب نہیں پڑھائیں گے پس آپ اسے ہرگز نہیں بھولیں گے مگر اللہ تعالیٰ جس حصہ کے نسخ کا ارادہ فرمائے گا وہ آپ کے لوح قلب سے محو ہو جائے گا۔ یعلمہ اللہ الكتاب والحکمة میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کتاب حکمت سکھلاتے ہیں اور جو خود کتاب نہ جانتا ہو وہ دوسروں کو کس طرح سکھا سکتا ہے۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ہم نے آپ پر قرآن کریم کو نازل کیا تاکہ تم لوگوں کو بیان کرو جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے، خود جانیں گے تب ہی تو بیان کریں گے ورنہ کیسے ممکن ہے کہ خود نہ جانیں اور دوسروں کے لئے معلم اور مبین ہوں۔ علامہ شیبی مقطعاً کے متعلق فرماتے ہیں سے بین المحبین سر لیس فیستبہ قول ولا قلم للخلق بحکیم حروف مقطعاً اور آیات متشابهات اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسرار میں جن کو مخلوق کے سامنے نہ کوئی زبان ظاہر کر سکتی ہے اور نہ کوئی قلم حکایت کر سکتی ہے۔ محقق حنفی صاحب تفسیر احمدیہ نور الانوار شرح المنار میں فرماتے ہیں فانہا سور بین اللہ ورسولہ لا یعلمہا احد غیرہا اور اس سے ذرا پہلے فرمایا کہ متشابہ کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ سے خاص ہے اور دوسرا کوئی نہیں جانتا یا امت کے حق میں ہے اور دنیا کے لحاظ سے ورنہ آخرت میں تو انہیں ہر ایک جان لے گا واما فی حق النبی علیہ السلام فكان معلوماً الا تبطل فائدة الخطاب و جسد الخطاب باللسان بالتکلم بالذخیر مع العربی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب متشابهات معلوم ہیں ورنہ آپ سے خطاب کرنا ہی ہوگا اور یہ کلام مجزئان بنزلہ کلام مہمل کے ہو جائیگی یا جیسے کہ عربی کے ساتھ رنگی کلام میں خطاب کیا جائے اور یہ عقلاً لغو ہے۔ تافہی بیضاوی نے فرمایا لعلہ ارادوا انہا اسرار بین اللہ ورسولہ و ما موزعہ یقصد بها انہم غیرہ الذی یبجد الخطاب بالایفید جن لوگوں نے حروف مقطعاً کو اسرار و رمز کہا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ناز میں اور ان کے علاوہ کسی اور کی تفہیم ان سے مقصود نہ تھی کیونکہ اگر آپ بھی ان کے معانی کو نہ جانتے ہوں تو یہ کلام غیر مفید ہوگی اور مقام

الحاصل حروف مقطعات اور اوائل سور متشابہات سے ہیں اور یہ اسرارِ خداوندی ہیں۔ کتاب اللہ کا خلاصہ اور مغز و جوہر ہیں اور ان کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے و ما یعلمنا و یلہ الا اللہ اور خلفاء اربعہ سے بھی قریب قریب یہی معانی منقول ہیں بلکہ چھوڑ صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا یہی مسلک ہے کہ وقف و ما یعلمنا و یلہ الا اللہ پر ہے اور والذاسمخون فی العلم الگ جملہ اور آیت ہے لہذا متشابہ کی تاویل و تفسیر کا علم ذاتِ باری تعالیٰ سے مخصوص ہے اور یہی تعریف متشابہ کی فقہاء کرام اور مفسرین نے کی ہے جیسا کہ علامہ بیضاوی نے آیت متذکرۃ الصدر کے تحت فرمایا

المتشابہ ما استاثر اللہ بعلمہ کوقت قیام الساعة و مدة بقاء الدنيا و عدد الزبانية۔ متشابہ وہ امور میں جن کا علم اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے مثلاً قیامت کے تمام

خطاب میں ایسی کلام کرنا علی الخصوص باری تعالیٰ کی طرف سے انتہائی بعید ہے۔ امام رازی نے بھی انہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نبی الہی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نہ جانتے ہوں تو عربی کے ساتھ زنگی زبان میں کلام کرنا لازم آئے گا۔ نیز کلام کا مقصد افہام و تفہیم ہوتا ہے تو نہ جاننے کی صورت میں کلام عبث اور بے فائدہ ہوگی۔ اس کے علاوہ اس کلام معجز نشان کے مقابلہ پر بار بار کفار کو تعدی کی گئی ہے اور دعوت معارضہ دی گئی ہے اگر اس کا معنی و مفہوم خود نبی امت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم نہیں تو یہ ایک مہمل کلام ہوگی نعوذ باللہ! یہ خود سرمایہ افتخار نہیں ہو سکتی اس کے مقابلہ پر کسی کو کیوں کر بلا یا جا سکتا ہے۔ علامہ اسماعیل حق تفسیر مدح البیان میں فرماتے ہیں کہ شیخ نور الدین نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حروف متشابہات کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا میں اسرار المحبۃ بینی و بین اللہ یہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اسرار محبت ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کھلی عیص پڑھنا شروع کیا تو ہر حرف کے مقابلہ علمت علمت فرماتے گئے یعنی میں جان گیا، میں جان گیا۔ تو حضرت جبریل نے عرض کیا کیف علمت ما لہذا علم میں نے تو انہیں سمجھا نہیں تھا آپ کیسے جان گئے؟ میان عاشق و معشوق و مزیت: کراما کاتبین راہم غیریت فلہذا اجازان یقال لہو بحرف احد من الثقلین والملائکہ ما عرفہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و سلو کسی حق انسان اور فرستہ کو ڈکھ و معرفت حاصل نہیں جو صیب کبریا کو حاصل ہے شب مزاج سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و السلام کا مقام سدرۃ المنتجہ اور طرش علی سے تجاوز ہونا بیان کر کے فرمایا ان نون جنوں اور فرشتوں کے علوم آپ کے علم کے مقابلہ میں یوں ہیں جیسے سدر کے مقابلہ میں قندہ اور آنحضرت کو حروف کی حقیقت کا نام علم حاصل ہے جس سے زیادہ طاقت بشریہ کے اسکان میں نہیں ہاں علوم الکمل بالنسبۃ الی علی کقطرۃ من البحر فلہ علیہ السلام علوم بالحروف بعدا لا مزید علیہ و ید البشر سے نیچے۔ اور آیت کے چٹکے دلی کہ باغ میں زمیں سدرہ کھل کی بو سے بھی بوم ہیں۔ تاملی تامل اللہ پانی پنی خصیہ خیزی میں شہان علینا بیانہ کے تحت فرماتے ہیں ای بیان محکمہ و متشابہہ و احب ضرورت لاجوز ان یکون شی منہا غیر مبین لہ الی و الخ و ما یفتننا و اوش حوہ المغرۃ ان المتشابہات ہوا اسرار میں اللہ و رسولہ۔ امام رازی نے فرمایا قولہ تعالیٰ بدل علی ان سان المحمل واجب علی اللہ بالوعد تفسیر میں اسی بیان ما اشکل علیک من معاندہ تمیز جباروں کا حاصل ہے جو زبان کرام

ہونے کا وقت، دنیا باقی کب تک رہے گی اور درخ کے فرشتوں کی گنتی اور شمار، غرضیکہ مفاتیح غیب اور مخیباتِ غیب یعنی علمِ قیامت، علمِ مافی الغد رکل کیا ہوگا، علمِ مافی الارحام (مؤنث کے پیٹ میں نرسے یا مادہ)، محلِ موت کا علم۔ بارش کب ہوگی اور کتنی ہوگی۔ یہ سب علوم ان حروفِ مقطعات اور آیاتِ متشابہات میں موجود ہیں اور یہ امر ان اسرار میں مستور ہیں اور قرآنِ کریم کی آیات میں بیانا لکل شیئی، تفصیلا لکل شیئی، تبیاناً لکل شیئی کے عموماً حتمی اور قطعی طور پر اس دعویٰ کے لئے مثبت ہیں اور قرآنِ کریم کے سب علوم کو شامل اور جامع ہونے پر نصوص صریحہ ہیں لہذا ماکان وما یکون الی یوم القیامۃ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہوگا جو قرآنِ کریم میں بیان نہ کیا گیا ہو اسی لئے ماہرین قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض (عبداللہ بن مسعود) نے فرمایا لو ضاع علی عقال کل وجد تہ فی کتاب اللہ (اتقان بیچہ) اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جاتے تو میں کتاب اللہ میں سے اس کا پتہ پاسکتا ہوں۔“

الحاصل جب کلامِ پاک اتنے فضائل و کمالات، علوم و معارف اور اسرار و رموز اور نظم فصیح و بلیغ پر مشتمل ہے تو وہ خیر کثیر ہے اور کیوں نہ ہو نظم و عبارت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر شاہد صادق ہے اور مضامین و مطالب امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے حکمت و متشابہات اور مشکلات و مجملات کا بیان اپنے وعدہ کرم کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ پر واجب و لازم ہے اور ان میں سے کوئی شے بھی آپ پر مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ محقق حنفیہ امام ابن الہمام تحریر میں اور ان کے شاگرد ابن امیر الحاج تقریر شرح تحریر میں فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متشابہات کو جانتے ہیں اور وہ ما یعلمہ تاویلہ الا اللہ میں حصر مافی ہے اور آپ کے ماسوا کے لحاظ سے ہے کیونکہ آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا علمت ما لم یکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیماً قاضی شمار اللہ نے فرمایا کہ یہاں حصر مافی ہے جس طرح کہ قل لا یعلم من فی السموات والارض الا اللہ میں حصر مافی ہے اور مقصد یہ ہے کہ عوام کو ان کا علم نہیں دیا گیا لیکن رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کامل متبعین کو تو ان کا علم لدنی حاصل ہے۔ علامہ محمد آوسی رحمتی تفسیر اپنی بے نظیر تفسیر میں فرماتے ہیں ولا یعرفہا بعد نہینا صلی اللہ علیہ وسلم الا اولیاء الورثۃ و ہم انما یعرفونہ من تلت الحضرۃ و قد تظن لہم الحروف کما کانت تنطق لمن سجد بکفہ الحصى و کلمہ الضب الطبی کما صود ذلك عن اجدادنا رضی اللہ عنہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان متشابہات کو وہ اولیاء کرام جانتے ہیں جو وارث علومِ مصطفیٰ میں اور فانی الرسول کے درجہ پر فائز ہیں اور تحقیق یہ حروف ان کے ساتھ کلام کرنے میں جس طرح کہ اس ذات والا صفات کے ساتھ کلام کرتے تھے جن کے کلمات اس میں کنکریوں کے تسبیح پڑھی اور جن سے سو سمار اور ہرن نے کلام کی جس طرح کہ ہمارا اجداد سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم متشابہات کو جانتے ہیں اور ان میں علومِ مخصوصہ مثل علم قیامت اور مدۃ بقا دنیا وغیرہ ہیں لہذا ان سب کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں اور وہ ما یعلمہ تاویلہ الا اللہ میں حصر مافی ہے حقیقی نہیں۔ اس میں آپ کے علم کی نفی نہیں بلکہ ماسوا کی بلکہ اولیاء کے بھی ماسوا کی لہذا علم قیامت اور علم غیب کے متعلق جتنے بھی حصر میں لا یعلم من فی السموات والارض

کے لئے رشد و ہدایت ہے ایک ہی وقت میں دلیل نبوت کی بھی واقفیت اور احکام شریعت کی بھی معرفت اور بایں ہمہ اختصار و ایجاز اتنا کہ اہل سنت کے کم عمر اور نوخیز بچے دو دو اڑھائی اڑھائی سال میں حفظ کر سکتے ہیں جبکہ پہلی کتابوں کا حفظ کرنا انبیاء کرام کا معجزہ ہوا کرتا تھا اور کسی امتی کو یہ طاقت نہیں ہوتی تھی کہ اسے حفظ کر سکے اسی لئے فرمایا انا اعطینک الکویتر ہم نے تمہیں صرف ایک کتاب ہی عطا نہیں فرمائی بلکہ خیر کثیر عطا فرمایا ہے۔

السابع: الکویتر (دین اسلام)

اس معنی کی بنا پر انا اعطینک الکویتر کا یہ مطلب ہو گا بے شک ہم نے آپ کو دین اسلام عطا فرمایا۔ اسلام ہی وہ دین ہے جو سب ادیان سے مکمل و اکمل ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ آیت کریمہ نازل فرما کر تکمیل دین کی بشارت دی اور فرمایا کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل فرمایا اور تم پر اپنی نعمت کو کامل و مکمل فرمایا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا۔ اسلام ہی راہِ راست ہے اور اسی پر چلنے سے نجات ہے ان الدین عند اللہ الاسلام "تحقیق دین حق تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے" ومن یتبع غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ" جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور ملت اور مذہب کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ہرگز قبول نہیں فرمائے گا" اس ہدایت کی وضاحت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والا دوزخ کا ایندھن ہو گا۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین ذلوا۔

الغیب لا اللہ ان اللہ عندہ علم الساعة۔ قل انما علمہا عندی یہ سب مفسرانہی میں اور ان میں پوپ کریم کے علم کی نفی نہیں بلکہ آپ کے توسل و توسط سے اولیاء کائین کے علوم کی بھی نفی نہیں۔ ثنائی الرسول ہونے کی بدولت انہیں بھی یہ علم نصیب ہو جاتے ہیں۔ وھذا من افادات استاذ العنماء الاعلام البحر الطمطم والحبر القم مقام الحاج علامۃ الزمان رئیس فن التدریس شمس فلک التحقیق والتدقیق مولانا عطا محمد دامت برکاتہم التزیل بمن دیال شریف۔

عہ کبیر قرطبی جمل مغیرہ

ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا۔ ہر انسان خسارہ میں ہے اور سرمایہ عمر کو
برباد کرنے والا ہے مواتے ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے دلوں کو نورِ تہدیق و ایمان سے منور
کر لیا اور اپنے ظاہر و باطن کو اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ سے مزین کر لیا۔ ان الانسان لفی
خسر الا الذین امنوا و عملوا الصالحات جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس
کے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی خلاف ورزی کی وہ گمراہ ہوا اور ضلالت و
غواہت کے گڑھے میں جا کر ان یعصوا اللہ ورسولہ فقد غوی۔

ان آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب ادیان و مذاہب اور شرائع و
طل میں سے پسندیدہ مذہب صرف اسلام ہے اس کا خلاف اللہ تعالیٰ کے ہاں نامقبول
مردود ہے۔ اس مذہب کو اپنانے سے ہی دنیا و آخرت کی بہتریاں اور بھلائیاں حاصل ہو سکتی
ہیں اور اس سے اعراض و رد گردانی دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی اور نصیبت و خسران کا
موجب ہے لہذا فرمایا کہ اسلام فقط ایک مسلک اور مذہب نہیں بلکہ خیر کثیر اور کوثر ہے
اور ہم نے آپ کو یہ خیر کثیر عطا فرمایا ہے انا اعطینک الکوثر۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادة ان لا اله
الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰة و ایتاء
الزکوٰة والحج و صوم رمضان متفق علیہ۔

” اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک لہ
ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسولِ خدا ہونے کی گواہی دینا۔ ۲۔ نماز
ادا کرنا۔ ۳۔ زکوٰۃ دینا اور مال میں فرض حصے ادا کرنا۔ ۴۔ بیت اللہ شریف کی
حج کرنا۔ ۵۔ رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت سے ثابت ہوا کہ قصرِ اسلام کی بنیاد ان پانچ
امور پر ہے اور جس شخص میں یہ پانچ موجود ہوں تو وہاں اسلام کی بنیاد ہی موجود نہیں باقی

عمل کس طرح تعمیر ہوگا؟ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام صرف ان عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ ایک ایسا دستور العمل ہے جو زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اصول و قوانین پر مشتمل ہے۔ یہ پانچ امور تو قصرِ اسلام کی بنیاد و اساس ہیں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الايمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان متفق عليه۔

”خاتم الانبياء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایمان و اسلام کے متر سے بھی زیادہ شعبے ہیں ان میں سے افضل توحید کی گواہی ہے اور سب سے آخری درجہ راستہ سے ایسی چیزوں کو دور کرنا ہے جو راہگیروں کو رنج اور تکلیف پہنچائیں اور شرم و حیا ایمان کے شعبوں میں سے ایک عظیم شعبہ ہے“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمؤمن من امنه الناس على دمائه وامله والمجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب (مشکوٰۃ)

کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور کامل مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے اموال اور خون میں مامون اور پر امن ہوں، کامل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تابعداری اور طاعت میں جہاد کھے اور کامل مہاجر وہ ہے جو اپنی خواہشات نفسانیہ گناہوں اور خطا کاریوں کو ترک کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا ايمان لمن لا امانة له ولا دين لمن لا عهد له رواه البيهقي

”جو امین نہیں اور درصغ امانت داری سے عاری ہے وہ ایماندار نہیں اور جو عہد و پیمان کو پورا نہیں کرتا وہ دین دار نہیں“

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سید اس دجان صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ افضل اعلیٰ درجہ ایمان کا کیا ہے تو آپ نے فرمایا ان تحب الله وتبغض الله وتعمل لسانك في ذكر الله قال ثم ماذا يا رسول الله قال ان تحب للناس ما تحب لنفسك وتكره لغير ما تكره لنفسك رواه احمد کسی سے محبت کرے تو محض اللہ کے لئے اور اپنی زبان کو ذکر الہی میں مشغول و معروض رکھے۔ حضرت معاذ نے عرض کیا اس کے بعد اور کیا ہے تو فرمایا کہ افضل درجہ ایمان کا یہ ہے کہ لوگوں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور لوگوں کے لئے وہی چیز پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن قیل من قال ان الذی لا یؤمن جو نہ ہو انفس متفق علیہ۔ بخدا مومن نہیں، بخدا مومن نہیں، بخدا مومن نہیں عرض کیا کیا کون فرمایا جس کے پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ نہ ہوں؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں نے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا لیس المؤمن بالذی تشبہ وجارہ جائع الی جنبہ وہ آدمی کامل مومن نہیں جس نے خود پیٹ بھر کر کھایا اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا بیٹھا ہو۔ عن نعيم الداری ان النبي صلى الله عليه وسلم قال الدين النصيحة ثلاثا فلنا ملنا من قال الله وكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم رواه مسلم۔ حضرت نسیم داری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا الدین النصیحة (دین نام ہے خلوص، بہر دی اور امداد خیر کا ہم نے عرض کیا کس کے لئے خلوص کو دین فرمایا گیا ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے حکام اور ان کے عوام کے لئے خلوص دین ہے اور اگر ان کے ساتھ خلوص قلب نہیں ہے تو دین نہیں ہے۔

اس حدیث پاک نے اپنی جامعیت کے لحاظ سے دین اسلام کے تمام شعبوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور دین کی تمام تر تفصیلات کو اگر اختصار کے ساتھ بیان کرنا ہو تو محبوب خدا کے کلمات جوامع میں سے صرف ایک کلمہ الدین النصیحت اس کے لئے کافی ہے۔ اس میں حقوق اللہ، حقوق الرسول، حقوق العباد، حقوق الکتاب اور حقوق الحکام سب آگئے، اعمال و ایمان بھی اس میں موجود، رسول امت کا تعلق، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اور مسلمانوں کا تعلق، حاکم اور محکوم کا تعلق، عوام مسلمانوں کے ساتھ تعلق بھی اسی ایک جملہ میں مذکور ہے اور ایمان اسلام کے متر سے زیادہ شعبے اسی ایک مقدس جملہ میں مذکور ہیں۔

الغرض اسلام نے دنیا و آخرت کی سعادات اور ان کے اسباب کو واضح فرمایا انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کو احسن طریقہ پر بیان فرمایا، تہذیب اخلاق، سیاست مدنیہ اور آداب حکومت کو روشن فرمایا، حاکم و محکوم، مالک و مملوک، خادم و مخدوم، والد و مولود، مربی و مرلوب کے حقوق کا تعین فرمایا، لین دین اور خرید و فروخت کے جائز و ناجائز طرق کو واضح فرمایا، غیر مسلم اقلیتوں کے تحفظ اور ان کی آزادی کے حدود، معاشرہ کی تباہی و بربادی کا سدباب اور اس جرم کے مرتکبین کی سزاؤں کو بیان فرمایا، تربیت جسم اور تزکیہ نفس و روح کا درس دیا۔ الغرض زندگی کے ہر پہلو پر اسلام نے روشنی ڈالی اور کفر و شرک، ظلم و ستم کو دنیا سے رخصت کیا اور اسے نور ایمان و معرفت اور ضیاء عدل و انصاف سے منور فرمایا، اعمال صالحہ، طاعات الہیہ سے اسے سرسبز و شاداب فرمایا، جب تک اسلام رہے گا دنیا رہے گی، جب یہ ختم ہو جائے گا دنیا بھی ختم ہو جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقوم الساعة الا على شرار الخلق وفي رواية لا تقوم الساعة على احد يقول الله الله (مشکوٰۃ) ”قیامت بدر دار، فساق اور بد معاش لوگوں پر قائم ہوگی، دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کسی ایسے فرد پر قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کرنے والا ہوگا یعنی مسلمان اور ایمان دار ہوگا۔“

چونکہ دنیا اور اہل دنیا کی آبادی بھی اسلام سے ہے اور اخروی ساری نعمتیں بھی اس کی بدولت ہیں لہذا اسلام محض ایک دین ہی نہیں بلکہ خیر کثیر ہے اسی لئے فرمایا

انا اعطيتك الكون

سوال: اللہ تعالیٰ نے بیشمار لوگوں کو دولتِ اسلام اور نورِ ایمان سے سرفراز فرمایا لہذا یہ مشترک انعام ہے اس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے لہذا صرف آپ کو خطاب کرتے ہوئے انا اعطینک الکوثر کیوں فرمایا؟

جواب: اگرچہ اسلام کے فوائد و منافع اور فیوض و برکات سے ہر ایک متمتع ہوا لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہی ہوا ہے لہذا دراصل یہ انہی کا مذہب و مسلک ہے اور انہی کے لئے یہ عطیہ ہے اور باقی سب انہی سے مستفید و مستفیض لہذا فرمایا انا اعطینک الکوثر۔

سوال: ہر دین و مذہب لوگوں کی بھلائی کے لئے تھا اور انبیاء کرام اس کی تبلیغ کے لئے تشریف لاتے رہے لیکن وہ کوثر نہ کہلائے اور صرف یہی دینِ اسلام ہی کوثر کہلایا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: دینِ اسلام ادیانِ سابقہ کی خوبیوں اور اچھائیوں کو جامع ہے اور جو امور نامکمل رہ گئے تھے ان کی تکمیل کر نیا لاس ہے اسی لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعثت لا تتم مکاسم الاخلاق (میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں تاکہ اخلاقِ کریمہ اور محاسنِ اعمال کی تکمیل و تمہیم کر دوں) اسی لئے دینِ اسلام نے پہلے سب ادیان کو منسوخ کر دیا نیز پہلے ادیان اور مذاہب خاص اقوام اور قبائل کے لئے تھے ان میں ہمہ گیری نہیں تھی اور دینِ اسلام کی دعوت عام ہے یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا "اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں" وما ارسلناک الا کافرا للناس بشیرا و نذیرا ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا "لیکن للعالمین نذیرا" تاکہ میرا محبوب سب جہان والوں کے لئے نذیر ہو "فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارسلت الی الخلق کافرا "میں سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں" نیز اسلام کے اصول اور احکام دائم و باقی ہیں اور یہ شریعت متغیر و متبدل نہیں ہو سکتی اور یہ قواعد و قوانین قیامت تک پیدا ہونے والے لوگوں اور ان کے جملہ احوال کو محیط

ہیں اور ہر ایک کا تفصیلی حکم اس شریعت میں موجود ہے لہذا مذہبِ اسلام ہی کو ثر
اور خیرِ کثیر ہے۔

تنبیہ

جب دینِ اسلام مکمل اور اکمل دین ہمارے پاس موجود ہے اور دنیا و آخرت
کی بھلائیوں پر مشتمل ہے۔ عبادات و اعتقادات، سیاسیات و معاملات کی تمام تفصیل
اس میں موجود ہیں تو اس کی موجودگی میں کسی اور دین و مذہب اور نظریہ حیات کی طرف
رغبت کسی مسلمان کو زیبا نہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان موسیٰ
حیا لہما وسعہ الا اتباعی اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع
کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا، گویا مذہبِ اسلام کی موجودگی میں دوسرا آسمانی مذہب بھی
قابلِ قبول نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی اور پیغمبر کی اتباع جائز نہیں تو
کسی دوسرے عام انسان کی اتباع اور اس کے نظریاتِ باطلہ کو اپنانا کس طرح جائز ہوگا؟
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو توراہ کے عالم تھے اور مذہبِ
یہودیت پر کاربند اور پھر دینِ اسلام میں داخل ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے
بہت بڑے اجر و انعام کا اعلان فرمایا، لیکن انہوں نے احکامِ اسلام میں سے ایک
حکم کی نظریاتی طور پر مخالفت کی اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے کہا کہ اونٹ کا گوشت دینِ
موسىٰ علیہ السلام میں حرام ہے اور دینِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مباح و حلال
ہے نہ فرماؤ واجب لہذا میں اسے نہیں کھاؤں گا تاکہ دینِ یہود کے لحاظ سے حرام
کام نہ کر بیٹھوں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی
الاسلم کا فترو لا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین
"اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم
پر نہ چلو بیشک وہ تمہارے لئے کھلا دشمن ہے"

وہ صحابی بھی ہیں ان کا مرتبہ سب امت سے افضل ہے جن کے متعلق حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تمس النار مسلما رافی اور ای من رافی جس
مسلمان نے میری زیارت کر لی یا میرے صحابی کی زیارت کر لی وہ دوزخ کی آگ میں نہیں چلیگا،
اور فرمایا کہ اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا راہِ خدا میں خرچ کرو تو وہ ان کے ایک سیرِ خوبکہ
ان کے نصف تک بھی نہیں پہنچے گا جو انہوں نے راہِ خدا میں خرچ کیا وغیرہ لیکن
محض ایک حکم میں کوتاہی کی ہے اور نظریہ و اعتقاد میں لچک پیدا کر دی ہے، دین
اسلام کے ساتھ دینِ یہود کو ملاسنے کی کوشش کی ہے حالانکہ کئی مسلمان ساری
زندگی اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے اور نہ انہیں کھانے کا موقع ملتا ہے نہ وہ گوشت
کھانا فرض ہے اور نہ واجب، محض مباح و حلال کے درجہ میں ہے، اس کو
احتیاطاً اپنے اوپر حرام کر لینے سے اس جلیل القدر صحابی کو حکم دیا جاتا ہے کہ
پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو،
جب تک اسلام کے ہر حلال کو حلال نہ سمجھو گے اور اسلام کے ہر حرام کو حرام
نہیں سمجھو گے اتنے وقت تک تمہارا اسلام مکمل نہیں ہے اور عقیدہ اسلام
کے برعکس یہود کے اعتقادات پر عمل و اتباع شیطان ہے اور شیطان کی
اتباع سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو وہ تمہارے لئے کھلا دشمن ہے۔

الثامن الکثیر (رفعت ذکر)

اس وقت آیت کریمہ کا معنی یہ ہو گا اسے محبوب کریم تم نے آپ کو
بلندی ذکر عطا کی اور آپ کے ذکر کو عام کیا، دنیا و آخرت میں، زمین و آسمان میں،
عالم علوی و سفلی میں، تمام انبیاء و رسل کی زبانوں پر، تمام امتوں اور آسمانی کتابوں
میں تمہارے ذکر کو عام کیا، فرشتے تمہاری یاد میں مصروف، انسان و جن تمہارے
لئے دعا گو، شجر و حجر، بحر و بر تمہاری طرح و ثنا میں مشغول، تمام جاندار حیوانات و
بہائم تمہارے ذکر میں رطب اللسان، تمام عالم میں کوئی ایسا مقام نہیں جہاں آپ کی

عہ کبیرہ قرطبی۔ ماوردی۔

یاد نہ ہو بلکہ لامکان میں بھی آپؐ کے تذکرے میں سے

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر

بول بلا ہے تیرا ذکر ہے ادخپا تیرا

ان الله وملتئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا
صلوا علیہ وسلم واطسلیما وہ کونسی کتاب ہے جس میں محبوب کے اوصاف و
کمالات اور ان کے حسن و جمال کا بیان نہیں الذین یتبعون الرسول النبی الامی
الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراة والانجیل جو لوگ اتباع کرتے ہیں
اس رسول کی جو امی ہیں اور جن کا تذکرہ وہ اپنی کتابوں توراة و انجیل میں پاتے ہیں، وہ
کونسا رسول ہے جس نے اپنی امت کو ان کے آنے کی بشارت نہیں دی، اور ان سے
ان کی اتباع کا عہد نہ لیا ہو۔ و مبشرا یرسول یاتی من بعدی اسمہ احمد
عیسے علیہ السلام نے کہا میں بشارت دینے والا ہوں اس رسول کریم کی جو میرے
بعد تشریف لائیں گے جن کا نام احمد ہے، وہ کونسی امت ہے جس نے ان کے نام
کا وسیلہ بارگاہ الہی میں پیش نہیں کیا، اوکانوا من قبل یستفتحون علی
الذین کفروا اہل کتاب ان کی آمد سے پہلے ان کے وسیلہ سے کفار پر فتح طلب
کیا کرتے تھے اور انہیں فتح نصیب ہوتی تھی، وہ کونسی امت ہے جو ان سے متعارف
نہیں اور ان کی علامات و آیات کو نہیں جانتی، یعرفونہ کما یعرفونہ ابناہم اہل
کتاب میرے محبوب کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں، دنیا سے
یہود و نصاریٰ کا وہ کونسا گروہ ہے جو ان کی انتظار میں نہیں اسی لئے فرمایا یا اہل
الکتب قد جاء کومر سولنا یمین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من
الکتاب ویعفو عن کثیرا۔ اس اہل کتاب ہمارے رسول تشریف لے آئے
جو تمہارے سامنے تمہاری کتابوں کے بہت سے حصے بیان فرماتے ہیں جن کو تم چھپاتے
تھے اور لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرتے تھے اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔

کائناتِ عالم میں ہر مقام پر حبیب کو الگ نام اور الگ صفت سے یاد کیا جاتا ہے

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل جنت کے نزدیک آپ کا نام عبد الکریم ہے، اہل نار کے نزدیک عبد الجبار، اہل عرش کے نزدیک عبد الحمید، ملائکہ کے نزدیک عبد المجید، انبیاء کے نزدیک عبد الوہاب، شیاطین کے نزدیک عبد القہار، اللہ تعالیٰ کے ہاں عبد الرحیم، پہاڑوں میں عبد الخالق، جنگلات اور خشکی میں عبد العتاد، سمندر میں عبد المہمین، مچھلیوں کے نزدیک عبد القدوس، کھڑے پتنگوں کے نزدیک عبد الغیاث، وحشی جانوروں کے نزدیک عبد الرزاق، درندوں کے نزدیک عبد السلام، چارپائیوں کے ہاں عبد المؤمن، پرندوں کی زبان پر عبد الغفار، تورات میں موز موز، انجیل میں طاب طاب، صحیف انبیاء کرام میں عاقب (آخری نبی) زبور شریف میں فاروق، اللہ تعالیٰ کے ہاں طاہر و نسیں اور مومنین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

الغرض سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی واسم گرامی ہر مخلوق کی زبان پر ہے، ہر مقام و مکان میں مختلف صفات سے مشہور و معروف اور ہر مخلوق ان کے ذکر اور یاد میں مصروف ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :-

عرش پہ تازہ چھڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگا تیسے تیری ہی داستان ہے

مرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰت والتسلیٰات کے نام نامی اور اسم گرامی کا پایہ عرش پر مکتوب ہونا اور حضرت آدم علیہ السلام کا اس اسم پاک کے توسل سے بارگاہ الہی میں دعا و مغفرت کرنا ہر ایک کو معلوم ہے، جنت کے ہر درخت اور درختوں کے ہر پتہ پر، جنتی برتنوں میں سے ہر برتن پر انکی مہر سیادت و رسالت کا ثبت ہونا مشہور و معروف ہے۔ شبہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جس آسمان میں لا الہ الا اللہ لکھا ہوا دیکھا تو ساتھی محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا بلکہ ابو بکر الصدیقؓ بھی مرقوم و منقوش دیکھا، اس طرح

کائناتِ سفلی میں بھی اس سیدِ کریم علیہ السلام کا ذکر پاک ہر اس مقام پر موجود ہے جہاں اللہ رب العزت کا ذکر ہے، جہاں قلمِ قدرت نے زمین کی کسی چیز پر اپنا نام لکھا ہے ساتھ ہی اپنے محبوب کا نام لکھا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں بروایت زہری تحریر فرمایا ہے کہ ایک قدیم پتھر پر عبرانی زبان میں باسحک اللہم جبار الحق من ربك بلسان عربی مبین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ خراسان میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کے پہلو پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، ہندوستان کے بعض علاقوں میں ایک ایسا پھول پیدا ہوتا ہے جس پر سفید خط سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوتا ہے۔

علامہ ابن مرزوق نے عبد اللہ بن صوفیان سے نقل کیا ہے کہ ہم بحرِ ہند میں کشتی پر سفر کر رہے تھے، تیز ہوا کے جھونکوں نے ہماری کشتی کو آگے نہ جانے دیا ناچار لنگر انداز ہو گئے۔ جزیرے کے کنارے پر اترے تو دیکھا کہ ایک سرخ رنگ کا انتہائی خوشبودار پھول ہے جس پر سفید خط سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ دوسرا پھول سفید ہے جس پر زرد رنگ کے خط سے براءۃ من الرحمن الرحیم الی جنت النعیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر کیا ہوا تھا۔

ابو عبد اللہ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں ہندوستان کے ایک قصبہ میں جسے عقیدہ "کہا جاتا ہے داخل ہوا۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت دیکھا جس پر بادام کی مانند پھل تھا جب چیلکا اتارا جاتا تو درمیان سے ایک سبز ورق نمودار ہوتا جس پر سرخ رنگ کے خط سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہوتا اور وہ لوگ اس درخت سے تبرک حاصل کرتے تھے، ہار شش کی دعا کرتے اور قحط سالی سے محفوظ رہتے۔ یعقوب صیاد سے منقول ہے کہ میں نے دریائے ابلہ پر شکار کھیلا تو دیکھا کہ جال میں ایک پھلی آئی جس کے دائیں پہلو پر لا الہ الا اللہ منقوش تھا اور بائیں پہلو پر

محمد رسول اللہ مرقوم تھا۔ بعض علاقوں میں ایک چوڑے پتوں والا درخت دیکھا گیا ہے جس کے پتوں پر قلم قدرت سے پیدائشی طوط پر تین سطریں بنی ہوئی تھیں۔ پہلی میں لا الہ الا اللہ، دوسری میں محمد رسول اللہ اور تیسری میں ان الدین عند اللہ الاسلام مکتوب ہوتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ جہاں بھی مالک ملک اور خالق کائنات کا نام نامی موجود ہے اس جیبِ کریم سید کائنات کا اسمِ گرامی بھی موجود ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کا ذکر اس طرح بلند کیا ہے کہ جب بھی میرا نام لیا جائے گا ساتھ ہی تیرا نام لیا جائیگا اذا ذکریت ذکریت معی (شفیعی)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید بیان فرمائی لا الہ الا اللہ تو ساتھ ہی اپنے محبوب کی رسالت کا ذکر فرمایا محمد رسول اللہ، مقامِ اطاعت میں ان کا نام اپنے نام کیساتھ ذکر کیا فرمایا ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فانا فوزا عظیما جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا وہ عظیم کامیابی سے سرفراز ہوگا۔ جہاں اپنی اطاعت کا حکم دیا ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول بلکہ فرمایا میرے رسول کی اطاعت میری اطاعت ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ، جہاں اپنی نافرمانی کے انجام کا ذکر فرمایا ساتھ ہی سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا انجام بھی واضح فرمایا من یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضللا مبینا "جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ واضح اور ظاہر گمراہی میں مبتلا ہوا" مقامِ انعام میں فرمایا اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ "جب آپ فرماتے تھے اس شخص سے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور آپ نے انعام فرمایا، مقامِ عطا میں فرمایا ولو انہم رضوا بما اتاہم اللہ ورسولہ کاشس کہ وہ پسند کرتے اس چیز کو جو انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی، ”غنا اور دولت مندی سے سرفرازی۔۔۔ موقع پر ارشاد فرمایا ان اغناہما اللہ ورسولہ من فضلہ“ ”غنی کیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے محبوب نے اپنے فضل سے“ ”طلب رخصت و تسلیم قضا کا درس دیتے ہوئے فرمایا اللہ ورسولہ احق ان یرضوہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے“ ”مقام بیعت میں فرمایا ان الذین ینبایعونک انہما ینبایعون اللہ ید اللہ فوق یدہما“ ”بے شک وہ لوگ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے“ ”کفار کو کنکریاں مارنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا وما یرامیت اذ یرامیت و لکن اللہ ساری“ ”اور نہیں مارا آپ نے جبکہ مارا آپ نے کفار کو لیکن اللہ تعالیٰ نے مارا“ ”آذان میں اشہدان لا الہ الا اللہ ہے تو ساتھ ہی اشہدان محمد رسول اللہ بھی موجود ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا

صمد اللہ اسم النبی الی اسمہ

اذ قال فی الخمس المؤذن اشہد

”اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے کیونکہ مؤذن پانچوں وقت کی آذان میں اشہدان لا الہ الا اللہ بھی کہتا ہے اور اشہد ان محمد رسول اللہ بھی کہتا ہے“

نماز جو کہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت ہے اس کے تشہد میں التہیات اللہ والصلوات والطیبات کے ساتھ ہی السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا لفظ نماز میں کسی کے سلام کا جواب دینا یا سلام کہنا زبان سے ہو یا اشارہ سے، وہ نماز کے لئے مفید ہے لیکن جب تک محبوب خدا علیہ النعمۃ والمثنا پر درود و سلام نہ بھیجا جائے تو نماز مکمل نہ ہوگی بلکہ واجب الاعادہ ہوگی کیونکہ تشہد آخری عبدہ ورسولہ تک پڑھنا واجب ہے اور ترک واجب سے نماز نامکمل واجب الاعادہ ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ جہاں بھی اللہ کریم کا ذکر پاک ہے اس کے حبیب پاک کا ذکر بھی ہے

حتیٰ کہ نہ از جیبی خالص عبادت بھی اس عظیم و جلیل رسول کریم کے ذکر سے خالی نہیں بلکہ صرف ذکر پر اکتفا نہیں کیا گیا ان کی ذات والاصفات کو خطاب کرنا اور ان پر سلام بھیجنا لازم کیا گیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے

میں کہ :

در کلام بعض عرفاء واقع شدہ کہ خطاب از مصلیٰ بلا حفظ شہود روح مقدس آنحضرت و سر بیان روح دسے در زرار می موجودات خصوصاً در ارواح مصلین است و بالجملہ دریں حالت اگر شہود وجود حضور آنحضرت غافل و ذاہل نباید بود بامید ورود فیوض از روح پر فتوح دسے صلے اللہ علیہ وسلم۔

”بعض عارفین کی کلام میں مذکور ہے کہ نمازی ”السلام علیک“ میں خطاب کرتے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روح مقدس کے شہود و حضور اور ہر ذرہ موجودات میں علی الخصوص نمازیوں کے ارواح میں ان کے سر بیان و نفوذ کا لحاظ رکھے مختصر یہ کہ اس حالت خطاب اور شہد میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود و حضور سے غافل و ذاہل نہیں ہونا چاہئے اس امید کے ساتھ کہ ان کے روح مقدس منبع جود و عطا سے فیوض و برکات کا درود و نزول ہوگا“

سید العارفین امام الواصلین حضرت شیخ عبدالکریم الجیلی قدس سرہ العزیز

فرماتے ہیں :-

کن فی حال ذکرک لہ علیہ السلام کانک بین یدیه فی حیاتیہ
متادیا بالاجلال والتعظیم والہیۃ والحیاء فانه براءک وسمعک
کلما ذکرته لانه منصف بصفات اللہ واللہ حلیم من ذکرہ
فللنبی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب وافر من ہذہ الصفۃ
ولو کنت متکلفا مستحصرا فعن قلبی یتالف روحک
فیحضرک عیاناً تجده و تحدثہ و تخاطبه فیحیبک و یجدنک

وینخاطبک فتفونن بدس جة الصابة رضوان الله عنہم۔

اس کا ترجمہ شیخ محقق محدث دہلوی نے مدارج النبوت جلد ثانی تکملہ در صفات کاملہ کے صلی اللہ علیہ وسلم بزبان عرفا میں درج فرمایا ہے عبارت ملاحظہ ہو:-

درود بفرست بر دے صلی اللہ علیہ وسلم گویا کہ مے بینی اور امتاوب با جلال و تعظیم بدانکہ دے صلی اللہ علیہ وسلم کے بیند ترا وئی شنود کلام ترا زیرا کہ دے صلی اللہ علیہ وسلم متصف است بصفات الہیہ دیکے از صفات الہیہ آنست انا

جلسہ میں ذکر فی الخ

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور درود و سلام کے وقت آدمی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ گویا میں ظاہری زندگی پاک میں ان کے سامنے ہوں ادب کے ساتھ ان کی جلالت شان اور عظمت و ہیبت کو مد نظر رکھتے ہوئے یقیناً وہ مجھے دیکھتے ہیں اور جب بھی تو انہیں یاد کرتا ہے وہ تیری کلام کو سنتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہیں اور ان صفات جلیلیہ میں سے ایک یہ بھی ہے انا جلسہ میں ذکر فی الخ میں اس کا ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے (لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس صفت و مرتبہ سے وافر حصہ مرحمت ہوا ہے اور وہ اپنے یاد کرنے والے کے ہمنشین ہیں اور اگرچہ ابتداء میں تکلیف کے ساتھ اس ذات والا صفات کی صورت کا استحضار کرنا پڑیگا لیکن بہت جلد تیری روح ان سے مانوس ہو جائے گی اور ان کی ذات اقدس تیری آنکھوں کے سامنے ہوگی، تو ان سے بلا حجاب ہم کلام ہوگا اور درجہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر فائز ہوگا۔

مدارج النبوت جلد اول میں محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

وصاحب مواہب لدنیہ بر طریقہ اہل معرفت گفتہ کہ مصلیاں چوں بہ التیات استفتاح باب سکوت کردند اذن کردہ شد مرا ایشاں را بدخول در حریم حرم عزت الہی تبارک و تعالیٰ پس روشن گشت دیدہ بصیرت ایشاں و آگاہ شدند و در یافتند کہ آن بوساطت نبی الرحمت و برکت متابعت اوست پس حاضر یافتند حبیب را در حریم حبیب پس اقبال کردند بر دے و گفتند السلام علیک ایہا

النبي ورحمة الله وبركاته وبعض ارباب تحقيق گفته اند ایں خطاب باعتبار مریبان حقیقت محمدیہ است در ذرات موجودات و حضور اوست در باطن عبد ،

صاحب مواہب لدنیہ نے اہل معرفت کے انداز میں فرمایا کہ جب نمازیوں نے التمجیبات لله والفضلوات والطیبات کے تحفے لیکر ملکوت کی حدود پار کر کے بارگاہ الہیہ کے اندر قدم رکھے تو انہیں حریم قدس میں داخل ہونے کا اذن مل گیا اور وہاں پہنچ کر ان کے دیدہ بصیرت اور نظر فراست نے جان لیا کہ سب عروج و وصول صرف محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بدولت ہے پس حبیب کو بارگاہ حبیب میں حاضر پایا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمة الله وبرکاته اور بعض محققین نے فرمایا کہ یہ خطاب حقیقت محمدیہ کے ہر ذرۃ موجودات میں موجود ہونے اور باطن عبد میں حاضر ہونے کی وجہ سے ہے۔

امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں (جلد اول باب چہارم فصل سوم) واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیک ایہا النبی ورحمة الله وبرکاته یعنی بوقت سلام نبی الانبیاء کی ذات مقدسہ کو اپنے دل میں حاضر کر کے سلام پیش کرو وکذا فی المفاہیہ شرح المشکوٰۃ لملا علی قاری ومنتار میں ہے ویقصد بالفاظ التشهد الا نشاء کانه یحیی علی اللہ ویسلم علی نبیہ بنفسہ ای لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج شامی۔ "تشهد اور سلام کے الفاظ میں انشاء کا قصد و ارادہ کرے گویا کہ وہ خود اپنی طرف سے توحید و رسالت کی شہادت اور بارگاہ رسالت پناہ میں پدیرے سلام عرض کر رہا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ محض معراج میں جو کچھ واقع ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جو تحفے پیش کئے

انہیں کی حکایت و خبر کا ارادہ نہ کرے۔

عہ ائمہ دین، محدثین و عارفین کے ارشادات آپ نے ملاحظہ فرمائے اب ذرا امام دیوبندیہ مولانا محمد اسماعیل صاحب صراطِ مستقیم کی تصوف و معرفت سے بھرپور اور توجید باری سے معمور عبارت ملاحظہ فرمادیں اور مراتبِ عرفان و وصول میں تعادلات کا مشاہدہ فرمادیں۔ فرماتے ہیں:-

در حالت نماز از دوسوہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آل از معظمین گورسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاو و خمر خود است زنا کے دوسوہ سے اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ پیر و مرشد یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں اپنی ہمت و توجہ کو لگانا اپنے گدھے اور بیل کی صورت میں مستغرق اور گم ہو جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔

کوئی اس فاضل محدث سے پوچھے کہ جب ہم السلام علیک ایہا النبی رحمت اللہ وبرکاتہ پڑھیں گے اللہم صل علی محمد و علی آل محمد پڑھیں گے تو کس کی توجہ سرورِ عالم کی طرف نہ ہوگی۔ جب قل هو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس پڑھیں گے تو کلمہ قل کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ہمیں کیسے آئے گا۔ نیز قرآن کریم میں سینکڑوں آیات اس سید السادات کی بلندی و برتری اور عظمت و جلالت کی قصیدہ خواں ہیں تو وہاں تصورِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کے بغیر ان کی تلاوت کیسے ممکن ہوگی نیز قیام و قعود، رکوع و سجود، قرأت و شہد اور تحریم و تسلیم میں سنت خیر الوری علیہ السلام کو ملحوظ نہ رکھنا کیسے جائز ہوگا؟

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ نبی الرحمة صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ذکر ہی نہیں

صحابہ کرام کی مادری زبان عربی، قرآن کریم عربی۔ وہ ہر لفظ کا معنی و مفہوم جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب نے یہ جانتے ہوئے کہ ان آیات کی تلاوت سے اور شہد اسلام سے ان کی توجہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منعطف ہوگی اس سے منع نہ فرمایا! بلکہ آپ ہی نے نماز پڑھنے کا اور شہد اسلام اور درود و سلام پڑھنے کا حکم فرمایا۔ تو اس کا مطلب یہ نکلے گا (نحوہ بالذکر کہ وہ ذات اقدس جو دنیا سے کفر و شرک کی جڑیں اکھیرنے کے لئے تشریف لائے اور کفر و الحاد کی ظلمتوں کو نور اسلام سے کانور کرنے کے لئے مبعوث ہوئے اور صحابہ کرام جنہوں نے اسلام پر جان و مال اور اولاد کو بھی قربان کر دیا وہ بھی اس درجہ توحید کو نہ سمجھ سکے ع

بریں عقل و دانش بسا بد گریست

اس علامہ کے نزدیک تصور و خیال ممنوع و حرام ہے لیکن صحابہ کرام حالت

نماز میں کھڑے ہوئے تھے اور نظریں اس حسن خدا نما پر جمی ہوئی تھیں اور نگاہیں آئینہ حق نما سے تجلیات الہیہ کا نظارہ کر رہی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نماز میں مشغول تھے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ اچانک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریف کا پردہ اٹھایا اور اپنے غلاموں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، مسکرائے اور خوشی میں ہنسے۔ ابو بکر صدیق اس خیال سے کہ حضور خود تشریف لاتے ہیں پیچھے ہٹے تاکہ صف کے ساتھ مل جائیں وہم المسلمون ان یفتتنوا فی صلاتہم فرما رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاشارا لہم بیدہ رسول اللہ ان اتوا صلا تکم ثم دخل الحجرۃ و ارضی السیتر بخاری ص ۱۱۱) اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور

بلکہ انہیں سلام دینا واجب، ان پر درود بھیجنا لازم اور ان کی ذاتِ عالیہ کو خطاب کرنا

دیدار کی خوشی میں نماز کو توڑ دیں تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز کو
درا کر دو۔ پھر آپ حجرہ مقدس میں تشریف لے گئے۔

بخاری تشریف کی یہ روایت صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی
اللہ عنہم شوق دیدار میں قریب تھا کہ نماز کو توڑ بیٹھتے اور اگر آپ اشارے سے
تمام کا حکم نہ فرماتے تو نماز مکمل نہ ہو سکتی۔ وہ حجرہ اقدس جہاں ایامِ عجلالت میں
مخصوص تشریف رکھتے تھے وہی آج گنبدِ خضریٰ کے روپ میں قبلہ اہل ایمان د
صیرت بنا ہوا ہے اور مرکزِ تجلیات بنا ہوا ہے۔ وہ مسجد کے قبلہ والی جانب
ہیں بلکہ مشرقی جانب ہے تو اس جانب سے حضور کا دیکھنا التفاتِ نظر بلکہ
ہر دل کو قبلہ سے پھیرے بغیر ممکن نہیں اور پھر آپ کے اشارہ کو دیکھنا اور سمجھنا
خیر اس کے متصور نہیں ہو سکتا کہ سب پر ڈانوں کی نظریں اس شمع نبوت پر لگی
دئی ہوں نیز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلائے امت سے امام الانبیاء والمرسلین علیہ
سلام کے لئے چمچے بیٹھے لیکن کسی کی نماز میں کوئی خلل پیدا نہ ہوا، نہ حضور نے انہیں نئے
سر سے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اور عارفین کاملین اپنی نمازوں میں ان کی ذات کو مشاہدہ
فرمانے کے بعد ہدیہ سلام دنیا عرض کرتے ہیں اور بارگاہِ قدس کے حریم ناز میں حبیب
و حبیب کی بارگاہ میں دیکھ کر نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرتے ہیں لہذا ان کی نمازوں
میں خلل پیدا بھی نہیں ہوتا اور عوام کو بھی اس حرمِ حریم قدس تک داخل ہونے کا طریقہ
ہی بتلایا ہے تاکہ وہ بھی ان کے حضور و دھول سے مشرف ہو سکیں لیکن شیخ نجدی کو دیکھنے
بہودیوں کے معبود بیل کے تصور کو تو اچھا جانے اور محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے تصور کو بدرجہا بدتر کہے۔ نماز میں گڑھے کی صورت بمع تمام اجزاء و اعضاء کے
دانشین ہو جائے تو نماز کامل تر ہو جائے گی لیکن آئینہ ذات و صفاتِ حق، منظر
النوارِ الہی کی صورتِ خدا نما اس کی نماز کو فاسد کر دے گی۔

اور انہیں اپنے سامنے موجود ماننا، ان کی حقیقت کو اپنی ذاتوں میں موجود مان کر سلام دینا

تنبیہ اول :- امام موحدین نے اپنے اس قولِ باطل کی توجیہ یہ پیش کی ہے۔ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل سے چٹ جاتا ہے۔ بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم اور غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ صراطِ مستقیم ص ۱۳۶،

لیکن ہر ذی عقل و شعور جانتا ہے کہ یہ توجیہ انتہائی لغو و بیہودہ ہے کیونکہ تصورِ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو تعظیم دل میں پیدا ہوگی وہ خلیفہ و نائبِ خدا نبی مصطفیٰ اور رسولِ مجتبیٰ ہونے کے لحاظ سے ہے یا خدا اور مالک و خالق اور معبود و سجد ہونے کے لحاظ سے دوسری شق ہر حالت میں شرک ہے نماز میں یہ خیال ہو یا اس سے خارج، اور شقِ اول فرضِ عین ہے اور علامتِ ایمان و اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب**، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور آیاتِ قدرت کی تعظیم کرتا ہے تو یہ قلبی تقویٰ ہے اور خدا خوفی کی علامت ہے **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلیٰ** "مقامِ ابراہیم کو اپنی جائے نماز بناؤ"، حالتِ نماز میں اس مقام سے یمن و برکت حاصل کرنا خیالِ شاملِ حال ہو گا اور اس کی تعظیم بھی، نیز کعبہ کی طرف متکرنا اور نماز میں اس طرف متوجہ ہونا اس کی تعظیم ہے لیکن اس سے شرک و کفر لازم نہیں آتا، کیا صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہی تکمیلِ نماز میں خلل انداز ہے؟

نعوذ باللہ من ذلک۔

نیز ان کی عظمت و جلالتِ شان کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے اور صف میں کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت نے فرمایا بھی تھا ان امکت مکانک اپنی جگہ پر کھڑے رہو لیکن انہوں نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد عرض کیا ماکان لابن ابی قحافة

ضروری ہے تو جب نماز جیسی مخصوص عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر محبوب کے ذکر

ان یصلیٰ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو تمّانہ کے بیٹے کو یہ لائق نہیں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تعظیم محبوب کے لئے مصیلتے چھوڑ کر پیچھے ہٹ آنا بھی نماز کے لئے مفسد تھا اور کیا یہ تعظیم و تجلیل بھی شرک کی طرف کھینچ کر لے جانوالی تھی جبکہ بقول انور شاہ صاحب محدث دیوبند حضرت صدیق اکبر فاتحہ شریف پڑھ لینے کے بعد آنحضرت کی توقیر کی خاطر پیچھے ہٹ آئے اور آنحضرت نے قرأت وہیں سے شروع فرمائی جہاں پر صدیق اکبر نے چھوڑی تھی۔ اور بقول انور شاہ مرحوم یہ روایت گیارہ کتب حدیث میں انہوں نے دیکھی ہے و وجدت هذا الحدیث فی احد عشر کتابا (عون شہداء جداول منک) اگر تعظیم و توقیر حالت نماز میں موجب شرک یا فساد نماز ہوتی تو یقیناً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس سے منع فرماتے اور نماز لوٹانے کا حکم دیتے۔

بخاری شریف کی اس صحیح روایت نے جسے سہل بن سعد ساعدی نے نقل کیا اور گیارہ کتب حدیث میں اس روایت کا موجود ہونا وہ قابل تشکیک ثبوت ہے اور ناقابل تردید حقیقت ہے جس نے حالت نماز میں تعظیم و توقیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز کو اظہر من الشمس کر دیا ہے۔

نیز رئیس الموعودین تو خیال مصطفیٰ کو موجب شرک بتاتے ہیں حالانکہ مولانا مرتضیٰ شیر خدارضی اللہ عنہ نے نماز عصر ہی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر قربان کر دی حالانکہ وہ بڑی موکد نماز ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین۔ سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً صلوة عصر کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خضوع و خشوع کے ساتھ قیام کرو۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے نماز کو بالکل ترک فرما دیا اور حبیب خدا

سے الگ نہیں پایا گیا تو پھر اور کونسا مقام فیض و کرم اور محلِ لطف و عنایت ہوگا

علیہ السلام کے آرام میں غلیل نہ پڑنے دیا۔ نیز نماز سے بھی حفظِ جان اہم فریضہ ہے اور جہاں جان کا خطرہ ہو اس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا منع ہے لیکن پروانہ شمع نبوت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کو بھی ان کے آرام پر قربان کر دیا اور سانپ کے زہر کو برداشت کر لیا لیکن سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار نہ کیا، امام اہل سنت نے فرمایا ہے

مولا علی نے داری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان ان پہ سے چکے
اور حفظِ جان تو جانِ فروغِ غر کی ہے
ہاں تو نے ان جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

اگر اس موحد کے دیدہ بصیرت کو بغض و عناد نے نابینا نہ کر دیا ہوتا تو کتبِ حدیث میں انہیں یہ بھی نظر آجاتا کہ اگر آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ کا رسولِ ظہن اس وقت میں یاد فرمائے تو نماز کو چھوڑ دینا اور انکی خدمت میں حاضری دینا لازم ہے۔

حضرت سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشکوٰۃ شریف میں بصراحت مذکور ہے کہ وہ نماز میں مشغول تھے فخر بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا تو بڑی تیزی سے نماز کو مکمل کر کے آپ کی بارگاہ حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا اتنی دیر کیوں لگائی تو عرض کیا انی کنت اصلی میں نماز پڑھ رہا تھا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یقل اللہ استجبوا للذی وللرسول اذا دعاکم کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول تمہیں بلائیں فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو جایا

جس میں محبوب کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ نہ ہو۔

کرد۔ اس حدیث پاک اور آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نماز کو وہیں چھوڑ دینا اور بارگاہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو جانا لازم ہے چہ جائیکہ ان کا خیال پاک نماز میں خلل انداز ہو یا باعث شرک و کفر، انہیں کون سمجھائے کہ تعظیم اور چیز ہے اور عبادت اور چیز، عبادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور ماسوا کی عبادت جائز نہیں، ہاں عبادت خدا تعالیٰ کو عظمت مصطفیٰ پر قربان کیا جاسکتا ہے بلکہ فرض عین ہے۔

اب ذرا محدثین و مفسرین کی تصریحات بھی دیکھ لیجئے اور اس خانہ ساز توحید کی حقیقت بھی جان لیجئے۔ ملا علی قاری قدس سرہ فرماتے ہیں :-

دل الحدیث علی ان اجابة الرسول علیہ السلام لا تبطل الصلوة كما ان خطابه بقولك السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته قال البيضاوي اختلف فيه فقيل هذا لان اجابته عليه السلام لا يقطع الصلوة فان الصلوة ايضا اجابة وقيل ان دعاءه كان لا امر لا يحتمل التأخير وللمصلين ان يقطع الصلوة لمثله وظاهرا للحدیث محتمل الاول۔

” اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نماز چھوڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہونا نماز کو نہیں توڑتا جس طرح کہ آپ کو سلام دینا، علامہ بیضاوی نے فرمایا اس میں اختلاف ہے کہ نماز کو چھوڑ کر نبی العالم کی خدمت میں حاضر ہونا کیوں ضروری تھا بعض نے کہا کہ ان کی خدمت میں حاضری نماز کو باطل نہیں کرتی کیونکہ نماز بھی تو انہی کے حکم کی تکمیل ہے اور بعض نے کہا کہ آپ نے ایک ضروری کام کے لئے بلایا تھا جس میں تاخیر کی گنجائش نہیں تھی اور نمازی ایسے معاملات میں نماز کو

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

قطع کر سکتا ہے لیکن ظاہر حدیث و جہاد اول کئے مناسب ہے۔
 وجہ یہ ہے کہ آپ نے انہیں سورہ فہاتحہ کی تعلیم کے لئے بلایا تھا
 اور اس میں تاخیر بھی ہو سکتی تھی نیز آپ نے تاخیر کے ممنوع ہونے پر قرآن پاک
 کی اس آیت کو دلیل بنایا جس میں مطلقاً ہر حکم کی تعمیل کے لئے فوراً حاضر ہونا لازمی
 قرار دیا گیا ہے۔

اس حدیث پاک آیت کریمہ اور تفسیر مجتہدین و مفسرین سے معلوم ہوا کہ
 نماز کو چھوڑ کر رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دینا، ان کے ساتھ
 کلام کرنا، ان کے احکام کو بجالانا نماز میں کسی قسم کا خلل پیدا نہیں کرتا اور جہاں
 نماز چھوڑ کر جائے وہیں سے آکر شروع کرے کیونکہ نماز بھی انہی کے حکم کی
 تعمیل ہے۔ اور کلام کی ہے تو اس ذات مقدس سے جن پر سلام دینا ضروری ہے
 اور منہ پھیرا قبلہ سے تو متوجہ ہوا اس ذات کی طرف جو قبلہ کا بھی قبلہ ہے۔

اب مولانا محمد اسماعیل صاحب سے وہی کچھ عرض کرنا ہی کافی ہو گا جو علامہ

اقبال مرحوم نے مولانا حسین احمد صاحب مدنی کو فرمایا تھا ہے

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

محمد عربی کا پروئے ہر دوسرا ست

کسے کہ خاکِ درش نیست خاکِ بر سراد

تنبیہ ثانی :-

بعض حضرات نے اس عبارت سرِ ابعادوت و شقاوت کی توجیہ یہ کی ہے کہ

اعلیٰ مقام عبودیت و عبادت یہ ہے کہ بندہ کل ماسوی اللہ سے حتیٰ کہ اپنی ذات و صفات

اور اپنی عبادت وغیرہ سے بھی بے خبر ہو چہ جائیکہ کسی ولی و مرشد یا رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا اے عبداللہ شیب کے یہود کے عالم تمہی ہو؟ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ!

کا تصور و خیال اس کو ہو لیکن ذرا غور تو فرمائیے کہ جن کی عبارت میں تصوف کا یہ بلند ترین مقام درج کرنے کی سعی لا حاصل کی جا رہی ہے وہ تو فرماتے ہیں کہ زنا کے خیال سے بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور مقربانِ بارگاہِ خداوندی کی طرف توجہ پھیرنے سے اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں گم ہو جانا بہتر ہے۔

کیا اس فتنائی اللہ کے مقام میں بھی زنا کا خیال آسکتا ہے؟ اور کیا وہاں گدھے اور بیل کے خیال کی گنجائش ممکن ہے نیز یہ مقام تو استغراق اور فنا فی اللہ کا ہے اور اپنے آپ سے بے خبر ہونے کا اور صاحبِ صراطِ مستقیم تو گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہونے کو بہتر فرما رہے ہیں نیز کیا ان امور میں اتنی جاذبت اور کشش موجود ہے کہ مقامِ فنا فی اللہ تک پہنچا ہوا عبد بھی ہر ماسوی اللہ سے بے خبر ہو سکتا ہے لیکن ان سے نہیں ہو سکتا، سچ ہے کہ ایک جھوٹ اور غلطی کو چھپانے کے لئے ہزار جھوٹ بولنا پڑتا ہے لیکن وہ پھر بھی چھپ نہیں سکتا، امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

تو گھٹانے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا

جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

تنبیہ ثالث۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں السلام علیک ایہا النبی کے الفاظ نبی کریم کی ظاہری زندگی میں محققے بعد میں انہیں بدل کر السلام علی النبی کہا جاتا تھا لہذا نماز میں خطاب کرنا لازم نہیں آئے گا۔ تو اس شبہ کے جواب میں اولاً تو یہ گزارش ہے کہ ہماری تحریرات سے روزِ روشن کی واضح ہے کہ محدثین و عارفین اور نقباء کرام نے

میں ہی ان کا عالم ہوں۔ فرمایا میں تجھے اس خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جس نے تورات کو نازل

السلام علیک ایہا النبی کے الفاظِ خطاب ذکر فرمائے اور اس کی وجوہ بیان فرمائیں نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی الفاظ ہی تعلیم فرمائے من جلس فی الصلوٰۃ فلیقل السلام علیک ایہا النبی ”جو بھی نماز میں بیٹھے تو السلام علیک ایہا النبی کہے“ اس میں یہ تخصیص نہیں فرمائی گئی کہ میری ظاہری زندگی میں اس طرح کہنا پھر بدل دینا۔

ثانیاً اگر ظاہری حیاتِ طیبہ میں ہی الفاظِ خطاب استعمال کئے گئے ہوں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ صحابہ کرام ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے، کوئی بھی صحابی سفر و حضر میں، جنگ و صلح میں کبھی آپ سے الگ نہیں ہوا اور اگر واقعہ اس کے خلاف ہے، صحابہ کرام مکہ شریف، طائف شریف، خیبر وغیرہ کے علاقوں میں رہائش پذیر تھے، تجارت میں، جہاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ دور دراز علاقوں میں ہوتے تھے

اور نماز میں السلام علیک ایہا النبی ہی پڑھا کرتے تھے، تو کیا ان کی نمازیں نعوذ باللہ فاسد ہوتی رہیں اور یہ خطاب اور تصور و توجہ انہیں شرک کی طرف کھینچ کر لیجاتے تھے، نہ انہوں نے ان الفاظ کو ترک فرمایا نہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناز

نے دور دراز علاقوں میں رہنے والوں کو ان الفاظِ خطاب سے منع فرمایا، نہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر متنبہ فرمایا، تو کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم اس شرک پر راضی ہو گئے تھے! ع بریں عقل و دانش بیاید گر لیت

ثالثاً ہماری کلام تصور محبوب اور نماز میں ان کی طرف رغبت والتفات میں ہے اور السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں بھی یہ التفات توجہ اور کشش و جذب لازم آتے ہیں جیسا کہ التحیات لله والصلوات والطیبات

فرمایا کیا تو نے میرے اوصاف و کمالات میرے نبی ہونے کے دلائل و آیات تورات میں پڑھے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا ہے یا ایہا النبی! ما ارسلناک شاہداً و مبشراً و نذیراً و حرزاً للامیین انت عبدی و رسولی سمیتک المتوکل لست بفظ و لا غلیظ و لا صخاب فی الاسواق و لا یجزئی السیئة بالسیئة و لکن یعفو و ینسئ و لن یقبضہ اللہ حتی یتقیم بہ الملة العوجاء بان یقول لا الہ الا اللہ فیفتحہ بہ اعیننا عمیا و اذا ناصمنا و قلوبنا غلفاً

* سے نبی ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا اور ان حالیکہ آپ شاہد ہیں اور بشیر و نذیر، امیوں کے لئے پناہ و آمر، تم میرے بندے اور رسول ہو، میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے، نہ آپ سخت گو ہیں اور نہ ہی سخت دل اور نہ بازاروں میں آوارہ لوگوں کی طرح

میں صیغہ خطاب موجود نہیں لیکن ذات باری تعالیٰ کا تصور و خیال لامحالہ آئے گا، نیز یہ کہنا کہ ہر آدمی عربی زبان سے واقف نہیں تاکہ ہر ایک کو بوقت سلام نصیبی ہو تو ہم عرض کرتے ہیں کہ جو لوگ عربی جانتے ہیں ان کے متعلق حکم کیا ہوگا؟ کیا نماز صرف عربی سے ناواقف لوگوں پر فرض ہے؟ کیا صحابہ کرام، تابعین، علماء و ائمہ دین تمام کی نمازیں بالکل باطل و فاسد ہوں گی۔ نیز عوام کی وہ نماز جس میں ان کو یہ پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ثنا کر رہے ہیں یا گستاخی دے رہے ادبی، اسے عطا و بخشش کی درخواست پیش کر رہے ہیں یا اپنے فضل و کرم کو رد کرنے کی صحیح معنوں میں نماز کہلا سکتی ہے؟ بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دین کے فرائض و واجبات، حلال و حرام، جائز و ناجائز کی ضروری تعلیم حاصل کرے۔

تمت المحاشیة

شور کر نیوالے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگزر اور بخشش و چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان کی روح پاک کو قبض نہیں فرمائیں گا جب تک ان کی بددلت کج رو اور ناراستی پر کار بندامت کو راہِ راست پر نہ لے آئے وہ لا الہ الا اللہ کا اعلان فرمائیں گے پس اس کے ذریعہ نابینا آنکھوں کو بینا اور روشن فرمادیں گے، بندگانوں کو کھولیں گے اور کفر و شرک کے پردوں میں محجوب دلوں کو منور کریں گے اور پاک و صاف۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار سے پوچھا تورات میں ہمارے آقا کے متعلق کیا کچھ لکھا ہے تو انہوں نے کہا تورات میں ہے محمد بن عبد اللہ عبدی المختار مولدہ بمکہ ماہجرہ بالمدينة و ملکہ بالسنام "محمد بن عبد اللہ میرے مختار بندے ہیں جن کی جائے ولادت اور مقامِ پیدائش مکہ شریف ہے اور مقامِ ہجرت مدینہ طیبہ اور مقامِ سلطنت ملکِ شام ہے۔"

ایک اور مقام پر تورات میں مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے کوہِ سینا سے تجلی فرمائی اور کوہِ ساعیر سے اپنی تابانیاں دکھلائیں اور کوہِ فاراں سے خود آشکارا ہوا، کوہِ فاراں میں ہی وہ غارِ حرا ہے جس سے ہادی عرب و عجم اتر کر قومِ کیطرف تشریف لائے اور کلامِ الہی کا نسخہ کیمیا انہیں عطا کر کے ان کے قلوب کی ماہیت کو بدل کر رکھ دیا۔

یوحنا اپنی انجیل میں کہتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا میں اپنے رب تعالیٰ سے درخواست کروں گا کہ تمہیں ایک ایسا فارقلیط یعنی حامد و مخلص رسول عطا فرمائے جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے، وہ روحِ حق ہیں اور تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیں گے۔

انجیل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرو اور ان کے ساتھ ایسا ن لاؤ

اور اپنی امت کو بھی فرماؤ کہ ان میں سے جو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاسٹ وہ ان کے ساتھ ایمان لائے۔ اسے مریم بتول کے بیٹے یقین کر دو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا کرتا اور بہشت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ جب میں نے عرش کو پیدا کیا تو وہ مضطرب تھا، جب میں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھوایا تو وہ کنٹن مطلق ہو گیا۔

تورات منسے علیہ السلام کے سفرِ خاص میں ہے کہ پروردگار جل و علا تیرے بھائیوں میں سے بنی اسرائیل کے لئے ایک نبی پیدا فرمائے گا اور اپنی کلام ان کی زبان پر جاری فرمائے گا۔ سبحان اللہ! اس نبی امی کے قرآنِ صداقت نشان نے اس غیبی خبر کو کس طرح سچ کر دکھایا اور فرمایا وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی صرف یہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کا تذکرہ کتبِ سابقہ میں موجود تھا بلکہ آپ کی جائے ولادت اور دارِ ہجرت کی پوری تفصیلات اہل کتاب کو معلوم تھیں اور آنحضرت کا علیہ مبارک اور شبیہ مبارک ان کے پاس موجود تھی۔

تفسیر ابن کثیر اور مدارج النبوت میں حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور مکہ مکرمہ میں ان کے دعویٰ نبوت کا چرچا ہوا۔ میں بغرض تجارت بصری پہنچا۔ نصاریٰ کی ایک جماعت نے مجھ سے دریافت کیا کہ تو حرم شریف سے آرہا ہے؟ تو میں نے کہا ہاں! انہوں نے پوچھا کہ تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہوا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئے جس میں تصاویر آویزاں تھیں مجھے کہا کہ کیا ان تصاویر میں اس نبی کا عکس اور فوٹو موجود ہے جس نے دعویٰ نبوت کیا ہوا ہے؟ تو میں نے نفی میں جواب دیا۔ وہ مجھے دوسرے کمرے میں لے گئے جو پہلے سے بڑا تھا اور اس میں بہت زیادہ تصویریں موجود تھیں۔ داخل ہوتے ہی میں نے آنحضرت کی شبیہ مبارک کو دیکھا اور ساتھ ہی ابوبکر صدیق کی شبیہ بھی تھی جو آنحضرت کا گھٹنا مبارک پکڑے ہوئے تخت

پاک میں حاضر ہیں لیکن میں نے دل میں یہ عہد کر لیا کہ پہلے انہیں نہیں بتاؤں گا جب تک کہ وہ خود نہیں بتائیں گے۔

چنانچہ انہوں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس مقدس ہستی کا اب ظہور ہونے والا ہے اور یہ گھٹنا پکڑ سے ہوئے ان کے بارِ جانشانِ ابوبکر صدیق ہیں تو اس وقت میں نے کہا کہ واقعی اب یہ مقدس ہستی مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہوئی ہے اور اعلانِ نبوت فرمایا ہے۔ میں نے کہا مجھے یہ خطرہ ہے کہ قریش انہیں شہید نہ کر ڈالیں۔ انہوں نے کہا بخدا وہ انہیں قتل نہیں کر سکتے، وہ پیغمبرِ آخر الزماں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں تمام پر غالب فرمائے گا اور یہی قرآنِ کریم نے فرمایا یریدون لیطفوا نوس اللہ بافواہم و اللہ متم نوره ولو کفرہ الکافرون۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہلِ مدینہ نے تیج شہنشاہِ یمن کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا۔ اس نے بدلہ لینے کے لئے مدینہ پر چڑھائی کی اور چار سو عالم ماہرِ تورات کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ جب وہاں پہنچ کر تیج نے اس شہر کی تباہی و بربادی کا حکم دینا چاہا تو شاملوں نے جو کہ سب سے بڑا عالم تھا کہا اسے تیج یہ تو وہ شہر ہے جس کی طرف پیغمبرِ آخر الزماں (جن کا نام نامی احمد ہے اور بنی اسماعیل میں سے ہوں گے) ہجرت کر کے تشریف لائیں گے، یہی ان کا مقامِ ہجرت ہے اور یہی ان کی آخری آرام گاہ ہوگی۔

تیج اپنے ارادے سے باز آگیا اور واپس یمن کو چل دیا لیکن ان علماء نے واپس چلنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ان کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور یا پھر حسرتِ دیدار میں جان دے دیں گے چنانچہ بادشاہ نے ان کے لئے چار سو مکان تعمیر کروائے اور ہر ایک کو ذرا مقدار میں مال و دولت دیکر جو سب سے بڑا عالم تھا اسے ایک عریضہ لکھ کر دیا اور خود واپس چلا گیا۔ اس عریضہ کا مضمون یہ ہے۔

شہدت علی احمد انہ
 رسول من اللہ باسماک النسم
 فلو مد عمری الی عمرہ
 لکنت لہ و سیرا و ابن اعم

و میں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاکیزہ نسب والے رسول ہیں اور میری عمر نے ان کے زمانہ مظہرہ تک وفا کی تو میں ان کا زہیرہ بنوں گا اور جاں نثار بھائی کی طرح مخلص خادم۔“

اور یہ وصیت کی کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زندگی میں تشریف لادیں تو خود ان کی خدمت میں پیش کرے ورنہ اولاد کو وصیت کرے کہ یہ عقیدت نامہ حضور کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ اور ایک مکان آپ کے لئے بھی بنوایا تاکہ آپ اس میں نزولِ اجلال فرمادیں۔

جب مدت کے بعد وہ ماہِ تاپ رسالت اور آفتابِ نبوت طلوع ہوا تو اس وقت اس مکان میں حضرت ابو ایوب انصاری قیام پذیر تھے جب وہ محبوب مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں جلوہ فرما ہوئے تو اہل مدینہ میں سے ہر ایک آپ کی ادب و عظمت کی مہار پکڑ کر اپنے گھر لیجانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا دعویٰ افانہا ما موروۃ من اللہ اس کو چھوڑ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے محلِ اقامت اور مقامِ سکونت کی اطلاع دے رکھی ہے۔ حضور کی ادب و عظمت چلتے چلتے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی اور اس طرح تسبیح کی صدیوں پہلے کی آرزو کو آج رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا فرما دیا۔

الغرض محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک زمین و آسمان، سماک و سمک، لوح و قلم، ہر صغیرہ آسمانی اور روحی ربانی میں موجود اور ہر نبی کی زبان پر ان کی ثنا جاری ہے۔ ساری امتیں ان کی یاد میں مصروف و مشغول، چرند سے، پرند سے، درند سے، آبی اور ہوائی مخلوق سبھی ان کی مدح و ثنا میں رطب اللسان بلکہ خود خالق کائنات بھی انہی کا حامد و

داصف اس سے بڑھ کر اور رفعتِ ذکر کے نصیب ہوگی اور کس کو یہ منصبِ عالی نصیب
عطا ہوگا۔ اسی لئے فرمایا انا اعطینک الکوش۔

التاسع الكوش (اخلاقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و التناہ)

اس بناء پر آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے آپ کو اخلاقِ عظیمہ عطا فرمائے
وہ ایسے اخلاق ہیں جو اپنی تعداد اور گنتی کے لحاظ سے، عظمت و مقدار کے اعتبار سے سارے
اپنی شان و کیفیت کے لحاظ سے بے حد حساب ہیں اور حدودِ دوہم و گمان سے وراہ
الوراء ہیں۔ کوئی ایسا خلق اور وصفِ حسن نہیں جو کسی نبی در رسول میں موجود ہو اور محمود
خالق و مخلوق میں موجود نہ ہو۔ اللہ رب العزت نے فرمایا اولئک الذین ہدی
اللہ فبہد اھم اقتدہ۔ انبیاء و رسل وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے
ایک مخصوص سیرت و کردار سے نوازا ہے۔ اعلیٰ کردار اور بلند اخلاق سے مشرف فرمایا،
لہذا آپ اس حسن سیرت اور بلند کردار کو اپنائیں اور سب اخلاق کو اپنے اندر جمع فرمائیں۔
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے لختِ جگر، نورِ نظر محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو میں نے ایک عظیم بادل دیکھا جس سے یہ آواز
آ رہی تھی اعطوا محمدًا اخلاق نبیاء واجمعوا ہالہ فخذوا لہا من آدم
خلقہ، ومن شیث علمہ ومن ابراہیم خلقہ ومن اسماعیل کلامہ و
ومن داؤد صوتہ ومن ایوب صبرہ ومن عیسیٰ نہادہ، ومن نوح
شکرہ، ومن موسیٰ قوتہ، ومن یوسف حسنہ وخذوا لہا من جمیع
انبیاء اللہ ورسولہ صفاتہم الکریمۃ و اخلاقہم العظیمۃ۔

میرے حبیب علیہ السلام کو تمام انبیاء و رسل کے اخلاق عطا کر دو اور سب اوصافِ
کمال کو ان میں جمع کر دو، انہیں حضرت آدم علیہ السلام کا خلق اور حضرت شیث علیہ السلام کا
علم اسرار سے زد، ابراہیم خلیل علیہ السلام کا مقامِ قرب و غلت اور اسماعیل کا کلامِ دلنشین،
حضرت داؤد علیہ السلام کا لحنِ طرب انگیز اور ایوب علیہ السلام کا صبرِ حیرت انگیز، حضرت عیسیٰ

مع تفسیر کبریٰ

علیہ السلام کا مقام زہد و تقویٰ اور نوح علیہ السلام کا منصب شکر و رضا، موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی قوت و ہمت اور یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال غرضیکہ ہر نبی و رسول کی صفتِ کاملہ اور خصلتِ عالیہ کو ان میں جمع کر دو۔“

حضور کے اخلاقِ عالیہ کی حقیقت تک کس کو رسائی ہو سکتی ہے جبکہ خالق کائنات جل و علا فرماتے انک لعلی خلق عظیم۔ ”یقیناً آپ خلقِ عظیم پر حادی و غالب ہیں،“ رب قدوس کے نزدیک دنیا و مافیہا اپنی تمام تر وسعتوں اور بے پایاںوں کے باوجود اور غیر محدود و معدود نعمتوں کے باوصف قلیل ہے قل متاع الدنیا قلیل لیکن خلقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء عظیم ہے۔ اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ آپ صاحبِ خلقِ عظیم ہو بلکہ فرمایا انک لعلی خلق عظیم یعنی اخلاقِ کریمہ اور اوصافِ کمالیہ پر آپ حادی و غالب ہیں اور وہ آپ کے سامنے مغلوب۔

کتبِ سیرت میں آنحضرت کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ کمالیہ کا مطالعہ کرنے سے اس عظمت کا قدر سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ طائف شریف میں تبلیغِ دینِ حق کے لئے تشریف لے گئے لیکن ان لوگوں نے حق قبول کرنے کی بجائے آپ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور پتھروں سے لہو و لہان کر دیا جب فرشتوں نے ان بدکیشوں اور بدطینت افراد کو دو پہاڑوں کے درمیان مسل کر اس بد باطنی کی سزا دینا چاہی تو آپ نے اس انتقام سے منع کر دیا اور فرمایا میں رحمت بن کر آیا ہوں، رحمت و عذاب بن کر نہیں آیا، یہ مسلمان نہ ہوئے تو ان کی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔

جنگِ احد میں اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے اور دشمنانِ خدا و رسول کے عزائمِ باطلہ کو خاک میں ملانے کے لئے میدانِ جہاد میں تشریف لائے، زخم بھی کھائے، لہو بہان بھی ہوئے، ایک دانت مبارک کو چوٹ بھی لگی اور اس ہیرے کی گئی ٹوٹ گئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کی کہ ان کے لئے دعائے ہلاکت فرمائیں

لیکن مالکِ خلقِ عظیمِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم اهد قومی فانہم لا یعلمون۔ اسے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ میری حقیقت اور میری نبوت سے بے خبر ہیں۔“ ورنہ طوقِ غلامی گلے میں ڈالتے اور اس تہر و سرکشی سے باز آجاتے اہل مکہ نے ہر تکلیف اور ایذا پہنچائی، راستے میں کاسٹے بچھائے، گلے میں رستے ڈالے، سجدے کی حالت میں اونٹ کا شکنبہ پیٹھ مبارک پر رکھا، شاعر و محزون کا الزام دیا، ساحر و مفتون کا طعنہ دیا، جان کے دشمن بن گئے، پیارے وطن مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا، بیت اللہ شریف چھوڑنے پر مجبور کیا، مدینہ شریف میں بھی آرام و سکون سے بیٹھنے نہ دیا لیکن آپ فاتحانہ انداز سے مکہ شریف میں داخل ہوئے اور کفر کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ کفارِ مکہ کو جو سزا چاہتے دے سکتے تھے، جو بدلہ و انتقام لینا چاہتے لے سکتے تھے لیکن فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ آج کے دن تم پر شدت و سختی، ہلاکت و بربادی نہیں، بلکہ جو اختیار ڈال دے اسے بھی امان، جو گھر کا دروازہ بند کر لے اسے بھی امان، جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اسے بھی امان، اتنا رحم و کرم صرف اس رحمۃ للعالمین ہی کا حصہ ہو سکتا ہے اور یہ عالی ظرفی انہی کا ہی نشان امتیاز ہو سکتا ہے۔

وصفِ جور و عطا میں بھی زمانہ آپ کی نظیر و مثال پیش کرنے سے عاجز ہے، جو کچھ آتا ہے سب کا سب سائلوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور مہینوں تک گھر میں آگ بھی نہیں جلائی جاسکتی مگر کسی مانگنے والے کو نہیں کہنا یہ ان کے شان کریمی نے گوارا نہیں کیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سے

ما قال لاقط الا فی تشہدہ

لولا التشہد کان لاءہ نحرہ

”آنحضرت نے سوائے کلمہ شہادت و توحید کے کبھی لفظ ”لا“ (نہیں) کو اپنی زبان پر جاری نہیں فرمایا۔ اگر مقام شہادت و حرانیت باری تعالیٰ نہ ہوتا تو یہاں بھی لا کی جگہ نحر ہوتا یعنی نہیں کی جگہ ہاں ہوتا،“ اعلیٰ حضرت بریلوی نے فرمایا ہے

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ لعلجاتیرا

نہیں سستا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

مسجدِ اقدس میں دراہم و دنانیر کے انبار لگے ہوئے ہیں، ہر سائل کو اس کی مرضی کے مطابق عطا کیا جاتا رہا، جب تقسیم فرما کر اٹھے تو ایک دینار بھی اپنی ذاتِ اقدس و اطہر کے لئے نہیں بچایا۔ موشیوں کی پوری وادی بھری ہوئی ہے، ایک سائل نے پوری وادی کا مطالبہ کر دیا آپ نے سب جانور اس کے حوالے کر دئے اور ذراتِ مائل نہ فرمایا تو اسے مجبوراً کہنا پڑا کہ اتنی سخاوت سوائے نبی کی ذات کے اور کوئی نہیں کر سکتا اور فوراً مسلمان ہو گیا۔

علم و حوصلہ کو دیکھو تو انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ ایک بددی آیا۔ حضور راہ میں تشریف لے جا رہے تھے، پیچھے سے چادر مبارک کھینچ کر کہا یہ دونوں اونٹ غلہ سے لا کر دو، کیونکہ یہ غلہ نہ تمہارا ہے اور نہ تمہارے باپ کا۔ چادر کو کھینچنے سے گردن مبارک پر خراش بھی آگئی تھی اور طرزِ سوال بھی دلخراش تھی لیکن کوثرِ اخلاق کے مالک نے ہنس کر فرمایا کہ بیشک یہ مال نہ میرا ہے نہ میرے باپ کا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اونٹ لا کر دے دینے جائیں گے لیکن جو تو نے چادر کھینچ کر تکلیف پہنچائی ہے اس کا بدلہ تجھے دینا پڑے گا، اس نے عرض کی بخدا مجھے یہ بدلہ نہیں دینا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ یہ تیری زیادتی ہے اس کا بدلہ تو ضرور لیا جائے گا۔ عرض کی اس لئے کہ تمہاری شانِ عالی کا طرہ امتیاز کی یہی ہے لا تجزیٰ السیئة بالسیئة ”آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں بلکہ سچی اور احسان سے دیتے ہو۔“

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

ایک غزوہ کے دوران آپ اکیلے ایک درخت کے سایہ میں آرام فرماتے تھے در صحابہ کرام بھی ادھر ادھر درختوں کے نیچے سایہ میں محوِ استراحت تھے۔ آپ کی تلوار درخت کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی۔ ایک کانر نے اس تلوار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور خبیث باطن اور غرض ناسد کی تکمیل کرنا چاہتا تھا کہ وہ چشمِ خوابناک بیدار ہوئی۔ دیکھا تو دشمن

تین بے نیام لئے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے من یحصل منی " تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے بلا توقف فرمایا میرا اللہ " اس کافر کا بدن تھر تھر کانپنے لگا حتیٰ کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ سرورِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا اب تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ تو اس نے کہا صرت آپ کا رحم و کرم اور عفو و درگزر، تو آپ نے اسے درگزر فرما دیا۔

صداقت و امانت کا وصف کمال تو دشمنوں نے بھی اس وقت تک تسلیم کیا جب وہ جان کے دشمن تھے اور وطن عزیز سے نکال دینے کی فکر میں تھے۔ ابو جہل لعین نے اس بارگاہِ عالم پناہ میں حاضر ہو کر کہا ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ آیاتِ الہیہ کی تکذیب کرتے ہیں اور انہیں جھٹلاتے ہیں۔ قرآن کریم نے اسی واقعہ کے متعلق فرمایا کَا یَکذِبُونَکَ وَالکَرِ الْظَالِمِینَ بآیَاتِ اللّٰهِ یَجْحَدُونَ ا " یہ کفار آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ آیاتِ الہیہ کی تکذیب کرتے ہیں "۔

جب قریش آپ کے جانی دشمن تھے اور ان کی تلواریں آپ کے غلاموں کے خون کی پیاسی تھیں اور آپ بامرِ الہی ہجرت پر آمادہ ہو گئے تو اس وقت بھی کفار کی امانتیں آپ کے پاس موجود تھیں جن کی ادائیگی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ آپ نے اپنے عمل و کردار سے ثابت کر دیا وَا اللّٰهُ اَفِیْ لَامِیْنٍ مِّنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ اَمِیْنٍ مِّنْ فِی الْاَرْضِ " بخدا میں اہل سماء کے نزدیک بھی امین ہوں اور اہل ارض کے نزدیک بھی "۔

ہر قتل بادشاہ کے دربار میں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ ایمان و اسلام پہنچا تو اس نے ابوسفیان کو بلا یا جو اس وقت اتفاقاً وہاں پر موجود تھا اور اس وقت تک دولتِ اسلام سے مشرف نہیں ہوا تھا، اور مختلف سوالات کئے ایک سوال یہ بھی کیا کہ انہوں نے کبھی تمہارے ساتھ کذب اور غلط بیانی سے کام لیا ہے تو ابوسفیان نے کہا ہرگز نہیں! ہر قتل نے کہا جو مخلوق کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا وہ خالق پر کس طرح کذب و افتراء کرے گا؟

عفت و پاکدامنی کا یہ عالم کہ مسلمانوں کی بیویاں اور تمام عورتیں سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد ہیں، حضور ان کے روحانی باپ اور آپ کی ازواج
مطہرات ان کی مائیں و ازواجہ امہاتہم لکن باوجود اس کے کسی تعمیر منکوہہ اور غیر محرم
عورت کو ہاتھ تک نہیں لگایا بلکہ بیعت بھی لی تو زبان سے عہد کرایا یا کپڑے کا ایک سورا
اپنے ہاتھ میں پکڑا اور دوسرا عورتوں کو پکڑا کرتے تھے جب اللہ المتین کے ساتھ مرتبط و
منسلک فرمایا۔

شفقت و رأفت در رحمت کی گواہی قرآن کریم ان الفاظ میں دے رہا ہے،
عن یز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم جو چہ تمہیں تکلیف دے
رنج میں مبتلا کرے وہ انہیں شاق گزرتی ہے وہ تمہاری بہتری اور ہدایت پر حریص
ہیں مؤمنین کے ساتھ خصوصی رأفت و رحمت کا جذبہ رکھنے والے ہیں، لیکن یہ نہیں
کہ فقط مؤمنین کے ساتھ ہی رحیم و کریم ہیں بلکہ ان کے عمومِ کریم اور شمولِ رحمت سے
ہر ذرہ کائنات مستفیض ہے اور کائناتِ عالم کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ان کا
امرِ کریم نہ برس رہا ہو و ما اس سلنت الا رحمة للعالمین۔ رحمتی وسعت
کل شیء۔

اس شفقت و رأفت کا مظاہرہ بعض اعمال میں اس طرح فرمایا لولا ان
اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوة اگر میں اپنی امت پر
شاق نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ تراویح کی نماز یا جماعت
ہمیشہ ادا نہ فرمائی تاکہ میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔ صوم وصال سے امت کو منع فرمایا
تاکہ ضعف و ناتوانی میں مبتلا نہ ہو جائیں بلکہ شانِ رحیمی و کریمی کا اس سے بڑھ کر اور
کوئی نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ سید الخلق اور سرورِ عالم و عالمیاں ہیں، امام الانبیاء و
الرسل ہیں لیکن جب کبھی اپنی امت کے افراد کو غیر اولیٰ اور ناموزون امور پر تشبیہ فرماتے
ہیں تو اس کے متعلق بھی بارگاہِ رب العالمین میں عرض پرداز ہیں انما انا بشر غضب
کما یغضبون فای امری لعنتہ او سببتہ فاجعلہم من رحمتہ و مغفرۃ

”میں بشری صفات سے موصوف ہوں میں بھی غضبناک ہو جاتا ہوں جس طرح کہ دوسرے لوگ غیظ و غضب میں مبتلا ہو جاتے ہیں لہذا میں جس آدمی کو غیظ و غضب کے عالم میں لعنت کروں اور گالی دوں تو اس لعنت اور سب و شتم کو اس کے حق میں رحمت و مغفرت کا سامان بنا اور اس کی بخشش کا ذریعہ۔ غالباً اسی موقع کے لئے حضرت محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

بیداد تو عدل است، جفاٹے تو کرامت

و شناہم تو خوشتر کہ ز بیگانہ دعائے

شجاعت و جوانمردی میں درجہ کمال حاصل تھا، جس میدان میں شیر مردوں اور شہ زور جانبا زوں کے دل لرز جاتے تھے، پاؤں اکھڑ جاتے تھے اور میدان کارزار سے بھاگنے کے علاوہ کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی اس میدان میں سید عرب عجم ثابت قدم رہتے بلکہ آگے بڑھ کر حملہ کرتے اور آپ کی زبان حق بیان پر یہ رجز جاری ہوتی انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب ” میں سچا اور برحق نبی ہوں کوئی جھوٹا دعویٰ دینا نہیں اور عبد المطلب جیسے شجاع و نامور کا بیٹا ہوں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جنگ کی آگ شعلہ زن ہوتی تھی تو ہم حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ حاصل کیا کرتے تھے۔ اور سب میں سے بہادر وہی سمجھا جاتا تھا جو اس کارزار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا۔

تواضع اور مجز و انکساری کا یہ عالم کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان شئت منبیا بعداوان شئت نبیا ملکاہ اگر چاہو تو نبی عبد بن جاؤ اور اگر چاہو تو تمہیں بادشاہ نبی بنا دوں، اگر پوریا نشین بنا چاہو تو تمہاری مرضی اور تخت نشین بنا چاہو تو تمہیں اختیار ہے، لیکن اس غریب و مسکین امت کے والی نے امت کے ساتھ پوریا نشینی کو اختیار فرمایا اور تخت و سلطنت کو قبول نہ فرمایا بلکہ آپ کی دعایہ تھی اللھم احبھنی مسکینا و امتی مسکینا و احشرفی فی ذرۃ

المساکین ؑ اے اللہ مجھے مسکینی و فقر کی حالت میں زندہ رکھ اور اسی حالت میں وفات دے لے
مجھے قیامت میں بھی مساکین کے گروہ سے اٹھانا ؑ

اللہ تعالیٰ نے تمام اولادِ آدم اور رسل و ملائکہ پر فضیلت و برتری عطا فرمائی لیکن
اولوالعزم رسل تو درکنار حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق بھی فرمایا لا تفضلونی علی
یونس بن مثنیٰ ؑ مجھے یونس بن مثنیٰ پر فضیلت مت دینا ؑ جب چہرہ انور سے انوار
تاباں اور جلال و ہیبت دیکھ کر لوگ مرعوب اور لرزہ بر اندام ہو جاتے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے میں بھی عبید ہوں، عام لوگوں کی طرح کھانا پیتا ہوں اور اس عورت کے پیٹ سے
پیدا ہوا ہوں جو خشک گوشت تناول فرمایا کرتی تھی انا ابن امرأة کاتاکل العفید۔

شرم و حیا کا مادہ آپ میں صرف موجود ہی نہیں تھا بلکہ آپ عجمہ شرم و حیا
تھے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اشد حیا من العذراء ف حدیثا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پر وہ نشین
عورتوں سے بھی بہت زیادہ شرم و حیا والے تھے ؑ اور یہ وصف آپ کو اتنی محبوب تھی کہ
اسے ایمان کا جزو بنا دیا فرمایا والمحیاء شعبۃ من الایمان (حیاء ایمان کا ایک بہت بڑا
حصہ ہے) اس فرادانی شرم و حیا کی وجہ سے آپ خلاف طبیعت امور کو برداشت فرماتے لیکن

عہ حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو دعا و تبلیغ فرمائی لیکن وہ متاثر نہ ہوئے تو ان کے لئے دعا و ہلاکت
فرمائی جب عذاب کے آثار نمودار ہونے لگے تو آپ نے وہاں سے ہجرت اختیار کر لی حالانکہ اولیٰ اور بہتر یہ تھا کہ
وہ اذن خداوندی سے پہلے وہاں سے کوڑا نہ فرماتے اللہ تعالیٰ نے غیر اولیٰ کے ارتکاب پر متنبہ فرمانے اور کائنات
بحریرہ کا مشاہدہ کرانے کے لئے انہیں پھلی کے پیٹ میں بھیج دیا۔ بعض جہاں نے اس واقعہ سے ان کی شان میں طرح
خ سے بے ادبی کرنا شروع کر دی اور جہاں تک کہہ دیا کہ وہ فریضہ رسالت ادا نہ کر سکے۔ محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ
وسلم سے ارشاد سے ایسی تواضع و انکساری کا ثبوت بھی دیا اور ان کے دامنِ عصمت پر سے عیب و نقص
کو دور فرمایا۔ حضرت یونس علیہ السلام فریضہ رسالت ہی ادا نہ کر سکے تھے تو وہ نبی ہی نہیں ہو سکتے
کیونکہ وہ نہ یہ تبلیغ کی اور تبلیغ کا نام سے چہ جائیکہ کسی نبی کے برابر ہوں علی الخصوص افضل الرسل سرورِ انبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم ان پر فضیلت دینے سے کیوں منع فرماتے ؑ

من غفرلہ

زبان فیض ترجمان سے اظہار نہ فرماتے تھے کہ خود اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو تنبیہ و تادیب فرمائی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ جب آپ کا نکاح ہوا اور لوگوں کو دعوتِ ولیمہ دی گئی۔ دعوت کھانے والوں میں سے بعض حضرات گفتگو میں مصروف ہو گئے اور بہت دیر لگ گئی، جگہ تنگ تھی اور حریم ناز میں پردہ نشین تکلیف محسوس کر رہے تھے لیکن محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اٹھ جانے کا حکم دینے میں شرم محسوس کی اور خود اس ایذا اور تکلیف کو برداشت کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا و لکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا اطعمتم فانثروا ولا مستانسن لمحدث ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحیی منکم واللہ لایستحیی من الحق۔ اسے ایمان والو بلا اجازت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھروں میں ہرگز داخل نہ ہو کر و بلکہ جب بلایا جائے تب داخل ہوا کر دےں جب کھا چکو تو فوراً چلے جایا کر و اور باتوں میں دلچسپی لیکر بیٹھنا نہ کرو، یہ امر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے لیکن وہ شرم و حیا کی وجہ سے تمہیں نہیں کہتے اور اس نازیبا حرکت سے منع نہیں فرماتے لیکن اللہ تعالیٰ تو حق بات کہنے سے نہیں کٹا۔

الغرض ہر وصفِ کمال، ہر خصلتِ حمیدہ اور خلقِ حسن محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود اور ہر نبی کی اور رسول کی ہر خوبی و کمال انہیں علی الوجہ الاکمل والا تم حاصل، ہر وصفِ حسن اور خلقِ کریم اپنی کیفیت و کمیت میں بے مثل بے نظیر اور مجموعہ اخلاق گنتی و شمار اور عدد حساب سے باہر، نہ وہو اعقل ان کی غایت کو پاسکتا ہے اور نہ ہی مرعہ و ہم و خیال کو ان کے بامِ رفعت و عظمت تک رسائی، سید احمد بن عابدین فرماتے ہیں :-

لو بالغ الاولون والآخرون فی احصاء مناقبہ و خصائصہ
لعجزوا جمیعاً عن استقصاء ما احبب اللہ الکریم من
مواہبہ الاحمدیۃ و اخلاقہ المحمدیۃ و صفاتہ المصطفویۃ

وما مثل من اراد اخصاء خصائله الا كمثل انسان مديده
ليتناول الثريا بها

فبالغم واكثر ان تحيط بوصفه

واين الثريا من يد المتناول

ولذا قال بعض العارفين المخلوق ما عرفوا الله وما عرفوا

محمدًا صلى الله عليه وسلم -

” اگر سب متقدمین و متاخرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب و خصائص کے جمع کرنے میں پورا زور صرف کریں تو سب کے سب ان صفاتِ مصطفویہ، اخلاقِ محمدیہ اور مواہبِ احمدیہ کے احاطہ سے عاجز آجائیں گے ان کے غیر محدود و غیر قمتناہی خصائل کے احاطہ کی کوشش کر نیوالے کی مثال یوں ہے جیسے کوئی اپنے ہاتھ کو لمبا کر کے ثریا کو قابو کرنا چاہے حالانکہ کہاں ثریا کا بلند مقام اور کہاں اس کا کوتاہ ہاتھ ہے پس مبالغہ کر اور جو کچھ ہو سکتا ہے کر لے تو ہرگز ان کے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتا دیکھ تو سہی پکڑنے والے کے ہاتھ سے ثریا کی بلندی کہاں تک ہے، اسی لئے بعض عارفین نے فرمایا کہ مخلوق نے نہ اللہ تعالیٰ کو کما حقہ پہچانا اور نہ ہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔“

امام شرف الدین بو صیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہارے بیانِ حسن و کمال اور اخلاق و خصال سے مخلوق کا عاجز آجانا یہ بھی تمہارے معجزات سے ہے تمہارے اخلاق عالیہ اور اوصافِ کمالیہ متلاطم سمندروں کی مانند ہیں اور ہماری زبان کلام بہنزلہ ڈول کے، کبھی سمندروں کو ڈول سے بھی ختم کیا جاسکتا ہے؟

ان من معجزاتك العجز عن وصفك اذ لا يجده الاخصاء

كيف يستوعب الكلام سبحايات وهل تنزج البحار الدلائل

شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

حقیقت آست کہ بیچ فہم و بیچ قیاس بحقیقت مقام آنحضرت و کنزہ حال عظیم

و سے چنانکہ ہست ز سدر و میچکس اور اچنانکہ او ہست جز خدا نشنا سدر چنانکہ
 خدا را چوں دے میچکس نشناخت دہر کہ در درک حقیقت آن تکلم کردہ گویا
 دعویٰ علم متشابہات کرد و ما بعلم تا وسیلہ الا اللہ و چوں مقام و
 صلے اللہ علیہ وسلم از ہمہ بالا تراست دریافت آن فوق افہام باشد
 ترا چنانکہ توئی ہر نظر کعبا بیند
 بقدر دانش خود ہر کس کند ادراک

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت
 اور آپ کے اوصاف و کمالات کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتا سوائے اللہ تعالیٰ کے
 اور کوئی ان کی حقیقت کو نہیں جانتا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کو اتنا کوئی نہیں جانتا
 جتنا کہ وہ جانتے ہیں اور جو شخص ان کی حقیقت ذات یا کنہ صفات جاننے کا دعویٰ
 کرے تو گویا اس نے متشابہات کی معرفت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ انہیں سوائے
 اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور چونکہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے
 بلند و بالا اور اسرع و اعلیٰ ہے لہذا تمام مخلوق کے افہام و اذہان کی رسائی بھی وہاں
 تک ممکن نہیں ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ان کے اخلاق و اوصاف کا احاطہ
 ہو جائے تو انہیں عظیم کہنا صحیح رہ ہی نہیں سکتا حالانکہ اللہ رب العزت نے انہیں
 عظیم فرمایا ہے و من اصدق من اللہ حدیثا کیونکہ عظیم ہوتا ہی وہی ہے جو کہ
 احاطہ ادراک سے باہر ہو۔

شیخ عبدالحق قدس سرہ نے فرمایا:-

عظیم آنست کہ از حیثہ ادراک بیرون باشد اگر محسوس است از حیثہ
 ادراک باصرہ بیرون بود چنانکہ جبل بزرگ کہ احساس باصرہ آن احاطہ
 نہ کر دہد معقول است ادراک عقل براں محیط نتواند شد چنانکہ
 ذات و صفات اللہ تعالیٰ و قدس پس چوں دے تعالیٰ خلق آنحضرت
 عظیم خواندہ و فضلے کہ اور از ادعای عظیم گفتمہ احاطہ عقل از ادراک کنہ

اُن قاصر باشد۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کان خلقنا القرآن ان کا نمونہ اخلاقِ قرآن کریم ہے۔ اس ایک جملہ میں اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ تصور اور اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے کہ اگر سارے عقلاء و فضلاء قیامت تک اس کی شرح و تفصیل اور تعبیر و تفسیر میں مشغول رہیں تو اخلاقِ عالیہ کے اس سمندرِ ناپید کنار میں اتنی کمی بھی نہیں ہوگی جتنا کہ چڑیا کے ایک چونچ بھری پانی نکال لینے سے بحرِ محیط میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔ اس کا ظاہری اجمالی معنی تو یہ ہے کہ اخلاقِ محمدیہ اور اوصافِ احمدیہ کی جھلک دیکھنی ہو تو قرآنِ پاک کو دیکھو۔ اس میں ہر مخلوق کیلئے دنیا و آخرت کی بھلائیاں موجود ہیں یہ علماء کے لئے چراغِ راہ ہے اور جہلاء کے لئے ہادی و راہنما، برکتِ عامہ بھی ہے اور رحمتِ شاملہ بھی، کفر و شرک اور روحانی و جسمانی امراض سے شفا ہے اور عذابِ قہر اور اہوالِ یوم النشور میں فریجہٴ نجات، حق و باطل میں فارق ہے، داعیِ ناطق بھی ہے اور لسانِ صادق بھی، امر بالمعروف پر مشتمل ہے اور نہی عن المنکر پر بھی، اس میں مژدہ و بشارت بھی ہے اور تحویف و انداز بھی۔ اور تمام امور جن پر قرآن مجید، فرقانِ حمید مشتمل ہے وہ سب ذاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء میں مجتمع ہیں اور وہی آپ کے اخلاق ہیں۔ شیخ محقق فرماتے ہیں ظاہر معنی سے آنست کہ ہرچہ در قرآنِ عظیم از مکارمِ اخلاق و حمائدِ صفات مذکور است متصف بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدال۔

بعض عرفاء نے فرمایا کہ محبوبہٴ محبوب خدا علیہ و علی آلہ التحیۃ و الثناء کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم کے معانی و مطالب اخراص و مقاصد نہم و ادراک اور حواس و عقول میں عدد و مقید نہیں اسی طرح اخلاقِ مصطفویہ بھی غیر محدود اور غیر تناسلی ہیں اور نقصِ تحدید و تناسلی سے منزہ و مبرا ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مقصد یہ ہو کہ جس طرح کتابِ کریم آیاتِ متشابہات پر مشتمل ہے جن پر ایمان لانا

تو فرض ہے لیکن ان کی حقیقت سے بحث و تمحیص ممنوع و حرام ہے، اسی طرح اخلاقِ مصطفویہ کی حقیقت سے پردہ اٹھانا ممکن نہیں۔

سید العارفین حضرت شیخ عبدالکریم الجبلی قدس سرہ الغزنی نے حقیقی اور باطنی معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا "قرآن کلامِ الہی ہے اور صفتِ قدیمہ اور محبوبِ کریم کی محبوبہ اس کو خلقِ مصطفیٰ فرما رہی ہیں اور ادھر قرآنِ کریم کہتا ہے اند لفظوں رسولے کریم میں رسولِ کریم کی کلام ہوں" وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی زبانِ محمد مصطفیٰ کی ہے کلامِ ربِ علی کی ہے تو معلوم ہوا کہ کان خلقہ القرآن فرما کر ام المؤمنین نے بتلا دیا کہ میرا محبوب اخلاقِ الہیہ سے متعلق اور صفاتِ خداوندی سے موصوف ہے قدا قامہ مقامہ فی صفاتہ واسماۃ و مقام الخلیفۃ مقام المستخلف - (جوالہ جوامع البعد للنبہانی)

صاحبِ عوارف فرماتے ہیں :-

دور نیست کہ قول عائشہ رضی اللہ عنہا کان خلقہ القرآن درال
دز سے غامض و ایما سے ضمنی لیسوئے اخلاقِ ربانیہ باشد لیکن احتشام
کرد

"یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ فرمانا چاہتی تھیں کہ حضورِ اکرم متصف بصفات
الہیہ و متعلق باخلاقِ سبحانیہ تھے لیکن ہیبتِ جلال اور مستر حقیقت و حال کے لئے لفظ
مقال سے کام لیتے ہوئے فرمایا کان خلقہ القرآن و اس معنی داخل است
بہ بیان عظمتِ اخلاق و عدم تناہی آں۔

ابن تیمیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الصارم لسلول علی شاتم الرسول" میں فرماتے

ہیں :-

قدا قامہ اللہ مقام نفسه فی امرہ و نہیہ و اخبارہ و بیانہ

فلا یجوز ان یضرق بین اللہ و رسولہ فی شیء من ہذہ الامور

"اللہ تعالیٰ نے امر و نہی میں، اخبار و اعلام اور تعلیم و بیان میں انگریز اپنا قائم مقام بنایا ہے

لہذا ان امور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرنا بالکل جائز نہیں۔ اسی تخلق باخلاق اللہ اور تصافات بصفات اللہ ہی کی وجہ سے ان کی طاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمایا گیا ہے من یطعم الرسول فقد اطاع اللہ، ان کا بیعت لینا اللہ تعالیٰ کا بیعت لینا قرار پایا ان الذین یبايعونک انما یبايعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم، ان کا کلام رب کا کلام وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی، ان کا فعل رب تعالیٰ کا فعل قرار پایا وما یرمیت اذ یرمیت ولكن اللہ یرمی، ان کی تکذیب کو رب تعالیٰ کی تکذیب بتلایا گیا ولكن الظالمین بایات اللہ یجحدون، ان کی عداوت و دشمنی اللہ تعالیٰ کی عداوت و دشمنی، ان سے دھوکا اور فریب کاری اللہ تعالیٰ سے دھوکا اور فریب کاری ہے۔

قرآن کریم اور کتب تفاسیر کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنا مظہر ذات و صفات بنایا ہے اور اپنے اخلاق و اوصاف کی تجلیات و انوار کو آئینہ جمال محمدی میں منعکس فرمایا ہے اور انہیں اپنے تعارف ذات و صفات کا ذریعہ بنایا هو الذی ارسل من سولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ میں وہ عظیم خالق ہوں جس نے اپنے خاص رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اول بھی ہے آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی و ہو بکل شیء علیم بھی اس کی صفت ہے لیکن مفسرین اور محدثین نے ان صفات کا اطلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کیا ہے هو الاول والاخر والظاهر والباطن و ہو بکل شیء علیم کو صفات محمد علیہ التعمیہ و المشتمل میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ رؤف و رحیم اللہ تعالیٰ کے صفات و اخلاق سے ہیں اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے صفات میں بھی و بالمؤمنین رؤف رحیم وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم بھی ہے اور عظیم بھی، اور ان دونوں صفات سے محبوب کریم بھی موصوف ہیں انہ لقول رسول کریم، انت لعلی خلق عظیم، اللہ تعالیٰ شاہد اور شہید ہے اور یہ دونوں وصف کمال رسالتا

صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود ہیں انا ارسلناک شہیداً، ویکون المرسلون سے
 علیکم شہیداً۔ خالق کائنات جل و علا نور بھی ہے اور منیر بھی اور سید کائنات صلی اللہ
 علیہ وسلم میں بھی ان دونوں صفات کا پرتو موجود ہے قد جاء کرم من اللہ نور،
 وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ اللہ تعالیٰ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی اور انہی
 صفات کی صاحبِ لولاک میں بھی جلوہ گری ہے انہو السميع البصیر۔ علی ہذا
 القیاس فتاح، شکور، قوی، ولی، ہادی، ہدای، عزیز، کریم وغیرہ اسماءِ حسنیٰ اور
 صفاتِ علیا سے اپنے حبیب کو نوازا اور معزز و مکرم فرمایا۔ علاوہ ازیں انہیں منظر
 ذاتِ اقدس کا اعزاز بھی بخشا جیسا کہ فرمایا وما سرامیت اذ رامیت ولكن اللہ
 سامعی ”جب آپ نے کفار کی طرف سنگریزوں کی مٹھی پھینکی تھی جس نے کفار و مشرکین پر
 میں بھگدڑ مچادی اور خوف و ہراس پھیلا دیا وہ آپ نے بحیثیت محمد بن عبد اللہ نہیں پھینکی
 تھی بلکہ بحیثیت منظر ذاتِ الہی اور خلیفہ خداوندی ہونے کے پھینکی تھی۔

علی ہذا القیاس ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید
 اللہ فوق اید یھو ”جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ آپ سے بحیثیت
 قریشی ہاشمی ہوئیے بیعت نہیں کر رہے بلکہ صرف اس لئے کہ تم نائبِ الہی اور رسولِ خداوندی
 ہو جو تم ان کے ہاتھوں پر ہے وہ محض ایک انسان یا بشر کا ہاتھ نہیں بلکہ قدرتِ
 خالق و مالک کا منظر اور نمونہ ہے۔

بہر حال اس پر یقین کرنا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منظر
 ذاتِ صفاتِ الہیہ ہیں، متعین صفات اللہ اور متعلق باخلاق اللہ ہیں۔ اور تقاضا
 فی اللہ ہونے کی وجہ سے ذاتِ صفاتِ باری تعالیٰ سے ہی ان کی بقا ہے اور
 چونکہ صفات و اخلاقِ خداوندی حدود و قیود سے، تباہی و تحدید سے ماوراء ہیں لہذا
 سید الرسل امام الانبیاء خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ

سیدہ تفریحیہ عبد الکریم الجلی کی ہے جس کا ترجمہ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ نے مدارج النبوة جلد دوم میں تکرار در بیان
 صفاتِ کاملہ سے صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ عرفان ”ذکر کیا ہے۔ من غفرلہ

اور صفاتِ جمالیہ بھی نقصِ تنہا ہی سے اور عیبِ تحدید سے منزہ ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا انا اعطیناک الاخلاق بلکہ فرمایا انا اعطیناک الکوثر ہم نے آپ کو اتنے عظیم و طویل اور لامحدود و غیر متناہی اخلاق و اوصاف عطا کئے ہیں جو مخلوق کے پیمانہ عقل اور میزان گمان سے ناپے تو لے نہیں جاسکتے، اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں :-

تیری خلق کو حق نے جمیل کہا تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

تیرے تو وصفِ عیبِ تنہا ہی سے ہیں بری

حیراں ہوں میرے شاہ کہ کیا کیا کہوں تجھے

(صلی اللہ علیہ وسلم)

العاشر :- **الکوثر** (علومِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

اس صورت میں آیت کریمہ کا معنی یہ ہو گا کہ ہم نے آپ کو علمِ کثیر عطا فرمایا اور آپ کو کوثرِ علم کا مالک و مختار بنایا۔ علم و حکمت اپنی کمیت کے اعتبار سے قلیل ہو تو پھر بھی خیر کثیر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا من یوت المحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا جس کو حکمت عطا کی گئی اسکو خیر کثیر دیا گیا " اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو علم و حکمت سکھانے کے لئے تشریف لائے تو لامحالہ پہلے انہیں یہ خیر کثیر اور برکتِ تامہ حاصل ہوگی اور انبیاء کرام ایک دوسرے سے بھی اور امت سے بھی علم و حکمت کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہوتے ہیں جو ہستی مقدس تمام کائنات سے افضل و اعلیٰ ہیں اور تمام کائنات کے رسول و نبی اور بادی و راہبنا ہیں، سب انبیاء و رسل اور جن و انس، ملائکہ اور روحانیین جن کی امت میں داخل ہیں وہ یقیناً علم و حکمت میں بھی سب سے افضل و اعلیٰ ہوں گے اس لئے ان کے علم کو کوثر سے تعبیر فرمایا انا اعطیناک الکوثر۔

معنفسیر کبریٰ

یہ محض ایک دعویٰ نہیں بلکہ عین حقیقت ہے کہ ہمارے آقا و مولے صلی اللہ علیہ وسلم کو ترہ علم ہیں اور کائناتِ عالم میں کوئی فرد اور شخص ان کے ساتھ اس وصفِ کمال میں مساوات اور برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن بدقسمتی سے اہل اسلام میں یہ مسئلہ متنازع فیہ بن گیا ہے اسی لئے قدرے تفصیل سے بیان کرنا ہمارے دعویٰ پر دلیل و سند بھی ہو گا اور منصف ناظرین کے لئے کاشف حقیقت اور قولِ فیصل بھی۔ قرآن کریم میں اور کتبِ حدیث میں بے شمار دلائل موجود ہیں اگر پورے درج کئے جائیں تو ایک مستقل مبسوط کتاب بن جائے گی اس لئے بقدرِ ضرورت مناسب مقام عرض کئے دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے فرمایا وانزلنا اللہ علیک الكتاب والحکمة وعلیمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً۔ ”اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور تمہیں وہ سب کچھ سکھلا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کریم کا آپ پر فضلِ عظیم ہے“

ہر وہ شخص جسے رب قدوس نے عقلِ سلیم اور فہمِ مستقیم سے محروم نہیں فرمایا وہ اس آیتِ کریمہ کے اسلوب و انداز سے بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کریم ہی علومِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجموعہ ہے۔

پہلے نزولِ کتاب و حکمت کا ذکر فرمایا اور بعد میں ہر چیز کی تعلیم کا ذکر فرمایا گویا قرآن کریم کے ذریعے تم پر اسرار و رموز اور علوم و معارف کو منکشف فرمایا اور اس تعلیم کا آغاز بھی اس کتابِ عظیم کے نزول سے ہوا اور اس کی تکمیل بھی اس کتاب کی تکمیل سے ہوئی اور یہی علم ہی فضلِ عظیم ہے جو حدودِ ادراک و فہم سے ماوراء ہے۔

قرآنی علوم و معارف کی تفصیل اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا حاصل ہونا پہلے الکوثر یعنی القرآن میں واضح ہو چکا ہے لہذا یہاں صرف اس آیتِ کریمہ سے بحث مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تعلیمِ علم میں کسی خاص علم کو ذکر نہیں فرمایا

بلکہ فرمایا جو بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ آپ کو سکھلا دیا۔ لفظ "ما عموم کیلئے" اپنے
 ہے اور عام احناف اور اہل عربیت کے نزدیک
 مدلول پر اسی طرح قطعی الدلالتہ ہوتا ہے جس طرح خاص، لہذا علم مصطفیٰ میں وہ عموم و
 مشمول ہے اور وہ وسعت و بے پایانی ہے جو کسی بھی مخلوق کے علم میں نہیں حضرت
 آدم علیہ السلام کے علم میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں فرق بیان کرتے
 ہوئے چند مخصوص ابحاث وہاں درج کر دئے ہیں۔ یہاں مفسرین کرام کے اقوال
 ملاحظہ فرمادیں۔

امام جلیل فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال القفال تحتل الآیۃ وجهین الوجه الاول علمک بما يتعلق

بالدین رالحی انزل اللہ علیک ان کتاب والحکمۃ وواقفک

علی حقائقہما واطلعت علی اسرارہما۔ والوجه الثانی

ان یکون المراد علمک ما لم تکن تعلم من اخبار الاولین

” یہ آیت کریمہ دو احتمال رکھتی ہے پہلا یہ کہ ما لم تکن تعلم سے مراد وہ امور

ہوں جن کا تعلق دین سے ہے۔ اس بنا پر معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب و

حکمت کو نازل فرمایا اور تمہیں ان کے حقائق و اسرار پر مطلع فرمایا اور ثانی یہ ہے کہ

اخبار اولین پر اطلاع مراد ہو۔“

صاحب خازن فرماتے ہیں:-

یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمک من علم

الغیب ما لم تکن تعلم وقیل معناه علمک من خفیات

الامور واطلعت علی صنائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین

وکیدھو ما لم تکن تعلم۔

ما لم تکن تعلم سے مراد احکام شرع اور امور دین ہیں اور بعض

نے فرمایا کہ اس تعلیم سے مراد ان علوم غیبیہ کی تعلیم ہے جو آپ نہیں جانتے تھے ،

اور بعض نے فرمایا کہ اس سے خفیاتِ امور اور مخفی حقائق کی تعلیم، اسرارِ قلوب پر اطلاع اور احوالِ منافقین اور مکائد کی تعلیم مراد ہے جو کہ آپ سے مخفی تھے۔“
تفسیر مدارک میں ہے :-

من امور الدین والشرائع او من خفیات الامور و ضمائر القلوب۔

تفسیر جلالین میں ہے، من الاحکام والخبیب

یعنی اس آیت کریمہ میں امور شرائع اور احکام دین یا مخفی حقائق

اور اسرارِ قلوب و رموزِ صدور کی اطلاع مراد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ امور دین میں اور خفیاتِ امور و اسرار و رموز کا ثبات میں کوئی منافات نہیں کہ جو ایک جان لے دو سرا امر اس کے لئے ممنوع و محکمے لہذا نہ لفظ "او" کا ذکر دونوں طرح کے علوم مجتمع ہونے سے مانع ہے اور نہ لفظ "قیل" کیونکہ یہاں عقلی احتمالات مفرقین نے بیان نہیں فرمائے بلکہ متعدد و تقاسیر بیان فرمائی ہیں جن میں کوئی تضاد یا منافات نہیں ہے لہذا لفظ "مالم تکن تعلم" اپنے علوم کے اعتبار سے تمام مخلوقات، ان کے احوال و شیونات اور خالق کا ثبات کی ذات و صفات کو شامل ہے اور علیہک مالم تکن تعلم میں یہ تعلیم بھی ہر شے کو شامل ہے لہذا اس علوم میں کسی تخصیص کا قول کرنا تا اسیر اور علمِ اصول کی مخالفت ہے، اہل عربیت کے قواعد کی مخالفت ہے اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصفِ کمال میں تخصیصات محض قیاساتِ فاسدہ اور احتمالاتِ ناشئہ من غیر الدلیل کی بنا پر شانِ مصطفیٰ کی مخالفت ہے اور ان کی عظمت کا انکار۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے شبِ معراجِ حرمِ قدس میں بلا کر انہیں اسرار و

رموز، علومِ غیبیہ اور خفیاتِ امور کا اتنا وسیع علم بخشا کہ کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں

سکتا اور اللہ تعالیٰ نے فاوحی الی عبدہ ما اوحی لہ لیساری مخلوق کو
پیغامِ عجز دیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبان سے "ما اوحی" کی وسعتوں اور

بے پایانیوں کا اندازہ بھی کر لو اور وجہ ابہام بھی سن لو:-

فاوحی الخ عبده ما اوحی بتمامہ علوم و معارف و حقائق و بشارات و اشارات و اخبار و آثار و کرامات و کمالات کہ در محیطہ این ابہام داخل است ہمہ را شامل از کثرت ادست و عظمت اولیہ ہم آورد و بیان نہ کرد اشارت بہ آنکہ جز علم علام الغیوب و رسول محبوب بدال محیط نتوان شد۔

”فاوحی الخ عبده ما اوحی تمام علوم و معارف اور حقائق و بشارات و اشارات اور اخبار و آثار اور کمالات و کرامات غرضیکہ جو کچھ بھی اس ابہام کے اندر داخل ہے اس سب کو علم رسول محیط و شامل ہے اور انہی علوم و اسرار کی کثرت و عظمت کیوجہ سے انہیں ”ما اوحی“ کے ابہام میں ذکر فرمایا اور مخلوقات کو بتلادیا کہ ان غیر محدود علوم و معارف کا احاطہ سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں کر سکتا۔“

تفسیر صادی میں بھی اسی طرح فرمایا گیا، عبارت ملاحظہ ہو:-

والمعنى اوحى الله الى عبده محمد ما اوحاه الله اليه من العلوم والاسرار والمعارف التى لا يحصيها الا معطيها بواسطة جبريل وبخبر واسطة حين فارقه عند الرفرف۔

فاضل بریلوی قدس سرہ نے اس عبارت کا ترجمہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:-
غنیجے ما اوحی کے جو چھکے دنی کے باغ میں
بلبل سدرہ تک ان کی بوسے بھی محسوس نہیں

شیخ محقق نے ابہام کی وجہ اور علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقسام بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

مشاہدہ کرد از عجائب مخلوقات و ملکوت کہ محیط نمی تواند شد باں
عبارت و طاقت نمی دارد تحمل سماع ادنی آن فہوم و عقول و لہذا اشارت

کردیروز کنایت و ایماہ وال بر تعظیم بقول خود فاوحی الی عبدہ ما
 اوحی و میگویند کہ تکلم حضرت رب العزت بحیب خود بر سه نوع است
 یکے بہ عبارت لغت عرب کہ ظاہر آل مفہوم خلق است دیگر باشارات
 مقطعات قرآنی کہ تحقیق آل کسے را راہ نیست سوم بہ مجرد ابہام کہ
 تصور و تخیل آل نواں کرد چنانکہ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔

” رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج استقدر عجائب ملک و ملکوت کا مشاہدہ
 فرمایا کہ عبارت اس کا احاطہ نہیں کر سکتی اور عقول و افہام خلق ان کا ادنیٰ حصہ بھی سننے
 کی تاب نہیں لاسکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے رمزد کنایہ اور ابہام و ایماہ سے ان کی
 عظمت و کثرت پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا فاوحی الی عبدہ ما اوحی اور اکابرین امت
 فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 تین طرح سے کلام فرمائی۔ اول لغت عرب میں جس کے ظاہر معنی کو ہر آدمی سمجھ سکتا
 ہے، دوم مقطعات قرآنی یعنی آلاء الذی وغیرہ جن کی حقیقت تک کسی کی رسائی
 ممکن نہیں، سوم ابہام و اجمال کہ جس کے تصور و تخیل کی کسی میں طاقت نہیں جس طرح
 فاوحی الی عبدہ ما اوحی (مدارج النبوة جلد اول)

الحاصل اس آیت کریمہ میں ما اوحی اپنے عموم پر ہے اور اس عموم میں
 جو جو امور داخل ہیں وہ آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اب یہ اندازہ کر لیں کہ مالم تکن تعلم
 میں بھی یہی ابہام و اجمال ہے تو لامحالہ اس کی وسعت میں یہ سب امور داخل ہونگے
 یہ تو کسی طرح جائز نہیں کہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آیت سے محدود مراد
 ہو اور مخصوص اور دوسری میں تحدید و تخصیص سے مبرا ہو جب کہ لفظ عموم
 دونوں جگہ پر ایک جیسے ہوں۔

مع لبعن نام ہناد موعدین اس استدلال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ علمتہ مالم تعلموا میں لفظ ما موجود
 ہے حالانکہ یہ خطاب بیہودہ ہے اور وہ سب علوم پر کب حاوی تھے انہیں تو اپنے اس جواب پر بڑا تازہ ہو گا مگر
 ہمیں تو ان کی کم عقلی بلکہ رسول دشمنی پر رونا آتا ہے۔ ہماری کلام علم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے اس کے
 علوم کے منافی اور اس تعمیم کے لئے مخصوص وہ آیت ہوگی جو علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہو۔ آیات

اب احادیث صحیحہ اور روایات صادقہ سے اس آیت کریمہ کے عموم و استخراق اور علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت و بے پایانی کا اندازہ لگائیے۔

حضرت عبدالرحمن بن عائش و حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آیت مابی عن وجہ فی احسن صورة (القی) فوضع کفہ بین کتفین فوجدت بردھا بین ثدی فعلمت ما فی السموات والارض و تلا و كذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض وليكون من الموقنين (مشکوٰۃ)

میں نے اپنے رب تعالیٰ کا بہت بہتر حالت میں مشاہدہ کیا اس نے پوچھا کہ ملا اعلیٰ اور جماعت ملائکہ کس مسئلہ میں بحث کر رہے تھے؟ میں نے عرض کیا اسے اللہ! تو ہی بہتر جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنا بے کیف دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی اور اس فیض و برکت سے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب جان لیا پھر اپنے اس آیت کو تلاوت فرمایا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم وسیع کو بیان کیا گیا یعنی ایسے ہی ہم حضرت ابراہیم کو مشاہدہ کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کے عظیم ملک کا تاکہ

عموم کے بعد نازل ہوا اور کلام مستقل ہوا اور اس میں ہر شے کے علم پر تسلیم الہی کی نفی ہوئی ہو جو کہ ہمارا مدعا ہے ورنہ اصل مالک علم غیب اور جمیع خزان معرفت اللہ تعالیٰ ہے دوسرے سب اس کی عطا و بخشش کے محتاج ہیں نیز ہماری دلیل قطعی الثبوت اور عموم پر قطعی الدلائل سے لہذا مخصوص بھی قطعی الثبوت اور قطعی الدلائل ہونا چاہئے، لہذا الثبوت جس طرح اخبار احاد یا مشہور یا قطعی الدلائل جس طرح مؤولات اور مصروف من الظاہر مثلاً قتل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ مخصوص نہیں بن سکتی ورنہ ان کے ظاہری معنی کے لحاظ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے نفس علم غیب بھی ثابت کرنا منع ہوگا حالانکہ بعض علوم غیبیہ تو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں لہذا اعلم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی آیات مخصوص بن سکتی ہیں جو کہ آپ کے علم مخصوص پر دلالت کریں اور عموم و استخراق کے منافی ہوں، نیز ایک جگہ اگر لفظ علوم خلاف اصل اور خلاف قاعدہ مجازی طور پر استعمال کر دیا تو اس سے ہر جگہ خلاف عموم اور خلاف وضع و اصل ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے ورنہ سب قواعد و ضوابط باطل ہو جائیں کیونکہ ہر قاعدہ کے خلاف کوئی نہ کوئی جزئی مل جاتی ہے لہذا لفظ مجازی ہر جگہ کے حق میں عموم و استخراق کے لئے نہ سہی لیکن اس سے یہ کب لازم آگیا کہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی عموم کے لئے نہ ہو؟ کہاں ثریا کہاں ثری؟ کہاں عرش نشین محبوب اور کہاں اوزل الخلائق بیہود؟ کہاں مقام سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم اور کہاں سب امم میں سے دلیل امت؟ نیز بالفرض ما کو

وہ یقین کامل رکھنے والوں میں سے ہوجائیں۔“

آیت کریمہ میں نعمتِ تعلیم کا بیان تھا اور اس حدیثِ پاک میں کیفیاتِ تعلیم اور طرقِ تفہیم میں سے ایک کیفیت اور طریقہ کا بیان ہے۔ آیت کریمہ میں لفظ ”ما“ کے کے عموم میں جو بجا علوم موجود ہیں مافی السموات والارض میں ان کی تفصیل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ علمتِ عالمِ تعلم میں صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا بیان تھا اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم اور مشاہدہ کائنات سے تائید پیش کی گئی اور اس علمِ عام اور مشاہدہ تام کی حکمت پر بھی تنبیہ فرمادی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اتنے محیط اور وسیع علم کیوں عطا کئے جاتے ہیں تاکہ ان کے یقین میں کمال پیدا ہو اور یقین کامل حق الیقین کے درجہ تک پہنچے کیونکہ دلائل کثیرہ سے جو مدعی ثابت ہو اس پر اعتماد و اعتبار زیادہ ہوگا اور جب مصنوعاتِ عالم سے ہر شئی اور ہر ذرہ اپنے خالق کی دلیل اور علامت ہے تو جتنا ان کا علم زیادہ ہوگا اتنا ہی ذاتِ باری تعالیٰ پر یقین کامل اور اکمل ہوگا۔

یہاں بھی علوم کے لئے لیتے ہیں لیکن پھر بھی علم میں برابری لازم نہیں کیونکہ التعلیم فعل یترتب علیہ العلم غالباً و تعلیم وہ فعل ہے جس پر غالب طور پر علم مترتب ہوجاتا ہے، لیکن لازم نہیں کہ مترتب ہو لہذا یہودی اپنی غیابوت و کذبہ اور کفر قہری کی وجہ سے اقل عقل بھی نہ جان سکیں تو اس سے تعلیم میں نقص کیسے لازم آسکتا ہے۔ وہی تعلیم ایک ذہین فطین اور صاحبِ فراست و بصیرت کو دی جاتی ہے تو وہ تمام امور پر محیط ہوجاتا ہے لہذا بالفرض امکان لفظی ما دونوں جگہ عموم کے لئے ہو اور تعلیم کا تعلق تمام امور سے ہو پھر بھی یہود کے علم ناقص پر علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیاس کا کوئی جواز موجود نہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اسی طرح بلقیس کے متعلق فرمایا گیا ہے اوتیت من کل شیء یعنی اسے ہر چیز عطا کی گئی، یہاں کل شئی ”علوم کے لئے نہیں اور خلاف اصل استعمال کروایا گیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ خلاف اصل ہو۔ اگر اس طرح قواعد و ضوابط کا مذاق اڑایا جائے تو یوں بھی کہا جاسکے گا کہ اللہ مافی السموات و مافی الارض یہاں بھی ماعوم کے لئے نہیں۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر یہاں بھی کل شئی ”علوم کے لئے نہیں ہے کیونکہ یہی لفظ ماعوم کے حق میں مستعمل ہے اور معنی ماعوم مراد و مدلول نہیں۔ ”کل شئی“ کا لفظ بلقیس کے حق میں استعمال کیا گیا ہے حالانکہ اسے دنیا کی ہر شے حاصل نہ تھی بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک و سلطنت کے مقابل اس کی سلطنت کوئی حیثیت بھی نہیں رکھتی تھی۔ لہذا ایسی تاویلات باطل محض ہیں جن کے ماننے سے تمام قطعی حقائق بھی ظنی اور ناقابل اعتبار و اعتماد ہوجائیں گے۔

منہ غفرلہ

فعلمت ما فی السموات والارض میں علوم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو کلماتیں مارتے سمندر موجود ہیں، ذرا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا بیان سنئے فرماتے ہیں۔ "عبارت ائمتہ از تمام علوم کلوی و جزوی و احاطہ ان کیہ الفاظ میں ہے کہ اور کلمات طیبہ تمام علوم کلیہ و جزئیہ اور ان کے احاطہ پر دلالت کرتے ہیں اور اسی علوم و احاطہ کی تعبیر ہیں۔"

حضرت معاذ بن جبل کی روایت میں یہاں فقہی لہجہ کی شکل شییٰ و معرفت کے الفاظ موجود ہیں یعنی اس دست بے کیف کی برکت سے ہر شیء مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے ہر شیء کو پہچان لیا۔ نیز روایت حبیب علیہ السلام اور روایت خلیل علیہ السلام میں فرق بھی اسی محدث اعظم سے سنتے جاسیے فرماتے ہیں۔

اہل تحقیق گفتہ اند کہ تفادوت است در میان این دو روایت زیرا کہ خلیل علیہ السلام ملک آسمان و ملک زمین را دید و حبیب علیہ السلام ہر چہ در آسمان و زمین بود از ذات و صفات و ظواہر و باطن ہمہ را دید و خلیل علیہ السلام حاصل شد مراد را یقین بوجوب ذاتی و وحدت حق بعد از دیدن ملکوت آسمان و زمین چنانکہ حال اہل استدلال و ارباب سلوک و محبان طالبان میباشد و حبیب حاصل شد مراد را یقین و وصول الی اللہ اول پس ازالہ نسبت عالم را و حقائق آنرا چنانکہ شان مجذوبان و مجربان و مطلوبان است و اول موافق است بقول ماسرأیت شیبنا الا لرأیت اللہ بعدہ و ثانی بہ ماسرأیت شیبنا الا لرأیت اللہ قبلہ و شتان بینہما۔

اہل تحقیق نے فرمایا کہ حبیب علیہ السلام کے دیکھنے اور خلیل علیہ السلام کے دیکھنے میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ خلیل علیہ السلام نے ملک آسمان اور ملک زمین کو دیکھا اور حبیب علیہ السلام نے جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے ذات و صفات اور احوال ظاہر و باطن سب کچھ دیکھا، دوسرا فرق یہ ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام کو ملکوت

آسمان وزمین دیکھنے کے بعد و جب ذات باری تعالیٰ اور وحدت حق تعالیٰ کے ساتھ یقین کامل حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال کا حال ہے اور ارباب سلوک کا طریقہ ہے، جہان اور طالبان بارگاہ کا حال ہے اور حبیب علیہ السلام کو مرتبہ یقین کامل اور وصول الی اللہ پہلے حاصل ہوا اور اس کے بعد عالم اور اس کے حقائق کا علم حاصل ہوا جیسا کہ مجتہدوں، مجتہدوں اور مطلقو بان بارگاہ کی شان ہے۔ پہلا دیکھنا معرفت کے اس مقام کے مناسب ہے جس کو ماسرأیت شیئا الا سرا ایت اللہ بعدہ سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی جس شی کو بھی دیکھا اس کے بعد اس کے خالق جل و علا کی معرفت حاصل ہوئی۔ ہر مصنوع اپنے صانع و خالق کے لئے مثل ائمینہ بن گیا اور حبیب علیہ السلام کا دیکھنا معرفت کے اس اعلیٰ و ارفع مقام پر دلالت کرتا ہے جس کو ماسرأیت شیئا الا سرا ایت اللہ قبلہ سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی جس شی کی طرف بھی نگاہ اٹھائی اس سے پہلے اس کا خالق و صانع نظر آیا اور اس کی ذات سے مخلوقات و مصنوعات کی معرفت حاصل ہوئی اور ان دونوں مقاموں میں بڑا ہی فرق ہے۔

نمبر ۲۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے نمازِ خسوف پڑھائی پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا :-

ما من شیءٍ لعمارة الاوقد ساءتہ فی مقامی هذا حتی الجنة والنار

(بخاری جلد ثانی ص ۱۸۸)

” کوئی بھی ایسی شی نہیں جس کو میں نے پہلے نہیں دیکھا مگر یہ کہ تحقیق ابھی اپنے اس

مقام میں میں نے اس کو دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت و دوزخ کو بھی۔“

نمبر ۳۔ امام بخاری نے اس آیت کریمہ یا ایہا الذین امنوا لا تسئلوا عن

اشیاء ان تبدلکم تسو کمر اسجا ایمان والو ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو

اگر بیان کر دی جائیں تو تمہیں رسوائی میں ڈالیں) کے تحت چند روایات علم مصطفیٰ

علیہ التحیۃ والسلام کی وسعت و بے پایانی سے متعلق درج فرمائی ہیں ملاحظہ فرما کر

ایمان کو تازہ کیجئے :

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم عن اشیاء کرہا فلما اکثر وعلیہ المسئلة
غضب وقال سلونی فقام رجل فقال یا رسول اللہ من ابی قال

ابوک ہذیفتہ (الحديث)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جس کو آپ نے ناپسند فرمایا۔ جب لوگوں نے
استفسار و استکشاف میں مبالغہ کیا اور اصرار کیا تو آپ ناراض ہو گئے اور فرمایا پوچھو جو
بھی پوچھنا چاہتے ہو، ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے
فرمایا تیرا باپ عذافہ ہے (الحديث)

شرح بخاری امام بدر الدین عینی اور صاحب فتح الباری وغیرہ نے فرمایا کہ جن
اشیاء کے متعلق سوالی کو آپ نے ناپسند فرمایا ان میں یہ بھی ہیں کہ میری اونٹنی کہاں
ہے؟ حج ہر سال فرض ہے یا ساری عمر میں ایک مرتبہ؟ قیامت کب ہوگی؟ وغیرہ وغیرہ
پہلے ان غیر موزون اور غیر مفید سوالات کو نظر انداز فرمایا، جب سائلین کی ضد اور اصرار کو دیکھا
تو ناراضگی میں فرمایا جو چاہتے ہو پوچھ لو، گویا بیان نہ فرمانا مصلحت کے تحت ہے نہ کہ لاپٹی
اور بے خبری کی دلیل۔ تم اس مغالطہ میں نہ رہ جانا کہ مجھے علم نہیں، پھر جس نے پوچھا کہ میرا
باپ کون ہے؟ وہ بھی بتلا دیا، جس نے پوچھا میرا گھانا کہاں ہے؟ اسے بھی بتلا دیا
العرض جو کچھ بھی پوچھا گیا بتلا دیا گیا اور جو پوچھا جاتا بتلا دیا جاتا، کاش کوئی قیامت کے متعلق
بھی سوال کر لیتا تو آج منکرین کا منہ بند ہو جاتا۔

تلمیذ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالتآب صلی اللہ علیہ

وسلم نے دن ڈھلنے کے بعد نمازِ ظہر ادا فرمائی جب سلام پھیرا تو منبر پر تشریف فرما ہوئے
اور غلاموں کو شرفِ خطاب سے مشرف فرمایا، قیامت کا ذکر فرمایا اور اس کے پہلے روز
ہوئیو اے عظیم امور کا تذکرہ فرمایا پھر فرمایا من أحب ان یسأل عن شیء فلیسأل
عند فواللہ لا تسئلونی عن شیء الا اخبرتکوبہ ما دمت فی مقامی ہذا۔
بجو شخص بھی کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے تو وہ سوال کرے بخدا تم مجھ سے

جس شی کے متعلق بھی سوال کرو گے میں جب تک اپنے اس مقام میں ہوں تمہیں ضرور بتلاؤں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے بے اختیار و نامشروع کر دیا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار پوچھ لوجو پوچھنا ہے پوچھ لو، فرمایا۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ تو فرمایا کہ تیرا ٹھکانا دوزخ ہے، پھر حضرت عبداللہ بن عذافہ اٹھے اور عرض کیا میرا باپ کون ہے؟ تو ارشاد ہوا تیرا باپ عذافہ ہے (یعنی تو صحیح النسب ہے اور حلال نطفہ سے متولد ہوا ہے تجھ پر نسب کے لحاظ سے اعتراض غلط اور باطل ہے) پھر آپ نے بار بار فرمایا جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب وہ جلالت اور حالت غضب مشاہدہ فرمائی تو بہ مشکل گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کیا رضینا باللہ ربنا وبالاسلام دینا و بسمحمد رسولہ ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں اور اسلام کو بطور دین ہم نے پسند کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور رسول اور راہنما کے اختیار کیا ہے، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی اور سوال کر لو، پوچھ لو کے الفاظ کو دہرانا ترک فرما دیا اور فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لقد عرضت علی الجنة والنار انفاً

فی عرض هذا الحائط وانا اصلی فلما سرکا لیوم فی

الخبیر والشر۔

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھ پر جنت اور دوزخ ابھی اس دیوار کے عرض اور حسابت میں سے پیش کی گئی جبکہ میں نماز پڑھ رہا تھا لہذا میں نے آج کے دن جیسا بہتر دن جنت دیکھنے کے لحاظ سے اور شر والادن دوزخ دیکھنے کے اعتبار سے نہیں دیکھا۔“

نمبر ۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص نے

عرض کیا کہ میرا باپ کون ہے تو آپ نے فرمایا فلاں! یعنی جو حقیقی باپ تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یا ایہا الذین امنوا لا تسئلوا عن انہ سیاء ان تبدلکم نسمو کمر۔

بظاہر یہ تین الگ الگ روایات ہیں جو امام بخاری نے اس آیت کریمہ کے تحت درج فرمائی ہیں لیکن یہ نظر غائر دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ان تینوں کا مضمون ایک ہے، محل ایک ہے۔ دراصل مختلف سوالات کئے گئے تھے جن کا جواب مصلحت کے خلاف تھا جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح فرمائی گئی ہے۔ جب ان کو بار بار دہرایا گیا اور اکتار و اصرار کیا گیا تو معدن اصرار و رموز، منبع علم و حکمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوش میں آکر فرمایا پوچھ لو جو پوچھنا ہے بخدا میں جب تک اپنے اس مقام میں بیٹھا ہوں تم جو بھی پوچھنا چاہو گے پوچھتے جاؤ میں جواب دیتا جاؤں گا۔ لیکن اب جذبہ سوال سرد پڑ گیا ہے، اصرار تو کہاں زبان میں ملنے کی سکت بھی باقی نہیں رہی۔ جلال محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دل لرز گئے ہیں، بدن کا نیچے گئے ہیں، آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابل رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جسی مقرب بارگاہ ہستی بھی اور صاحب ہمت عظمیٰ اور مالکِ درجہ علیا، کس رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیبت و جلال سے اس قدر مرعوب ہیں کہ سیدھے کھڑے ہونے کی سکت نہیں ہے صرف گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں رضینا باللہ سر با و بالاسلام دینا و ب محمد رسولاً صلی اللہ علیہ وسلم۔

گویا یہ سوالات شکوک و شبہات یا شک وارتیاب کی بنا پر نہیں تھے مسلمانوں کا سوائے دریافت حقیقت کے اور کوئی مقصد نہیں تھا ہم اللہ کی ربوبیت پر رضامند، دین اسلام پر رضامند اور رسول خدا کی رسالت پر رضامند ہیں۔ تب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب و جلال فرو ہوا اور آپ نے سلونی سلونی پوچھ لو جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔“ والے الفاظ سے سکوت فرمایا۔

اس روایت میں چند امور قابل توجہ ہیں :-

۱- امام بخاری نے یہ روایت اپنی فنِ حدیث کی متناز اور سرمایہ صدقہ نماز کتاب بخاری شریف میں متعدد مقامات پر مختلف اسلوب و انداز سے ذکر فرمائی ہے اور اس کثرت سے اس کا ذکر فرمایا ہے کہ اس کی صحت میں کسی قسم کا شبہ اور تردد نہیں ہو سکتا۔ پھر آیت کریمہ کا شان نزول بھی اسی واقعہ کو قرار دیا ہے جس سے اس روایت میں اور تقویت پیدا ہو گئی ہے۔

۲- محدثین کرام نے ناپسندیدہ سوالات میں قیامت کے متعلق سوالات کو بھی ذکر فرمایا۔

۳- رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی العموم فرمایا جو چاہو پوچھ لو۔
۴- نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام کو قسم کے ساتھ تاکید کے طور پر ذکر فرمایا کہ بخدا جو بھی پوچھو گے میں اس کی خبر دوں گا۔
۵- اس اعلان کو ایک دو بار نہیں بے شمار مرتبہ دہرایا۔

۶- صرف دو تین آدمیوں میں نہیں بلکہ نماز ادا فرمانے کے بعد ہزاروں صحابہ اور حاضرین کے سامنے یہ اعلان فرمایا۔

۷- سلسلہ فرمایا اور تخصیص نہ فرمائی کہ فلاں شخص سے سوال کر لو اور فلاں سے نہ کرو بلکہ مسؤل کی تعبیریں مخاطبین کی مرضی پر چھوڑی تاکہ جو چاہیں پوچھیں۔
۸- مقام قسم میں لفظ شئی کو نفی کے تحت درج فرما کر عموم پر تخصیص فرمادی۔
۹- اسی نماز کے اندر حنت و دوزخ کا مشاہدہ فرمایا۔

۱۰- جس نے اپنا ٹھکانا پوچھا وہ بھی بتلا دیا، جس نے اپنے نسب کی تحقیق کے لئے اپنے باپ کے متعلق دریافت کیا وہ بھی بیان فرمایا۔

ان سب امور کو پیش نظر رکھنے کے بعد ایک امتی اور مخلص مومن کیلئے اس پر ایمان لانا لازم ہو جاتا ہے کہ آقائے دو جہاں، فخر کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ہونے والے تمام حالات و واقعات اور پیدا ہونے والی اشیاء

اور ان کی کیفیات و صفات اور زمانہ ماضی کے پوشیدہ امور و مخفیات پر مطلع ہیں اور
 مکان و ماکا کیوں میں سے کوئی شے ان کی نگاہِ حق بین سے مخفی و پوشیدہ نہیں
 خواہ اس کا تعلق امورِ دین سے ہو یا دنیا سے ہو، مافی الارحام سے ہو یا آخرت
 قیامت سے۔ اور کسی مسلمان کیلئے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے قسمیہ اعلان
 اور حلقیہ بیان کے بعد اس بحث کی گنجائش نہیں رہتی کہ فلاں شے جانتے
 تھے اور فلاں سے بے خبر تھے نعوذ باللہ۔

نکتہ بعض لوگ پوری ڈھٹائی سے کہہ دیتے ہیں کہ آپ کا یہ اعلان صرف
 امورِ دین سے تعلق رکھتا ہے لہذا دینی و دنیوی اور اخروی تمام امور پر اطلاق ثابت
 نہیں ہو سکتی جو اباً گذارش ہے اولاً حدیثِ پاک میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو
 اس تخصیص پر قریبہ اور علامت بن سکے بلکہ الفاظ عام ہیں لہذا اس عموم پر ہی اعتماد
 ہوگا یہ تخصیص بلا تخصیص باطل محض ہوگی۔

ثانیاً یہ کلام صداقت نشان ان لوگوں کے جواب میں صادر ہوئی جو کہتے ہیں
 سیری اونٹنی کہاں ہے، میرا باپ کون ہے؟ قیامت کب ہوگی؟ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ وغیرہ
 وغیرہ۔ کیا یہ سوالات امورِ دین سے تعلق رکھتے ہیں؟ تاکہ اس اعلانِ عام کو بھی امورِ دین
 کے ساتھ خاص کیا جاسکے؟

ثالثاً سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان معجز نشان کے بعد پوچھا گیا کہ
 میرا باپ کون ہے یا میرا ٹھکانا کہاں؟ تو حضور نے کیوں نہ فرمایا کہ میں نے تو صرف
 امورِ دین کے متعلق کہا ہے اور یہ چیزیں تو دین سے تعلق نہیں رکھتیں، اور اگر یہ
 سب سوالات امورِ دین سے ہیں تو پھر وہ کونسی شے باقی بچے گی جو امورِ دنیا سے تعلق
 رکھتی ہو اور دین سے تعلق نہ رکھتی ہو لہذا یہ محض شیطانی دسوسہ ہے اور احتمالِ باطل
نکتہ سب بد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صحیح نسب
 ہونے کی خبر دی جو مافی الارحام سے تعلق رکھتی ہے اور منافق کے پوچھنے پر

بالفرض اگر ان امور میں سے کوئی شے ان پر مخفی تھی اور اس پر مطلع نہیں تھے تو اس قدر عام دعویٰ اور حلفیہ اعلان کہ جو چاہو پوچھ لو اور بار بار اس پر اصرار و تکرار

کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے فرمایا "دوزخ" اس امر کا تعلق میاذا تکسب غذا سے ہے یعنی کوئی شخص کل گیا کر سے گامومن ہو گا یا کافر رہے گا، جنتی ہو گا یا دوزخی، لیکن سید کا نیت علیہ افضل الصلوات نے دونوں کو بیان فرمایا تو معلوم ہوا کہ مغیبات خمسہ (قیامت، بارش کا نزول، پیٹ میں کیا ہے مذکر یا مؤنث، جگہ وفات، کل کا حال) کا علم بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باعلام اللہ ہے۔ ان میں سے پوچھا گیا بیان فرمایا اگر قیامت سے سوال کیا جاتا اور دوسرے امور سے بھی تو آپ یقیناً وہ بھی بیان فرما دیتے لیکن سوال نہیں کیا گیا اور اس کا وقت مخصوص بیان کرنا مصلحت اور مشیت ایزدی کے خلاف تھا لہذا ظاہر نہیں فرمایا نہ یہ کہ معلوم ہی نہیں ورنہ دعویٰ عموم و استغراق جو رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحیح نہ رہے گا و ہذا باطل نیز قائل بالفصل تو کوئی بھی نہیں، جو نہیں مانتے وہ پانچ میں سے کسی کو نہیں مانتے اور جو تعلیم الہی تسلیم کرتے ہیں وہ پانچوں کا علم محرم امر ایزد اوندی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیم کرتے ہیں لہذا جب بعض کا علم بالفعل مراۃ ثابت ہو گیا تو باقی کا علم بھی اس قاعدہ "عدم القائل بالفعل" کے تحت ثابت ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان موعدا کما المحوض وانى لا نظرا لیه وانافى مقامی هذا (مشکوٰۃ) "میرا اور تمہارا مقام ملاقات حوض سے ہے اور میں اس کو اب اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں" وہ حوض میدان محشر میں ہو گا، جب وہ اسی وقت سے پیش نظر ہے تو باقی منظر کیونکر پیش نظر نہ ہو گا اور وہ دن اور اس کا تعیین کیوں معلوم نہیں۔ بعض المجال خلاف عقل و نقل محض ارجاء عنان کے طور پر تسلیم کر لیں کہ قیامت کا علم نہیں تھا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم علیہ السلام کو یہ بتلادیا تھا کہ وہ اس سے متعلق سوال نہیں کریں گے یا نہیں بتلایا تھا۔ پہلی صورت میں اس

ایک عام آدمی کو زیب نہیں دیتا اور کسی بھی بااخلاق آدمی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ الہی دعا سے کرے چہ جائیکہ ایک نبی کو علی الخصوص نبی الانبیاء امام الرسل مولا سے گل

بلند بانگ دعا سے سے کونسا وصف کمال ثابت ہو گا یہی کہ پوچھنا تو کسی نے ہے نہیں لہذا محض زبانی زبانی اپنے وفور علم کی دھاک بٹھا لو اور دوسری صورت میں ان کا قیامت سے سوال کرنا ممکن ہے بلکہ سب سے اول اور مقدم بھی سوال تھا تو اس تقدیر ممکن پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا جانا ممکن تھا یا نہیں، اگر ناممکن اور محال تھا اور اس پر اطلاع موجب شرک ہو تو دعویٰ عام اس امید پر کرنا کہ جو بھی پوچھیں گے اللہ تعالیٰ فوراً مجھے مطلع کر دے گا مستلزم ہو گا اس چیز کو کہ معاذ اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موجبات شرک و کفر کا بھی علم نہ ہو اور باری تعالیٰ کے صفات مختلفہ کا بھی علم نہ ہو حالانکہ ہر نبی کے لئے اللہ تعالیٰ کے صفات مختلفہ کا علم جو اس کے حق میں جائز یا محال ہے اس کا علم واجب و ضروری ہے ورنہ وہ نبی توحید باری کو بیان کر ہی نہیں سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلع کیا جانا ممکن تھا تو پھر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ممکن امر کو تسلیم کر لینے سے شرک جیسا استعمال کیسے لازم آسکتا ہے اور وہ شیع نبوت کے پر دانے جو دلائل سے اس علم کو ثابت کرتے ہیں کفر و شرک کے فتوے کے مستحق کیسے بن سکتے ہیں نیز جب قیامت قائم ہوگی اور سارے انسان اس کا مشاہدہ کر لیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اور بندوں میں اس علم کے اندر مساوات و اشتراک لازم آئے گا یا نہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر پہلے باعلام اللہ جان لینے سے شرک اور برابری کیسے لازم آئیگی؟ اگر اس علم اور مشاہدہ کے شرک نہ ہونے کی یہ وجہ ہے اور یقیناً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن اور اس کے تعیین کو ازل سے جانتا ہے اور مخلوق نے اس سے جانا ہے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ظہور کے بعد دوران نبوت محض تعلیم الہی سے اسکو جانا ہے لہذا اب بھی مساوات و شرک کا ثابہ بھی نہیں ہو سکتا۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ کیا اس صورت میں یہ فریبِ محض اور مکرِ مکہ وہ نہیں ہوگا اور ایسے نبی کی اتباع کوئی عقلمند کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے! نہیں نہیں سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ محض دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت ہے اور یہ محض ایک اعلان نہیں بلکہ حقیقت اور واقعہ کا بیان ہے۔

سرِ عرش پر ہے تیری گزردلِ قرش پر ہے تیری نظر!
ملکوتِ ملک میں کوئی شی نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں
نمبر ۶۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله نزلني الارض

فرايت مشارق الارض ومغاربها (مسلم شریف و مشکوٰۃ)

”رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا اور اس کے اطراف و جوانب کو میرے سامنے حاضر کر دیا پس میں نے تمام جوانب اور اطراف و اکناف کا مشاہدہ فرمایا۔“
نمبر ۷۔ معجم طبرانی میں ہے:-

ان الله رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى

يوم القيمة كانما انظر الى كفى هذا.

”اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام دنیا پر سے حجاب اور پردہ اٹھا دیا لہذا میں اس کی طرف اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے کہ گویا میں اپنے ہاتھ کی پھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔“

نمبر ۸۔ مسلم شریف میں عمرو بن اخطب سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سے غروب آفتاب تک خطاب فرمایا ”ما سولت من اوقات صلوة“
فاخبرنا بما هو كائن الى يوم القيمة ”پس خبر دیا مارا پچھڑے کہ پیدا شونہ است از حوادث و وقائع و عجائب و غرائب تا روز قیامت (اشعة اللمعات) پس آپ نے ہمیں۔۔۔ چیز بیان فرمائی جو روز قیامت تک پیدا ہونیوالی ہے خواہ حوادث و

وقائع سے تھی یا عجائب و غرائب سے۔“

نمبر ۹۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:-

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا
یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعة الا حدث به حفظہ
من حفظہ ونسیہ من نسیہ الحدیث۔

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اندر ایک مقام میں قیام فرما ہوئے پس
آپ نے وقت قیام سے لیکر قیام قیامت تک ہونیوالی ہر شے کی خبر دی جو یاد رکھ
سکا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔“

نمبر ۱۰۔ تفسیر فائز اور معالم التنزیل میں ماکان اللہ لیذرا المؤمنین علی ما
انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب کے تحت نقل فرمایا ہے کہ:-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی
فی صورہا فی الطین کما عرضت علی ادم واعلمت من
یؤمن بی ومن یکفر بی (راقی) نہ عم محمد انہ یعلم من یؤمن
به ومن یکفر به ممن لم یخلق بعد ونحن معہ وما یعرفنا
راقی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بال اقوام
طعنوا فی علی لا تسئلونی عن شیء فیما بینی و بینکم و بین
الساعة الا انبأکم بہ۔

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری ساری امت اپنی اپنی حفا کی
صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ اشیاء آدم علیہ السلام پر پیش کی گئیں اور مجھے
جتلا دیا گیا ہے کہ کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا جب منافقین کو آنحضرت
کا یہ وصف کمال معلوم ہوا تو جل بھن گئے اور زبان طعن دراز کرتے ہوئے کہا کہ
محمد کا گمان ہے کہ جو ابھی موجود نہیں ہوئے میں ان کے ایمان و کفر اور
ان میں سے مومن و کافر کو جانتا ہوں حالانکہ ہم منافق و کافر ان کے ساتھ رہتے ہیں

اور ہمارے کفر و نفاق کا تو پتہ نہیں جب یہ طعن اور طعن دشمنی و تشنیع سمجھ نبوی تک پہنچی تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے میرے علم پر اعتراض کیا ہے تم اب سے لے کر قیامت تک جو چاہو پوچھو میں تمہیں بتلاؤں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے عرض کیا میرا باپ کون ہے! فرمایا حذافہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا رضینا باللہ سربا و بالاسلام دینا وبالقرآن اما ما ویک نبیا فاعف عنا اللہ عنک فاعف عنا اللہ عنک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فهل انتم منتمون فهل انتم منتمون۔ ”ہم اللہ کی رُبوبیت پر راضی، دین اسلام پر رضامند، قرآن کو امام و راہنما ماننے پر رضامند اور آپ کی نبوت پر رضامند ہیں ہمیں معاف فرمائیں اللہ آپ سے درگزر فرمائے، ہمیں معاف فرمائیں اللہ آپ سے درگزر فرمائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اعتراض کرنے والو کیا تم اپنے اعتراض سے باز نہیں آؤ گے؟ اسے طعن کرنے والو کیا تم اس حرکت سے باز نہیں آؤ گے؟

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک ہونے والے تمام امور کا علم محیط ہے نیز یہ کہ آپ کے علم میں نقص نکالنا اور اس پر اعتراض کرنا منافقین کا کام ہے نیز اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس قول کا مبینی نامہ بیان کر کے اس کا رد دیا۔ ان کا گمان یہ تھا کہ اگر انہیں یہ غیوب معلوم ہوتے تو ہمیں بھی بیان کر دئے جاتے اور جب ہم کو اطلاع نہیں دی گئی تو معلوم ہوا کہ خود بھی نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولكن اللہ عیجتی من رسلہ من یشاء فامضوا باللہ ورسولہ اللہ کو یہ زیبا نہیں اور اس کی شان رفیع سے یہ بعید ہے کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کرے لیکن وہ اظہار غیب کے لئے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ، ان اعترافات کو ترک کر دو اور انہیں اپنی ذاتوں پر قیاس نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ ان مقدس ہستیوں پر اعتراض کرنا، انہیں اپنی ذاتوں پر قیاس کرنا بالکل درست نہیں بلکہ منافقت کی علامت ہے، ایمان و اسلام کے خلاف ہے اسی لئے بطور تفریح و تزیین فرمایا فامضوا باللہ ورسولہ۔

منہ غفرلہ اللہ

نمبر ۱۱ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں کتابیں تھیں۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیسی کتابیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ سوائے آپ کے بتلانے کے ہمیں کیسے علم ہو سکتا ہے؟ آپ نے اپنے اپنے ہاتھ والی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:-

هذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماء اهل الجنة واسماء

ابائهم واسماء قبائلهم ثم اجمل علی اخرهم

یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجی ہوئی کتاب ہے جس میں اہل جنت کے نام ہیں اور ان کے آباء و اجداد اور قبائل کے نام ہیں اور آخر میں ان کا میزان دیا ہوا ہے۔ "فلا یزاد فیہم ولا ینقص منہم" نہ ان میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کمی کی جائے گی۔"

پھر دوسرے ہاتھ مبارک والی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:-

هذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماء اهل النار واسماء

ابائهم وقبائلهم ثم اجمل علی اخرهم فلا یزاد فیہم ولا ینقص

منہم۔

یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے بھیجی ہوئی ہے جس میں دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے آباء و اجداد اور قبائل کے نام ہیں آخر میں ان کا میزان دیا گیا ہے نہ ان میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ہی کمی کی جائے گی۔ "مشکوٰۃ" اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل جنت اور اہل دوزخ کو جانتے ہیں۔ ان کے آباء و اجداد حسب نسب کو جانتے اور سب میزان بھی آپ کو معلوم ہے اور کون مومن ہو گا اور کون کافر، یہ سب کچھ بھی آپ کو معلوم ہے۔ شیخ عبدالمحق فرماتے ہیں:-

ظاہر حدیث درال است کہ صحابہ را آن دو کتاب نیز نمود و اہل باطن

اربابِ مکاشفہ گویند وجودِ کتابِ حق است و محمول بر حقیقت ہے شائبہ مجاز۔
 ”حدیثِ پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت میں دو کتابیں آپ کے ہاتھ
 میں تھیں جو آپ نے صحابہ کرام کو بھی دکھائیں۔ اہل باطن اور اربابِ کشف فرماتے
 ہیں کہ وجودِ کتابِ ناقابلِ تردید حقیقت ہے جس میں مجاز اور خلافِ واقع کا شائبہ
 نکل نہیں۔“

امام غزالی فرماتے ہیں خواص کا امتیاز عوام سے دو وجہ کے ساتھ ہوتا ہے۔
 خواص کو محض عطاءِ الہی سے حاصل ہو جاتا ہے جسے علم لدنی کہتے ہیں، دوم عوام
 جو کچھ خواب میں دیکھتے ہیں خواص عالمِ بیداری میں چشمِ شہو سے اس کا
 مشاہدہ کرتے ہیں۔

وچوں خواص امت را این مرتبہ حاصل بود نکیف سید المرسلین راصلی
 اللہ علیہ وسلم و مشایخ گفتمہ اندہر کہ این اعقتاد ندارد ایمان بحقیقت
 نبوت ندارد (اشعۃ اللمعات)

”اور جب کہ خواص امت کو یہ مرتبہ حاصل ہو تو سیدِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم کو
 کیونکر یہ مقام بلکہ اس سے ارفع و اعلیٰ حاصل نہیں ہوگا۔ مثلاً کرام نے فرمایا جو
 اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ حقیقتِ نبوت پر ایمان نہیں رکھتا، وہ مقامِ نبوت و
 رسالت سے بے خبر ہے۔“

تفسیر ۱۲ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اطت السماء وحق لها ان تطمأ فیہا موضع قدم الاوفیہا
 ملک و اصنع جہتہ لئلا۔ (تفسیر کبیر زیر آیت ان اللہ اصطفیٰ

ادم و نوحا و ال براہیم و ال عمران علی العالمین)

”آسمان سے چڑچڑاہٹ کی آواز نکلی ہے اور حق بھی یہی ہے کہ اس سے یہ آواز
 نکلے کیونکہ اس میں کوئی بھی قدم بھرا سی جگہ نہیں جہاں فرشتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
 میں سجدہ ریز نہ ہو۔“

نمبر ۱۳ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:-

بینا جبریل قاعد عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذ سمع
نقیضاً من السماء فرفع رأسه الیہ فقال هذا باب من
السماء فتح الیوم لم یفتح الا الیوم فنزل منه ملک فقال
هذا ملک نزل الی الارض لم ینزل قط الا الیوم ۱۳۱۰

اس وقت کہ جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سنا اور سر مبارک اس کی طرف اٹھایا
اور فرمایا کہ آسمان کا یہ دروازہ آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے نہیں کھولا
گیا پس اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا فرمایا یہ فرشتہ آج نازل ہوا
ہے آج سے پہلے زمین پر نہیں اترا۔“

نمبر ۱۴ معراج کے موقع پر جنت میں سیر فرما رہے ہیں اور حضرت بلال رضی
اللہ عنہ کے زمین پر چلنے کی آواز سماعت فرمائی انی سمعت دف نعلیک
بین یدی فی الجنة،

نمبر ۱۵ عارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی قرأت آپ نے جنت میں سنی
عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دخلت الجنة فسمعت فیہا قراءة فقلت من هذا فقالوا عارثہ بن
النعمان (مشکوۃ) آپ نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو اس میں قرأت
سنی میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے عرض کیا عارثہ بن نعمان ہے۔“
نمبر ۱۶ نعیم بن عبداللہ نخام کی کھانسی کو جنت میں سنا اسی وجہ سے اس کا نام
نخام مشہور ہو گیا یعنی بہت ہی زیادہ کھانسنے والا جس کی کھانسی کا آواز جنت تک
پہنچ گیا۔ گویا فرش پر بیٹھے ہوئے آسمان جنت، عرش اور تمام ملائکہ پیش نظر
ہیں آسمان اور جنت میں موجود ہیں تو فرش ارض پر ہونے والے احوال پیش نظر
ہیں سے ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ تو تجھ پر عیاں نہیں

نمبر ۱۷ مکہ شریف میں تشریف فرما ہیں کفار معراج کی خبر سن کر بیت المقدس کے متعلق سوالات شروع کر دیتے ہیں۔ آپ بیت المقدس کو دیکھ کر تمام سوالات کا جواب دیتے جاتے ہیں فرقعہ اللہ لی انظر الیہ ما یستلونی عن شیء الا انباتہم (مشکوٰۃ شریف) ”برداشت حجاب انال“ (اشعۃ اللمعات)۔ ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا رفع الحجاب بینی و بینہ لانظر الینہ و اخبر الناس ”درمیان سے حجاب اٹھا دئے گئے تاکہ میں دیکھ کر بتلا دوں“

نمبر ۱۸ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں اور ادھر حضرت عباس جنگ بدر کی تیاری کے لئے مکہ مکرمہ میں اپنا متاع زرو سیم اپنی بیوی ام الفضل کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں دفن کر رہے ہیں تاکہ اگر میں واپس نہ آسکوں تو تیرے کام آجائے۔ جب کفار میدان بدر میں شکست کھا گئے، مترمار سے گئے اور ستر قید ہو گئے تو قیدیوں میں حضرت عباس بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے فرمایا چچا! قیدیہ دید و آزاد کر دوں گا۔ عرض کی میں غریب ہوں مال نہیں رکھتا قیدیہ کیسے ادا کر دوں! فرمایا اسے چچا میرے سامنے اتنی غلط بیانی دہ سونا کس کا ہے جو تو نے ام الفضل کو ساتھ لیکر مکہ شریف میں فلاں جگہ دفن کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس غیبی خبر کو سن کر فوراً مسلمان ہو گئے۔

نمبر ۱۹ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں اور قادیان گورداسپور میں پیدا ہوئے والے فتنہ کی خبر سے رہے ہیں حضرت عنبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

سینشاً نشو من قبل المشرق یقولون لاجہاد ولا
سرباط اولئک ہم و قود النار دکنہ العال ابن عساکر عن انس

جلد ۲ ص ۲۶۳ کتاب الجہاد

”عنقریب مشرق کی جانب سے ایک گروہ پیدا ہوگا جو کہیں گے نہ جہاد جائز ہے اور نہ سرحدوں پر حفاظتی چوکیاں اور نگران دستے متعین کرنا وہ لوگ آگ کا

ایندھن میں، جہاد اتنے وقت تک جاری رہے گا جب تک زمین سبزہ اگاتی رہے گی اور آسمان بسا رہے گا۔

چنانچہ مرزا قادیانی نے وہی راگ الا پاسہ

چھوڑ دو اب دستو جہاد کا خیال

حرام ہے دین کے لئے لڑنا اور قتال

کہتا ہے میں اس خوئی مذہب کو مٹانے آیا ہوں اور یہ کہ میں نے جہاد کی حرمت اور انگریزی کی امداد و اعانت کے وجوب کو ثابت کرنے کے لئے سینکڑوں ہزاروں رسالے لکھے اور تقسیم کئے صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ بیرون ملک بھی تقسیم کرائے (ماخوذ از قادیانی مذہب)

قربان جائیے نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ صدیوں پہلے اس واقعہ کی خبر دے دی اور مرزا صاحب نے بڑے غور و فکر کے بعد اور مدتِ مدیدہ تک کتبِ احادیث و تفاسیر اور دیگر تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد بڑے

محتاط انداز میں درجہ بدرجہ دعویٰ نبوت کی طرف ترقی فرمائی۔ پہلے مجدد بنے، پھر امام مہدی بن گئے پھر مسیح موعود بن بیٹھے، بالآخر منزلِ مقصود یعنی نبوت و رسالت پر آ پہنچے۔ ہر حدیث اور روایت کی تاویل کر دی اور اپنے لئے راستہ پیدا کر لے کی

بھر پور سعی کی لیکن اس عالمِ ماکان و مایکون رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی امتیازی اور ناقابلِ اشتراک علامت بیان فرمائی جس نے مرزا صاحب کی سب تاویلات اور من گھڑت توجیہات پر پانی پھیر دیا اور ان کے افتراء و کذب کو واضح فرما دیا اور ان کا اور ان کے متبعین کا انجام بھی واضح فرما دیا اولئک ہم و قود النار۔

نمبر ۲ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام اور یمن کے متعلق دعائے برکت فرمائی اللہم بارک لنا فی شامنا و بارک لنا فی یمننا " اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، صحابہ کرام نے عرض

کیا کہ ہمارے نجد کے لئے بھی دعا فرمادیں آپ نے دوبارہ اللہم بارک لنا فی شامنا
اللہم بارک لنا فی یمننا فرمایا اور نجد کا نام تک نہ لیا، پھر عرض کیا گیا کہ نجد کے
متعلق بھی دعا برکت فرمادیں آپ نے پھر فرمایا اللہم بارک لنا فی شامنا
اللہم بارک لنا فی یمننا اور نجد کے متعلق فرمایا هناک الزلازل والفتن
وبہا یطلع قرن الشیطان "نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے
ایک شیطانی گروہ پیدا ہوگا۔"

یہ فتنے اور زلزلے اور شیطانی گروہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے
متبعین کی صورت میں بارہویں صدی کے اندر رونما ہوئے جس کی رحمت عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے پہلے اطلاع دے دی تھی۔

الغرض یہ محبوب فرشتے پیٹھے آسمانوں اور افلاک و عرش کی چیزوں پر
مطلع ہے اور آسمان و جنت یا سر عرش پہ ہو تو فرشتہ زمین کی ہر شے پر مطلع ہے
شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کے واقعات ان کے پیش نظر ہیں گویا جہات ست
ان کے سامنے سمت کر جہت مقابل بن چکے ہیں اور یہ عرش نشین رسول ہر جگہ
کے احوال بیان فرما رہے ہیں اعلیٰ حضرت بریلوی نے فرمایا ہے

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم و النجم میں ہے آقا تیری بسینائی کی !

نمبر ۲۱ صرف یہ نہیں کہ موجودات و محسوسات کا مشاہدہ فرمایا اور غیر محسوس اور
غیر مرئی امور آپ کی نگاہ حق بین سے اوجھل رہے یا صرف اپنے زمانہ اقدس میں
ظہور پذیر اشیاء کو دیکھا، ماضی و مستقبل کے حوادث و واقعات اس چشم خدا بین
سے پوشیدہ رہے بلکہ زمانہ بمع زمانیات کے اور مکان عالم بمع مکانیات بارگاہ
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر کر دیا گیا اور سب زمانیات و مکانیات کو ملاحظہ
فرما رہے ہیں اس پر شاہد صادق اور دلیل ناطق احادیث و روایات پہلے بھی درج
ہو چکی ہیں قدر سے اور ملاحظہ فرما کر اس کو شہ علم و حکم اور برزخ حدوث و قدم

صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ کامل سے بصیرت حاصل کرتے جائیں۔
 حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند
 ٹیلے پر چڑھے اور صحابہ کرام کو فرمایا:۔

هل ترون ما اری قالوا لا قال انى لاسرى الغتن تقع خلال
 بيوتكم كوقوع المطر (مشکوٰۃ)

”کیا تم بھی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں! فرمایا میں فتنوں
 اور فسادات کو جنگ و جدال کو تمہارے گھروں میں گرتے اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے کہ بارش
 کے قطرات گرتے ہیں۔“

نمبر ۲۲ ابو داؤد اور بیہقی نے عاصم بن کلیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ رسالتِ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم صحابہ کرام کی معیت میں ایک جنازہ پر تشریف لے گئے۔ جب مراجعت فرما ہوئے تو
 متوفی کی بیوی کی طرف ایک آدمی آپ کو دعوت دینے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے اس دعوت
 کو قبول فرمایا اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ کھانا لاکر پیش کیا گیا۔ آپ نے ہاتھ مبارک کھانے
 کے لئے بڑھایا اور کھانے لگے۔ ہم نے آٹے دو جہاں فخر کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کو
 دیکھا کہ لغمہ کو منہ میں اس طرح لئے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں یہ گوشت ایسی بکری کلبے جو مالک
 کی اجانت کے بغیر ذبح کی گئی ہے فنظرنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یلون لقمته فیہ ثم قال اجد لحم وشاة اخذت بغیر اذن اہلہا۔

جب گھر والوں کو اس صیغہ و بصیرت کا یہ فریاد سنائی دیا تو اس بیوہ نے معذرت
 کرتے ہوئے عرض کیا کہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہم نے لقمع (جو کہ جانوروں کی منڈی تھی) میں
 آدمی بھیجا، وہاں کوئی جانور نہ ملا۔ ہمارے پڑوسی نے بکری خریدی تھی اس کا پتہ کر آیا وہ گھر
 میں نہ ملا۔ اس کی بیوی سے کہا تو اس نے اس خیال پر بکری ہمیں دے دی کہ میں بہر صورت
 اپنے خاندان کو راضی کر لوں گی۔ آپ نے فرمایا کھانا قیدیوں اور غلاموں کو کھلا دو۔ ہم یہ کھانا
 نہیں کھاتے (بوجہ کمالِ تقویٰ احتراز کیا)

نمبر ۲۳ حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ وادعی عسفان میں داخل ہوئے تو فرمایا:

کافی نظر الی یونس علیہ السلام علی ناقۃ حمراء علیہ جبۃ
صوف خطام ناقۃ خلیۃ مارا بهذا الوادی ملیاً۔

گو یا کہ میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، سرخ اونٹنی پر سوار ہیں، ادنیٰ جبہ
زیب تن کئے ہوئے ہیں، ان کی اونٹنی کی مہار کھجور کے چھلکے کی ہے اس وادی سے
تلبیہ کہتے ہوئے گزر رہے ہیں (البیت اللہ لبیک کہتے ہوئے) (مشکوٰۃ) اسی طرح
حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق بھی روایت ہے جس کو شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے
مدارج النبوت میں درج فرمایا ہے۔

نمبر ۲۳ جب وادی اریق میں قدم رنجہ فرمایا تو صحابہ نے استفسار کیا۔

ای واد هذا قالوا اریق قال کافی انظر الی موسیٰ علیہ السلام
فذكر من لونه وشعره واصنعا صبعیه فی اذنیہ لہ جو اس
الی اللہ بالتلبیۃ ما را بهذا الوادی (مشکوٰۃ)

”یہ کونسی وادی ہے؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی وادی اریق ہے،
فرمایا گو یا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، پس آپ نے ان کی رنگت اور
بالوں کی کیفیت قدر سے بیان فرمائی، وہ اس وادی میں سے گزر رہے ہیں اپنی
دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں، تلبیہ کہتے ہوئے اپنے
رب کی بارگاہ میں عاجزی و زاری کتاں ہیں“ بعض روایات میں ان کا ستر ہزار نبی اسرائیل
کی معیت میں حج کے لئے آنا بیان کیا گیا ہے جیسا کہ شیخ محقق نے فرمایا ”می بلنیم موسیٰ
علیہ السلام را کہ باہفتاد ہزار نفر نبی اسرائیل برائے حج سے آید“ (مدارج النبوت)
اشعۃ اللمعات میں شیخ صاحب نے فرمایا :-

بعضے از اہل تحقیق می گویند کہ ہم در اں وقت دید کہ در حالت حیات درشتند
و این در عالمے باشد کہ در اں جا ماضی و حال و مستقبل نیست لیس عند
اللہ صباح و لا مساء۔

آنکہ غافل نیست از حق یک نفس ماضی و مستقبلش حال است و بس

”بعض اہل تحقیق نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کو اس زمانہ میں آتے ہوئے دیکھا جبکہ وہ حیاتِ ظاہرہ میں حج کے لئے تشریف لائے تھے، وہ زمانہ بمع اہل زمان کے نبی اعظم امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کر دیا گیا اور یہ اس جہان کی بات ہے جہاں ماضی و مستقبل سب حال ہے، شہود ہی شہود ہے اور حضور ہی حضور ہے، غیب و خفا نام والی کوئی شئی نہیں ہے۔ یعنی یہ قربِ خداوندی اور وصول الی اللہ، فنا فی اللہ والا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یعنی لامکاں میں صبح و مساء نہیں ہے، وہاں گردشِ لیل و نہار نہیں اور ماضی و مستقبل والی تقسیم نہیں ہے۔ یہ تو سیدِ رسل ہیں، امامِ کل، کاشفِ کُتب ہیں جو بھی ان کی اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہمہ تن مصروف ہو جائے ماضی و مستقبل ان کے سامنے بھی حال بن جاتا ہے۔ مدارج النبوۃ میں شیخ محقق نے اس معنی کو سب معنوں سے گدہ اور بہتر فرمایا ہے فلینظر شہد۔

نمبر ۲۵ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

انی لاعلم اخر اهل النار خروجا منها واخر اهل الجنة دخولا فيها
”میں اس آدمی کو اب جانتا ہوں جو سب دوزخیوں کے بعد دوزخ سے نکلے گا اور
سب سے آخر میں جنت کے اندر داخل ہوگا“ (پورا قصہ مشکوٰۃ شریف میں درج ہے
اور قابلِ دید ہے)

نمبر ۲۶ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یخرب الکعبۃ ذوالسویقتین من الحبشۃ متفق علیہ
وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما کافی بعد اسودا فحییج
یقلعہا حجراً حجراً اسواہ البخاری

”حضرت ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعبہ کو
قیامت کے قریب حبشہ میں سے ایک نحیف و نزار چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا ذیل و

ذیل شخص خراب کرے گا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا کہ رحمتِ دد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ میں کعبہ کو خراب کرنے والے اس جہشی کیطرت دیکھ رہا ہوں سیاہ رنگ والا ہے اور ٹیڑھی پنڈلیوں والا ہے جو کہ کعبہ کی ایک ایک کر کے سب اینٹوں کو اکھاڑ رہا ہے۔

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ جس طرح زمانہ ماضی اور اس میں ہونے والے واقعات آئینہ حال میں ملاحظہ فرمائے۔ اسی طرح زمانہ مستقبل اور اس میں پیش آئیے والے واقعات کو بھی آئینہ حال میں شاہدہ فرمایا ہے

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائم حاضر

بس قسم کھائیے امی تیسری دانائی کی!

شش جہت سمت مقابل ثب روزه ایک ہی حال

دھوم و انجم میں ہے آت تیری بینائی کی

یہ چند جزئیات محض علوم علم جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کی توضیح و تمثیل کے لئے پیش کر دی ہیں ورنہ ایک مبسوط کتاب بھی علم و حکمت کے اس بحر موج کی وقتاً فوقتاً اٹھنے والی محدود موجوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ہر صفت کی حقیقت ہوا سے رب العزت کے اور کوئی نہیں جان سکتا اور حقیقت علم کا احاطہ کسی ممکن کے بس میں بھی کب ہے جبکہ ہر ممکن کو ان کا علم محیط ہے اور جو محیط کے احاطہ میں ہو وہ محیط کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے بلکہ محض روایات و احادیث کا جمع کرنا بھی ناممکنات میں سے ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ شفا شریف میں فرماتے ہیں

والاحادیث فی هذا لباب بحر لا یدرک قعرہ ولا ینزف غمرہ۔

الحاصل علم تھوڑا سا ہو تو پھر بھی خیر کثیر ہے ومنے یوت المحکمۃ فقد

ادنی خیرا کثیرا۔ وما اوتیت من العلم الا قلیلا " جسے حکمت عطا کی گئی

وہ خیر کثیر کا مالک بنا دیا گیا اور دوسرے مقام پر ہماری وسعت علم کو خود ہی واضح

فرمایا کہ جو کچھ تمہیں دیا گیا وہ تو بہت قلیل ہے تو جس ذات والا شان کو اتنا علم عطا کیا گیا ہو کہ وہ سب مخلوقِ علیٰ واسفل، اقرب ذل بعد کو شامل ہو، معقولات و محسوسات، زمان و زمانیات، مکان و مکانیات کو محیط ہو، ماضی و مستقبل جن کے لئے حاصل کی طرح ہو، جہاتِ ستہ سمت کر جہتِ مقابل کی مانند ہوں، اطراف و اکنافِ عالم مثل آئینہ حاضر ہوں، قیامت تک ہونے والے احوال و واقعات کفِ دست کی مانند نظر میں ہوں ان کا علم کیوں کوثر نہیں ہوگا۔ اسی لئے صرف یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے تمہیں علم عطا کیا بلکہ فرمایا انا اعطینک الکوثر فلنہ الحمد۔

فائدہ اولیٰ

علوم محبوب کی کثرت و وسعت کا آپ نے قدر سے تفصیل سے ملاحظہ فرمایا اور کوثرِ اسرارِ درموزِ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفتِ کمال کا شانِ امتیازی بھی ملاحظہ کر لیا اب ذرا ایک حکیم الامت کی شانِ بے نیازی بھی دیکھتے جائیے، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی حفظ الایمان میں ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

پھر یہ کہ آپ کی ذات پر علمِ غیب کا اطلاق کیا جانا صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل؟ اگر بعض علمِ غیب مراد ہے تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید، عمرو، بکر، صبی، مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے، "و حفظ الایمان ص ۱۷۱"

ذرا خیال تو فرمائیے کہاں علومِ نبویہ کا بحرِ بیکراں اور کہاں زید، عمرو، صبی، مجنون اور بے علم حیوانات و بہائم کا شعور؟ کیا ایک مخلص مومن اور اہلِ محبت امتی ایسی تشبیہ سے سکتا ہے؟

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا کہ اہلِ عراق نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر

نماز پڑھنے والے کے آگے کتا، گدھا اور عورت گزر جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی
تو آپ نے فرمایا،

يا اهل العراق والنفاق والشقاق قد قرنتمونا
بالحصر والكلاب رعاية هداية

”اے عراقیو! اے منافقو! اے بد بختو! تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے ساتھ
ملا دیا ہے“ اور بخاری شریف میں ہے: *جعلونا كلابا* تم نے ہمیں کتے بنا دیا۔

اہل عراق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا ازواجِ مطہرات میں سے
کسی کا نام نہیں لیا تھا، نہ ان کا مقصد ان کی شانِ رفیع میں تنقیص و تحقیر کرنا تھا بلکہ
صنفِ نسوانیت کی توہین و تحقیر بھی مقصود نہیں تھی محض ایک مسئلہ کی توضیح مطلوب
تھی لیکن بالعموم حکم میں بھی ازواجِ مطہرات کی تشبیہ ان خسیس جانوروں کے ساتھ لازم
آئی تھی اس لئے محبوبہ محبوبِ خدا، نختِ جگر صدیقِ اکبر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا انہیں بد بخت اور منافق فرما رہی ہیں۔ اور اگر وہ ایسی عبارات کو ملاحظہ
فرمائیں اور ایسی کلام کو سماعت فرمائیں جس میں سرورِ کائنات، امام الانبیاء، فخرِ مسلمین
صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر زید، عمرو اور صبی و مخبون اور حیوانات، چارپایوں کے
ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو آپ کا تاثر اور رد عمل کیا ہوتا۔

۲۔ پھر عجب کی بات یہ ہے کہ ساری زندگی انسان، ملائکہ اور جن صرف
ان انواع و اقسام کو ذوی العقول اور صاحبِ علم کہتے رہے اور جب علمِ غیبِ مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کا آغاز فرمایا تو پاگلوں، بچوں اور حیوانات و بہائم کو بھی صرف
صاحبِ علم نہیں مانا، صاحبِ علمِ غیب مان لیا۔ جب وہ صاحبِ عقل ہی نہیں تو ان
میں علم بھی نہیں ہوگا۔ چہ جائیکہ انہیں علمِ غیب حاصل ہو۔

۳۔ اگر کوئی سنی کہے کہ آقائے دو جہان، فخر کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم
یہ تعلیم الہی علمِ غیب جانتے ہیں تو فوراً فتویٰ لگ جائے گا کہ یہ عقیدہ قرآن کے
خلاف ہے *قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ*

”فرما دیجئے آسمانوں اور زمین میں رہنے والی کوئی شے غیب نہیں جانتی، علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے“ لیکن جب ماننے پر آئے تو چار پائیلوں، مجنوںوں، بچوں اور ہر انسان کے لئے غیب مان لیا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۲۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب بھی تسلیم کریں

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ آپ کے لئے باعثِ فضیلت ہے یا باعثِ عیب۔۔۔۔۔

اور وجہ امتیاز ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے

اظہار و اطلاع کے لئے صرف رسولوں کو منتخب کیوں فرماتا ہے اور ماموں کی

نفی کیوں کرتا ہے؟ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من

رسول اللہ تعالیٰ کے ہر غیب کا بذاتِ خود عالم ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع

اور غالب نہیں کرتا مگر جنہیں منتخب فرمالتا ہے یعنی رسولوں کو۔ ”ما کان اللہ

لیطلعکم علی الغیب ولكن اللہ یجتبیٰ من رسوله من یشاء“ اللہ کو یہ نمایاں

نہیں کہ اسے منافقین تمہیں بھی علم غیب عطا کرے اور اس کی اطلاع بخشے لیکن اللہ

تعالیٰ اس اطلاع کے لئے اپنے رسولوں میں جس کو چاہے منتخب فرمالتا ہے۔“

جب اظہارِ غیب اور اطلاعِ غیب کی ہر مخلوق سے نفی کر دی گئی ہے

مواضعِ انبیاء و رسل علیہم السلام کے تو معلوم ہوا کہ بعض علم غیب یا کل غیب جانتا

ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔ اس میں انبیاء و رسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے

کسی اور کو شریک نہیں فرمایا اور یہی اطلاع اور اظہارِ غیب ان کی نمایاں اور امتیازی

خصوصیت ہے لہذا یہ شوقِ لغو و باطل ہو گئی اور یہ قول سراسر خلافِ قرآن ہے۔ اور

علم غیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہر نبی کا خصوصی اور امتیازی وصف کمال

ہے تو اس وصف کمال میں زید، عمرو، عسی، مجنون اور حیوانات و بہائم سے تشبیہ

دینا مزج بے ادبی و گستاخی نہیں ہے؟ انظر کیف ضربوا الذل الامنار فضلو

فلا يستطيعون سبيلا

۵۔ یہ مسلم ہے کہ علم نبوی کو تمام تر وسعتوں اور بے پایا نیوں کے باوجود علم الہی کے ساتھ وہ نسبت بھی حاصل نہیں جو قطرہ کو عظیم سمندر سے ہے لیکن بایں ہمہ مخلوقات میں سے کوئی نبی و رسول، کوئی جن اور فرشتہ بھی ایسا نہیں جو ان کے ساتھ مساوی و مشارک ہو چہ جائیکہ مجنون و صبی اور حیوان و بہائم اور کوئی مخلوق ان کے علم میں شریک ہو کیسے سکتی ہے جن کی کتاب تبیاناً لکل شیء ہے جن کا کھلا اور پڑھانے والا علیم بکل شیء ہے، جن کی صلاحیت ذہنی اور استعدادِ تام کا بیان فوق کل ذی علم علیم ہے، جن کی وسعتِ علم پر علمتِ مالم تکن تعلم شاہدِ صادق ہے، جن کے اسرار و رموز سمجھنے سے ساری مخلوق عاجز ہے فاوحی الی عبده ما اوحی، علومِ آدم علیہ السلام اور علومِ لوح و قلم جن کے علوم کا محور اس حصہ ہے

و من علومك علم اللوح والقلم ربومیری

۶۔ نیز اگر کلام محض لفظِ عالم الغیب کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق کرنے میں بھی تو یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے صفات و اسماء میں سے ہے اور تا وقتیکہ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے اسماء صفاتی کا اطلاق مثلاً رؤف و رحیم، سمیع و بصیر کا غیر میں ثابت نہ ہو اپنی طرف سے اطلاق کرنا منع ہے اور قرآن و حدیث میں کہیں یہ استعمال ثابت نہیں اور نہ ہی اجماعاً ثابت ہے لہذا یہ استعمال منع ہے جبکہ موہم مساوات بھی ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اسی طرح سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم الغیب ہونا موہم ہو گا لیکن عالمِ ماکان و مایکون، عالمِ علومِ اولین و آخرین، عالمِ الاشیاء کما ہی، عالمِ الخفی و الجلی، عالمِ مافی السموات و الارض کہنا جائز ہے۔ اس سیدھی بات کو اپنا علم منطبق اور زورِ استدلال ظاہر کرنے کے لئے خواہ مخواہ بعض علمِ غیب اور کل غیب کی شقوں میں ڈھالا اور کل علمِ غیب مراد ہونے کی صورت میں خلافِ عقل و نقل قرار دیا اور مساواتِ علمِ الہی والا استعمال بیان فرمایا حالانکہ کوئی مسلمان ایسا کل غیب مراد لیتا ہی نہیں بلکہ محض علمِ ماکان و مایکون، علم

السموات والارض مراد لیتے ہیں۔ اور بعض علم غیب کی صورت میں زید و عمرو وغیرہ بلکہ صبی و مجنون اور حیوانات و بہائم کے علم کے ساتھ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا کر شقاق میں گرفتار ہو گیا۔ نعوذ باللہ من ذلك،

مشرکین نے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا اور امتی ہونے کے دعویداروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مجنون کے علم سے تشبیہی اور کوئی بھی مجنون ذات کے اعتبار سے مجنون نہیں ہوتا، اس کی نوع اور جنس مختلف نہیں ہوتی صرف علم و ادراک اور احساس و شعور میں اختلاف کی وجہ سے مجنون کہلاتا ہے لہذا دونوں قول برابر ہیں صرف لفظوں میں ذرا تغیر ہے۔

فائدہ ثانیہ

عام طور پر مغالطہ دیا جاتا ہے کہ ماکان وما یكون کا علم، قیامت اور دیگر مغیبات کا علم کسی بھی مخلوق میں مان لیا جائے تو علم الہی کے ساتھ مساوات اور شرک لازم آجائے گا اور تمام ترقی یافتہ کفر و شرک کی مدار صرف اس مغالطہ پر ہے حالانکہ یہ نظریہ اور عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم صرف ماکان وما یكون ہے یا علم السموات والارض میں منحصر ہے بجائے خود غلط ہے بلکہ علم الہی اور اس کی لاتناہی اور لامحدودیت سے ناواقفیت کی دلیل اور ما قدر و اللہ حق قدرہ کا مصداق ہے کیونکہ موجودات اگرچہ تناسلی ہیں لیکن ان میں اللہ تعالیٰ کے علوم غیر تناسلی بالفعل ہیں بلکہ موجودات میں سے ہر ایک موجود کے اندر اللہ تعالیٰ کے علوم غیر تناسلی اور لامحدود ہیں۔ مثلاً باجرہ کے دانہ کا سینکڑوں حصہ لیجئے یہ بھی موجودات میں سے ایک موجود ہے اور شی من الاشیاء ہے۔ ہمیں بھی معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم ہے لیکن علم خلق اور علم خالق میں یہاں بھی مساوات نہیں۔

امام رازی نے تفسیر کبیر ص ۱۱۱ ذیل آیت و کذلک نری ابراہیم

الایۃ فرما یا قال امام الحرمین معلومات اللہ غیر متناہیت و معلوات فی کل واحد من

تلك المعلومات غير متناهية وذلك لان الجوهر الفريد والجزء الذي لا يتجزى يمكن في احيانا لانهاية لها على البدل ويمكن اتصافه بصفات لانهاية لها على البدل وكل تلك الاحوال التقديرية والتا على حكمت الله وقدرته ايضا واذا كان الجوهر الفريد والجزء الذي لا يتجزى كذلك فكيف القول في كل ملكوت الله تعالى .

” امام الحرمین نے فرمایا کہ معلومات الہیہ غیر تناسلی ہیں اور ہر موجود و معلوم میں پھر غیر تناسلی اور لامحدود معلومات ہیں کیونکہ جو ہر فرد اور ناقابل تقسیم جز ہیں سے مقدار میں کم کوئی شی متصور نہ ہو سکے اس کا بدلیت کے طور پر اور یکے بعد دیگرے سے بے شمار مقامات میں پایا جانا ممکن ہے اور بدلیت کے طور پر بے شمار صفات کے ساتھ موصوف ہونا ممکن ہے اور اس کا ہر مکان میں موجود ہونا اور صفات میں سے ہر ایک صفت کے ساتھ موصوف ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرتِ کاملہ پر دلالت کرتا ہے اور اس کا علم محیط اسکی ہر وجہ ممکن کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جب جو ہر فرد اور ناقابل تقسیم جز میں اس کے معلومات کا عالم یہ ہے تو تمام موجودات اور سلسلہ کائنات میں اس کے معلومات کا عالم کیا ہوگا؟

نیز موجودات کو صرف سموات و ارض میں اور جو کچھ ان میں ہے اسمیں منحصر ماننا اور رب العالمین کی ربوبیت کو انہی کے ساتھ منحصر کرنا بھی محل نظر ہے اور بے دلیل دعوائے ہے وما یعلم جنود سر بک الا هو فاضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹھادی شریف کے حاشیہ میں اور صاحب روح المعانی نے انہی کے حوالہ سے روح المعانی میں فرمایا:-

روى ان الله خلق مائة الف قنديل وعلقها بالعرش و السموات والارض وما فيهما حتى الجنة والنار كلها في قنديل واحد ولا يعلم ما في باقي القناديل الا الله وقال كعب الاحبار يحصي عدد العالمين الا الله وما

یعلم جنود ربك الا هو ص ۵۹ حاشیة عبد المحکیم علی البیضاوی۔

” روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیل پیدا فرمائی اور انہیں اپنے غرش کے ساتھ معلق فرمایا۔ سارے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے چھٹی کہ جنت اور دوزخ صرف ایک قندیل میں ہے اور باقی میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور حضرت کعب احبار نے فرمایا کہ عالمین کی گنتی و شمار سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں اور اپنے جنود و عساکر اور لشکروں کو بس وہی جانتا ہے“

لہذا اگر کسی بھی مخلوق کے لئے قندیل واحد کے معلومات اور کان و ما یכון کا علم تسلیم کر لیا جائے تو علم خلق اور علم خالق کے درمیان مساوات و برابری کیسے لازم آسکتی ہے؛ بلکہ موجودات کو صرف سماوات و ارض اور جو کچھ ان میں ہے اسکے اندر منحصر مان لیا جائے تو بھی علم باری تعالیٰ کے ساتھ برابری کب ممکن ہے بلکہ ایک شے میں بھی علم خلق اور علم مخلوق میں برابری نہیں۔

اسی فاضل سیاکوٹی صاحب کی زبانی علم الہی اور علم غیب السموات و الارض کے درمیان فرق سماعت فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے فرشتوں کے استفسار میں انسان کی تخلیق اور منصبِ خلافت پر فائز فرمانے کی حکمت دریافت کی گئی تھی) کے جواب میں فرمایا ان اعلما لالعلمون پھر آدم علیہ السلام کو علم سما عطا فرمایا جو فرشتوں کو حاصل نہ تھا اور ناس کے حاصل کرنیکی ان میں استناد تھی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے فرشتوں کے سامنے کائنات عالم کی ہر شے کا اسم، اس کی حقیقت اور منفعت وغیرہ بیان کروانے کے بعد فرمایا
الما قل لکم ان اعلما غیب السموات والارض واعلم ما تبدون
وما کنتم تکتمون۔ پہلی آیت کریمہ کا معنی ہے بیشک میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، اور دوسری آیت کریمہ کا ترجمہ ہے کیا میں نے تم کو کہہ نہیں دیا کہ میں غیب السموات والارض کو جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپانے تھے اسے بھی جانتا ہوں۔“

قاضی بیضاوی نے دوسری آیتِ کریمہ کے تحت فرمایا استحضار بقولہ

انما اعلم ما لا تعلمون لکنہ جاء بہ علم وجہ ابسط یعنی دوسری آیت میں اس پہلی آیت کے مفہوم کو اذہانِ ملائکہ میں حاضر کرنا مقصود ہے لیکن ما لا تعلمون کے اجمال میں جو عموم بیان کیا گیا ہے یہاں پر اسے ذرا بسط سے بیان فرمایا۔ فاضل سیاکوٹی نے فرمایا کہ قاضی بیضاوی نے وجہ البسط فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ آیت لاحقہ آیت سابقہ کا بیان ہے لان معلومات اللہ لانہا بعبادہا وغیب السموات والارض وما تبדرون وما تکتھون لہم تکن الاقطرۃ من تلتک الابرک لکنہ بسط ذلک المجمل کیونکہ معلوماتِ باری تعالیٰ کی کوئی انتہاء نہیں ہے اور آسمانوں، زمینوں کے غیب، ظاہر اور پوشیدہ امور کے علم، ما لا تعلمون کے اندر جو سمندرِ علوم و اسرار کے موجزن ہیں ان میں سے ایک قطرہ کی مانند ہیں اس آیت لاحقہ کو سابقہ کا بیان نہیں فرمایا بلکہ اس مجمل کا بسط قرار دیا۔

اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قاضی بیضاوی صاحب کے نزدیک

مجملی علم غیب سموات وارض کسی کو حاصل ہو جائیں تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ معلوماتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ان علوم کو وہ نسبت ہے جو قطرہ کو سمندروں سے ہے بلکہ نسبت بھی نہیں کیونکہ قطرہ کی نسبت سمندروں کے ساتھ تناسبی کی قنایہ کی طرف نسبت ہے لیکن مخلوق کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف تناسبی کی غیر قنایہ کی طرف نسبت ہے۔

نیز جن اہل سنت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتدائے کائنات سے لیکر قیامت تک ہونیوالے امور کا علم ثابت کرنے کی بنا پر کفر و شرک کا فتویٰ صادر فرمایا جاتا ہے وہ عالم علم اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ماکان وما یکون الی یوم القیامت کا علم ثابت کرتے ہیں نہ مالہم لکن اور نہ مالا یکون کا یعنی ان معدومات کا جو ابھی تک موجود نہیں ہوئے اور نہ ان کا جو آئندہ موجود نہیں ہوں گے گو یا صرف وجودات کا علم ثابت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

کا علم اس میں منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے معلومات چار قسم ہیں :-

المسئلة الثالثة ان معلومات الله على اربعة اقسام
احدها جملة الموجودات الثانی جملة المعدومات الثالثة
ان كل واحد من الموجودات لو كان معدوما كيف
يكون حاله والرابع ان كل واحد من المعدومات لو كان

موجودا كيف يكون حاله الاخر تفسير كبير ص ۲۴۵

”تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات چار قسم ہیں اول تمام موجودات جو ماضی، حال یا استقبال کسی بھی زمانہ میں بالفعل موجود ہوں گے۔ دوم تمام معدومات جو کسی بھی زمانہ میں موجود نہیں ہوئے۔ سوم جو موجود ہیں وہ اگر موجود نہ ہوتے بلکہ حالت عدم میں ہوتے تو ان کا حال کیا ہوتا۔ چہاں چہاں جو ازلًا ابدًا معدوم ہیں وہ اگر موجود ہوتے تو کس طرح ہوتے۔“ اور آگے امام رازی نے تمام اقسام کی مثالیں دیکر وضاحت فرمائی ہے، اصل کتاب ملاحظہ فرمائیے۔

جب آسمانوں، زمینوں اور ظاہر و باطن میں موجودات کا علم کسی مخلوق کے لئے تسلیم کیا جائے تو اب بھی مساوات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے معلومات چار قسم ہیں ان میں سے ایک قسم جان لینے سے مساوات کیسے لازم آسکتی ہے جبکہ سب سے زیادہ علم نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور ان کے لئے بھی صرف قیامت تک موجود ہونیوالی اشیاء کا علم تسلیم کیا جاتا ہے وہ بھی متن ہی محض اللہ تعالیٰ کے اعلام و تعلیم سے اور علی سبیل التدریج جس پر سہو و نسیان اور ذہول و عدم التفات بھی طاری ہو سکتا ہے، حادث و مسبوق بالعدم ہے اور عدم لاحق بھی اس پر آسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم صرف سموات و ارض و ما بینہما میں منحصر نہیں اور ان میں سے ہر ایک موجود کے اندر اس کے معلومات غیر متنہا ہی ہیں اور صرف موجودات میں منحصر نہیں ذاتی ہے عطائی اور کسی کی تعلیم وغیرہ سے حاصل نہیں اسباب و وسائل کی طرف محتاج نہیں، ازلی و ابدی ہے سہو و نسیان،

ذہول و عدم التفات سے منزہ و مبرا ہے، مستحیل التغیر ہے۔ اتنے وجوہ فارقہ کے ہوتے ہوئے علم ممکن اور علم واجب میں مساوات کا تصور بھی ممکن نہیں چہ جائیکہ کوئی اس کا قول کرے۔ ایسی صورت میں کفر و شرک کا فتویٰ ظلم عظیم ہے اور خواہ مخواہ امت مسلمہ میں افراق و انتشار پیدا کرنے کی سعی نامشکور اور مساوات کی آڑ لیکر علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دینا ناقابل معافی گستاخی ہے اور امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب پاک میں توہین و تحقیر کا ناپاک اقدام و ارتکاب، اعاذنا اللہ من ذلک نعوذ باللہ من غضبہ و غضب رسولہ۔

نیز مولوی اسماعیل دہلوی کا تقویۃ الایمان منٹا پر یہ تحریر کرنا کہ سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر اور نادان ہیں "بھی اسی طرح کا انتہائی گستاخانہ انداز بیان ہے اور اس نے اولیائے کرام اور انبیائے کرام علیہم السلام خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبر اور نادان کہا اور ان کے علم پاک کو دوسرے بندوں جیسا بتلا کر تمام آیات و احادیث کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خصوصی کمال کا انکار کیا ہے اور اس چھوٹے میاں مولوی اثر فعلی کی عبارت گویا اس اجمال کی تفصیل ہے اس نے سب بندے یکساں بے خبر نادان کہہ دیا اور اس نے ذرا تفصیل ذکر کر دی اور تصریح کر دی کہ بڑے مولانا کا مقصد گویا زید، عمر و ادرسی و مجنون کے ساتھ برابری ثابت کرنا ہے بلکہ چھوٹے میاں نے دو قدم آگے بڑھائے، زید و عمرو، صبی و مجنون کے ساتھ جمیع بہائم و حیوانات بھی ملا کر گستاخی میں آخری حد تک داخل ہو گئے۔ کیا جس نے خدا کا راستہ بتلایا دین و ایمان سکھلایا ان کے حقوق کی ادائیگی کا یہی طریقہ ہے اور اس محسن کے احسان کی یہی جزا ہے؟

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجد یو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

ذیاب فی ذیاب لب پر کلمہ دل میں گستاخی

سلام اسلام محمد پر کہ تسلیم زبانی ہے

دشمنی اور بد باطنی کی اس سے بڑھ کر اور کیا واضح دلیل ہوگی کہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک

وما تاخر۔ یوم لا یغزی اللہ النبی والذین امنوا معہ۔ اے محبوب! اللہ

تعالیٰ نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبہ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے گناہ سمجھتے

ہو یہ تم سے صادر ہوئے یا ابھی سرزد نہیں ہوئے، وہ سب بخش دئے۔ اور فرمایا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اپنے محبوب کو رسوا کرے گا اور نہ ہی ان لوگوں کو جو ان

کے ساتھ ایمان لائے۔ لیکن شیخ نجدی ہے کہ اب بھی یہی رٹ لگا رہا ہے میں

نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا، لا ادری وانا

رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم (تقویۃ الایمان ص ۲۲) نیز روایت عقل و قیاس

اور اندازہ و حساب سے کسی بات کے علم آجانے کو کہتے ہیں جو کہ ظنی ہوتا ہے تو

یہاں نفی علم ظنی اور قیاسی کی ہے نہ کہ مطلق علم کی، گویا فرمایا کہ میرا علم ظنی نہیں ہے

بلکہ قطعی ہے اور میری بات ظن و گمان پر مبنی نہیں بلکہ وحی الہی پر ہے۔

براہو چشم بد بین کا کہ کوئی منہ اسے نظر آتا ہی نہیں اور کوئی کمال اسے دکھائی

دیتا ہی نہیں۔ ہاں ہاں منہ تو چشم محبت کو نظر آتے ہیں، کمالات تو صرف محبت سے

سنے جاسکتے ہیں چشم محبت اور سمیع محبت عیب دیکھنے سے لقمے اور بہرے

ہوتے ہیں۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حبک الشیعی یعنی و یصم

تیری کسی چیز سے محبت تیری آنکھ کو اس کے عیب دیکھنے سے روک دے گی اور آنکھ کو

نابینا کر دے گی اور تیرے کانوں کو محبوب کے عیب سننے سے بہرہ کر دے گا، لیکن

چشم بد بین اور چشم عداوت کو تو منہ بھی عیب معلوم ہوتے ہیں اور کمال بھی نقص معلوم ہوتا ہے۔

اللہم ارزقنا حبک وحب حبیبک وحب اولیادامتہ حبیبک

اللہم اجنبنا عن عداوتک و بغض حبیبک و بغض اولیادک و عداوتہم۔

الحادی عشر

الکوش (مقام محمود و مقام شفاعت)

اسی معنی کو احادیث میں کسید سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جو اس مقام پر فائز ہو گا سب اہل محشر اس کے دست نگر ہوں گے۔ اس تقدیر پر اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہو گا کہ تحقیق ہم نے آپ کو مقام محمود عطا فرمایا۔ یہ وہ مخصوص مقام ہے جو سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی بھی نبی در رسول کو عطا نہیں کیا جائے گا۔ اس مقام رفعت نشان پر جلوہ نشان ہونے کے بعد سب مخلوق، تمام اولین و آخرین محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہوں گے اور انہی کی طرف اپنی نجات و خلاصی کے لئے مجسم امید بن کر نظریں لگائے ہوئے ہوں گے، انہی کی نظر لطف و کرم کے منتظر ہوں گے جب تک صاحب مقام محمود صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت عظمیٰ کے لئے لب کشائی نہیں فرمائیں گے نہ حساب و کتاب کا آغاز ہو گا، نہ اہل جنت جنت میں جاسکیں گے اور نہ دوزخی دوزخ میں بچاس ہزار سال تک اس دن میں جبکہ سورج انتہائی قریب ہو گا، تپش و حرارت سے زمین تانبے کی مانند ہو جائے گی اور بارگاہ رب العزت میں پیش ہونے اور کٹے ہوئے گناہوں کی سزا جزا سننے اور جہنم جیسے قید خانے کے سامنے ہونے کی وجہ سے لاحق ہونے والی پریشانیوں کے باعث ہر ایک اپنے پسینہ میں غرق ہو جائے گا، کوئی راہ نجات اور ذریعہ خلاص نظر نہیں آئے گا، اہل محشر مشورہ کریں گے لو استشفعنا احداً الی ربنا فیریحنا من مکاننا کاش ہم کسی کو اپنا شفیع بناتے جو رب تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت کرتا ہے کہ رب تعالیٰ ہمیں اس مکان ہیبت و جلال سے نجات عطا فرماتا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، تعزیر انسانیت کی خشت اول میں اور شجر نبت و رسالت

مہ کبیر جن قرطبی سے روایا۔

کی بیخ و بن ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا، جنت اور دارالسلام میں سکونت و قیام بخشا، اپنے ملائکہ سے تمہیں سجدہ کروایا، علمِ اسماء کی تعلیم دی۔ اشیاء کے خواص و فوائد! درخفائق و حکم پر اطلاع دی لہذا آپ ہماری شفاعت فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں آج اس دربارِ عالی اور بارگاہِ لم یزلی میں زبان کھولنے کی مجھ میں ہمت نہیں لہذا تم نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مدعا عرض کرو۔ وہ پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی رشد و ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔

جب اہل محشر ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بگڑی بنانے اور بارگاہِ ذوالجلال میں حاضر ہو کر لبِ شفاعت ہلانے کی درخواست کریں گے تو وہ بھی ان کے دامنِ امید کو ٹر مراد سے پر نہیں فرمائیں گے، غدر خواہی کرتے ہوئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف راہنمائی فرمائیں گے۔ ارشاد ہو گا تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دو اور ان سے عرض مدعا کرو، انہیں اللہ تعالیٰ نے مقامِ خلعت پر سرفراز فرمایا ہے اور اپنا دست بنایا ہے۔ وہ سوالی سراپا حاجت و تمنا بن کر اس کریم و جواد خلیل اللہ علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضری دیں گے لیکن سوائے حسرت و یاس کے اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ وہ بھی معذرت کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضری کا مشورہ دیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمکلامی سے مشرف فرمایا اور صاحبِ تورات و آیاتِ بیانات بنایا۔

وہ حاجتمندان کے دربارِ اقدس کو طجاد ماویٰ سمجھتے ہوئے ان کی طرف دوڑیں گے لیکن اس صاحبِ جلال نبی کا استناد اقدس بھی ان پریشان حال لوگوں کے لئے سامانِ تسکین اور قرار و اطمینان مہیا نہ کر سکے گا۔ وہ فرمائیں گے مجھ میں یہ ہمت نہیں کہ بابِ شفاعت کھولوں، کلیدِ شفاعت آج کسی اور کے ہاتھ میں ہے تم حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان کی بارگاہِ اقدس کو پناہ گاہ بناؤ، ان کے دامنِ کرم میں پناہ حاصل کرو،

بے سہاروں کا سبیل بے پناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوکھٹ پر حبیبہ فرمائی کریگا اور تکمیل مدعا و مراد کے لئے عرض پرداز ہوگا لیکن کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے اعزاز اور مقام امتیاز کا مالک مجسمہ عجز نظر آئے گا اور بے بسی کا پیکر بن کر کسی اور کریم کی بارگاہ بے کس پناہ چڑھری کا مشورہ دیں گے اور فرمائیں گے کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دو، دہاں جا کر اپنے دامن امید کو پھیلاؤ، صرف وہی ذات اقدس میں جنہیں مغفرت و بخشش کی بشارت دنیا ہی میں دے دی گئی ہے۔ آج انہیں اپنی ذات کے لئے کوئی خوف و خطر نہیں اور نہ اپنے انجام کا کوئی ڈر ہے، اگر تمہارے لئے پناہ گاہ بن سکتی ہے تو اسی کریم کی بارگاہ، اگر تمہارا ملجا و ماویٰ بن سکتا ہے تو وہی بیکس پناہ، اگر تمہارا دامن تمنا اثر مقصود و مراد سے بہرہ ور ہو سکتا ہے تو صرف انہی کے دربار گوہر بار پر، آج بارگاہ رب جبار و قہار میں صرف وہی زبان شفاعت کھول سکتے ہیں، باب شفاعت کی کلید صرف انہی کے دست کریم میں ہے اور بیقراروں کے لئے آرام جان صرف انہی کی کلام راحت نشان ہے۔

جب سب اہل محشر اس کریم کے در اقدس پر اپنی زبوں حالی اور کس پیری کی داستانِ غم اور حکایتِ رنج و الم زبان بے زبانی سے عرض کریں گے تو محبوبِ خدا، محمودِ خدا، امام الانبیاء، فخر الاولین و الاخرین صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے "اَنَا لَهَا" "شفاعت کے لئے تو میں ہی تھا، یہ تو حصہ ہی میرا تھا، تم کہاں بھٹکتے رہے ہو؟ اور کہاں ٹھوکریں کھاتے پھرے ہو، وہ مجرموں اور عاصیوں کا سہارا بن کر ان کے لئے پیغام امن و راحت بن کر بارگاہ رب العالمین میں سجدہ ریز ہو کر حمد و ثناء کے پھول تہلیل و تکبیر و تمجید کے جواہر بارگاہ کبریا میں پیش کریں گے، عجز و نیاز کا پیکر بن کر اللہ تعالیٰ سے اہل محشر کے لئے شفاعت کے طلبگار ہوں گے، والضحیٰ کی چمک والی سورج کو شرمندہ کرنے والا رخ انور زمین نیاز پر رکھا ہوگا، واللہ کی سیاہی والی طغوانہ زلفیں عاصیوں کو اپنے حلقہ کند میں لئے صبح امید کے گرد گھیرا ڈالے ہوگی اور وما یسطق عن الھوی والے لبھائے صداقت پناہ بارگاہ کبریا میں سیاہکاروں

اور گناہگاروں کے لئے معذرت خواہ ہوں گے۔

جلتی تھی زمیں کیسی، تھی دھوپ کرطی کیسی

لودہ قد بے سایہ، اب سایہ کتنا آیا

جب اللہ رب العزت دیکھے گا کہ جس محبوب کا حسن و جمال، شباب و کمال اور

قرب و منزلت، بلندی و رفعت آج کے دن ظاہر کرنی تھی وہ سرناز کو زمین نیاز پر رکھے

ہوئے ہے، جس سر و تاز کی قامت قیامت نشاں کا آج مظاہرہ کرنا تھا وہ آج عاصیوں

کے بارِ عصیاں کو اپنی پشت دوتا پر لئے فرشِ عجز و نیاز پر گر یہ کتنا ہے تو رحمتِ رب

تعالیٰ غضب پر غالب آجائے گی، جو دو کرم اور عطا و نوال، قہر و جلال پر غالب

آجائے گا، حکم ہوگا:

یا محمد اسرفع رأسک قل تسمع سل تعط واشفع تشفع

”اے میرے لائق حمد و ثنا محبوب، آج اپنا سر فخر و ناز سے بلند کیجئے کیونکہ یہ منصب

صرف تمہیں عطا کیا ہے کہ جو تم کہو گے میں سنوں گا، جو مانگو گے میں عطا کروں گا،

جس کی شفاعت کرو گے میں قبول کروں گا اور نبی الرحمة شفیع الامۃ صلی اللہ علیہ وسلم

کو عرشِ عظیم کے دائیں جانب کرسی و زارتِ عظمیٰ پر سرفرازی بخشی جائے گی اور

خلعتِ خلافتِ کبریٰ و نیابتِ عظمیٰ زیب تن کرانی جائے گی۔

آنحضرت شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشراق قوم عن یمین

اللہ مقاما یغبطنی الاولون والآخرون رواہ الدارمی بروایۃ عبد اللہ

بن مسعود، ”پھر میں عرشِ الہی کی دائیں جانب ایسے مقام پر قیام فرما ہوں گا کہ تمام

اولین و آخرین مجھے رشک کی نظروں سے دیکھیں گے اور یہی وہ مقام محمود ہے

جس میں اولین و آخرین آپ کی حمد و ثنا کریں گے۔ والمقام المحمود هو

مقام الشفاعۃ لانه محمد خب الاولون والآخرون (بخاری، اسی

مقام رفیع اور منصبِ جلیل کی بشارت دیتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد

فرمایا عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا، ”قریب ہے وہ وقت

کہ تمہیں تمہارا رب مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا اور تمہیں اولین و آخرین کی زبان پر
 محمد و محمد بنائے گا۔ اس دن خلافتِ کبریٰ، وزارتِ عظمیٰ کا تاج ان کے سر پہ ہوگا،
 انہی کا قبضہ و تسلط حساب و کتاب کے دفتر پہ ہوگا۔ ہر ایک ان کی جنبش لب کا
 منتظر ہوگا اور اپنے دامنِ رحمت کو نگاہِ التجا سے تکتا ہوگا۔ آج حضرت ابراہیم
 خلیل اللہ علیہ السلام اپنے اس نورِ نظرِ نختِ جگر سے عرض کناں ہوں گے میں
 تمہارا باپ ہوں، میں نے تمہارے لئے دعا مانگی تھی، اسی نسبت کے تصدق
 سے مجھے اپنے لواؤ الحمد کے نیچے جگہ عطا کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے التجا کریں گے میں نے تمہارے آنے
 کی اپنی قوم کو بشارت دی اور تمہاری غلامی اختیار کرنے کی تبلیغ کی و مبشرا
 برسولے یأتی من بعدی اسمہ احمد، لہذا اس خدمتگذاری کا واسطہ
 آج اپنے دامنِ کریم اور سایہٴ رحمت میں مجھے جگہ عطا کرو (مدارج وغیرہ)

۵ جدھر خدا ہے جدھر نبی ہے جدھر نبی ہے ادھر خدا ہے

خدا کی بھیج سب ادھر پھر گی جدھر وہ عالی مقام ہوگا

خدا کی مرضی ہے انکی مرضی ہے انکی مرضی خدا کی مرضی

انہی کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہی کی مرضی پہ کام ہوگا

نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تین دعائیں مانگی

کا اختیار دیا ہے اور قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے ان میں سے کوئی بھی رد نہیں

کی جائے گی۔ ان میں دو دعائیں میں نے دنیا میں مانگی ہیں اور تیسری اس دن

کے لئے پکار رکھی ہے جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی

میری پناہ حاصل کرنے کے لئے میری طرف رغبت کریں گے و آخرت الثالثة

لیوم یرغب الی الخلق کلہم حق ابراہیم رمشکوۃ قرادۃ القرآن

۵ وہ جہنم میں گرا جو ان سے استغنی ہوا

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

اس دن واضح ہو جائے گا کہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے؟ ان کی رسائی دربارِ خداوندی میں کتنی ہے؟ کوئی بھی مقرب ترین رسول و نبی ان کے توسل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ان سے توسل کرنا اور بارگاہِ الہی میں حلِ مطالب کیلئے ان سے استمدادِ شرک نہیں ہو سکتی ورنہ نورِ جلال سے بے حجابانہ سامنے ہونے پر غیر اللہ کی پناہ حاصل نہ کی جاتی اور سیدھے ہی اللہ تعالیٰ سے حساب و کتاب شروع فرمانے کا مطالبہ کر دیا جاتا۔ یہاں نورِ جلالِ خداوندی آنکھوں سے اوجھل ہونے کے باوجود توسل و استمداد پر شرک کے فتوے صادر کئے جاتے ہیں اور وہاں ساری امتیں بلکہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام جیسی ہستیاں بھی بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استمداد و استعانت کے لئے حاضر ہوں گے حالانکہ نبی کی ذات میں کفر و شرک کا وہم بھی ممکن نہیں ہے، امام اہل سنت نے فرمایا ہے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

نکتہ میدانِ حشر میں شفیع اور سفارشی کی تلاش کر نیوالے پہلے پہل دربارِ نبوی میں حاضر نہیں ہوں گے بلکہ پہلے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مقصد عرض کریں گے حالانکہ شفیع کی تلاش و سیدہ کی طلب ان میں عالمِ غیب سے پیدا کی جائے گی جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے

فیلھموت لذلك انہین اس طلب و تلاش کا الہام کیا جائے گا "تو انہیں الہام یہ کر دیا جاتا کہ ابتداءً بارگاہِ عالمِ پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جاتے اور فوراً ہی مقصدِ مطلب میں کامیاب ہو جاتے اور بار بار تا کامی کامنہ نہ دیکھنا پڑتا اور در بدر کی ٹھوکریں دکھانی پڑتیں۔

محدثین نے فرمایا کہ اگر ابتداءً محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، دوران کی شفاعت سے ساحلِ مراد تک واصل ہو جاتے تو یہ لگان

ہو سکتا کہ شفاعت اور بھی کر سکتے تھے اور قبول بھی ہو جاتی لیکن ان سے مطالبہ نہیں کیا گیا جب تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے دریاقدس پر حاضر ہوئے اور بے نیل مرام واپس لوٹے تو واضح ہو گیا کہ دربارِ خداوندی میں آج صرف انہی کی رسائی ہے، اعلیٰ حضرت بریلوی نے فرمایا ہے

خلیلِ ربی کلیمِ وسیحِ سمعی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بخبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تہا کئے

آج انہی کے مقامِ قرب، شانِ محبوبیت کا مظاہرہ اس طرح پر کرایا گیا اور ان کو منصبِ وزارتِ عظمیٰ و خلافتِ کبریٰ پر فائز فرما کر اور سلِ تعطہ و امتنع تشفع کا اذنِ عام دیکر واضح فرما دیا کہ "روزِ روزِ زیادت و حکمِ حکمِ اوست بحکمِ رب العالمین" (اشعة اللمعات و مدارج النبوة) ہے

میں حشر کی حقیقت اتنی سمجھ رہا ہوں
دونوں جہان ہوں گے انکا شباب ہوگا

خونِ حسنِ رضا بریلوی نے فرمایا ہے

فقط اتنا سبب ہے العقادِ بزمِ محشر میں
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علي
فان من صلي علي واحدة صلى الله عليه بها عشر اشركوا
الله في الوسيلة فانها منزلت في الجنة لا ينبغي الا للعباد
من عباد الله وارجوان اكون انا هو فمن سألني
الوسيلة حلت عليه الشفاعة (رواه مسلم)

”جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سناؤ تو جس طرح مؤذن کہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں

اس پر وہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیدہ کی درخواست کرو۔ وسیدہ جنت میں ایک عظیم منزل و مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے صرف ایک عبدِ خاص ہی کے شایانِ شان ہوگا اور میں رحمت باری تعالیٰ سے پر امید ہوں کہ وہ عبدِ خاص منزلت و مقام پر فائز ہوگا وہ صرف میں ہی ہوں گا، جو شخص میرے لئے دعائے وسیدہ کرے گا وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔“

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة
والصلوة القائمة ات محمد الوسيلة والفضيلة والجنة
الرفيعة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته حلت له
شفاعتي يوم القيامة رواه البخاري۔

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آذان من لینے کے بعد کہے کہ اے مالک اس دعوتِ تامہ دعوتِ توحید و کبریائی کے اور مالک قائم ہوتے والی نماز کے، عطا فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ وسیدہ و فضیلت اور پہنچا انہیں اس مقامِ محمود تک جس کا تو نے انہیں وعدہ فرمایا ہے، تو وہ میری شفاعتِ مخصوصہ کا مستحق ہو جائے گا۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

مقامِ محمود مقامے است کہ ستودہ شود صاحبِ دے بزبان ہمہ کس و
رَشکِ بزد بزد سے ہمہ خلایق و آلِ مقامِ قریب و شفاعتِ است کہ تمام
عالمیاں حیران و سرگرداں باشند و بچکس از انبیاء و رسل از ہیبت و وحشت
دم نتواں زد و سر بالا کر دیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در سر پرده عزت
در آید و ایں را بکشاید۔

• مقامِ محمود وہ مقام ہے کہ جس کا مالک ہر شخص کے نزدیک قابلِ ستائش ہوگا
وہ تمام مخلوق انہیں نگاہِ رشک سے دیکھے گی اور مقامِ محمود مقامِ قریب و شفاعت

ہے کہ جب تمام جہان والے حیران و سرگرداں ہوں گے اور انبیاء و رسل میں سے کوئی بھی ہیبت و دہشت کی وجہ سے دم نہ مار سکے گا اور اپنا سر بلند نہ کر سکے گا تو اسی مقام کے مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراپردہ عزت و جلال میں حاضر ہو کر دروازہ شفاعت کھولیں گے۔“

و نیز آمدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بر عرش بنشانند و خلعتِ خاص از حله خضراءِ پوشتانند و اذن دهند کہ ہر چہ خواہد بگوید و ہر چہ رہنائے دوست بخواہد آں روز معلوم شود کہ مقامِ محمدی چیست و صدر و سلطان آل مجلس و معرکہ کسیت؟ سے

در مقامے کہ صدارت بہ بزرگان بخشند

چشم دارم کہ بحب از سہمہ افزودن باشی

” اور روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرشِ عظیم پر بٹھایا جائے گا اور خلعتِ خاص حله سبز زیب تن کرایا جائے گا اور اجازت دی جائیگی کہ جو چاہیں کہیں اور جو پسند کریں طلب کریں۔ اس دن معلوم ہوگا کہ مقامِ محمدی کیا ہے اور اس مجلس و معرکہ کا صدر و سلطان کون ہے؟

امروز جائے ہر کس پیدا شود ز خواباں

کاں باہ مجلس آرا اندر صدارت آید

اعتراف اینجی کہ تمہ صلی ان یبعثک ربک مقاما محمودا سے بھی صرف اتنا ثابت ہوا کہ امید ہے کہ تمہیں تمہارا رب مقامِ محمود تک پہنچائے۔ اس سے یقینی اور قطعی طور پر اس مقام تک رسائی ثابت نہیں ہوتی نیز حدیثِ پاک سے بھی صرف امید و رجاء ہی ثابت ہوتی ہے نہ مایا اس جو ان اکون انا هو میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی اس منزلت و مرتبہ کا مالک ہوں گا اور رجاء و امید تحقق و فعلیت کو مستلزم نہیں بالفعل مقامِ محمود کا حاصل ہونا تو ثابت ہے نہ ہو سکتا تو لہذا عطیہ الکوثر میں کوثر سے مقامِ محمود مراد لینا کیسے صحیح ہوگا؟ جس کا بالفعل

عطا کیا جانا قطعی طور پر ثابت ہے۔

لفظ عسّیٰ اگرچہ لغت عرب میں طمع اور امید دلانے کے معنی میں آتا ہے لیکن یہاں محض امید و طمع والا معنی نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی تحقق اور وقوع کے معنی میں ہے۔ صاحبِ خازن فرماتے ہیں:-

اجمع المفسرون علی ان عسّی من الله واجب ذلك لان لفظاً عسّی یوجب الاطماع ومن اطعم انسانا شراً حراماً کان ذلك عاراً علیہ والله اکرم من ان یطعم احداً شراً لا یعطیہ ما اطعمہ۔

”تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ لفظ عسّی سے باری تعالیٰ کے کلام میں وجوب تحقق کے لئے ہے کیونکہ لفظ عسّی طمع اور امید دلانے کے لئے آتا ہے اور جو شخص کسی کو طمع دلانے اور پھر محروم کر دے تو اس کے لئے عیب اور عار ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے کہ کسی کو امید دلانے اور اس کے طمع و امید کو پورا نہ کرے شیخ عبدالحق نے حدیث پاک میں موجود لفظ رجاء و امید کے تحت فرمایا:-

أرجو“ تواضع و تادب است مرحضت الہیہ را و بحقیقت کنایت است از جزم و یقین بحصول آن چیز رجاء حبیب در حضرت مجیب ہرگز خمیت نہ پذیرد۔

”لفظ ارجو بارگاہ الہیہ کے ساتھ تواضع و تادب کے طور پر ہے ورنہ حقیقت میں اس مقام کے حصول کے ساتھ جزم و یقین ہے کیونکہ رجائے حبیب بارگاہ مجیب الدعوات میں کبھی خمیت و خسران پذیر نہیں ہو سکتی، ان کی امید و رجاء شرمندہ مراد مقصود نہ ہو، یہ ممکن نہیں۔“

اقول شفیع روز جزاء محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے لئے کسی اور مقام محمود کی دعا کرے گا وہ میری شفاعت کا حقدار بن گیا۔ اگر آپ کو اس مقام رفیع اور منصبِ جلیل کے حصول و وصول کا یقین نہ ہوتا تو استحقاق شفاعت

کی بشارت نہ دیتے کیونکہ ہماری دعاؤں کو تو اجابت و قبولیت لازم نہیں ہے اور ہماری دعا پر شفاعت کا مرتب ہونا ضروری نہیں تو معلوم ہوا کہ ہمیں دعا کا حکم محض اس لئے فرمایا کہ ان کا مجھ سے تعلق برقرار رہے اور اس تعلق کی بنا پر اس کرمِ علیم کے مستحق بن جائیں گے ورنہ ہر مرتبہ و منصب خود اللہ تعالیٰ پر براہِ راست عطا فرمانے والا ہے اور اپنے محبوب کے مراتب و مناصب، منازل و مدارج انہیں کسی کے طفیل عطا نہیں فرماتا البتہ باقی ساری کائنات کو ان کے طفیل عطا فرماتا ہے۔

نیز تعلیم دعا کے موقع پر فرمایا وابتعثہ مقاماً محموداً الذی وعدتہ انہیں اس مقام محمود کو پہنچا جس کا تو نے انہیں وعدہ دیا ہے۔ اگر محض دعا و طمع اور اس امید والی بات ہوتی تو اسے وعدہ سے تعبیر نہ کیا جاتا اور جب وعدہ سے تعبیر فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس منصبِ عالی کے حصول کا جزم و یقین ہے کیونکہ اس کرم کے وعدے کا خلاف تو ناممکن اور محال ہے۔

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ مقام محمود اور وسیلہ و فضیلہ کا حصول سولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یقینی طور پر ثابت ہے لہذا انا اعطینک النکوثر میں انکوثر سے مقام محمود اور مقام شفاعت مراد لینا بالکل صحیح ہے۔ قرآن کریم آپ کے اہل منصب پر شاہدِ صادق ہے اور تفاسیر و احادیث میں، اقوالِ محدثین میں مرتبہ شفاعت، منصبِ خلافتِ کبریٰ اور وزارتِ عظمیٰ کی پوری تفصیل اور وضاحت موجود ہے۔ کتبِ احادیث میں مستقل عنوان شفاعت قائم کر کے اس کے تحت احادیثِ شفاعت بالعموم اور شفاعتِ عظمیٰ والی روایات بالخصوص درج کی گئی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ و حضرت حذیفہ و حضرت انس رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر سے بخاری و مسلم اور دیگر کتبِ احادیث میں یہ روایات ثبت و مندرج ہیں جس روایت کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہوئے ہم نے ابتداءً مقام محمود کی وضاحت میں اس کو ذکر کیا ہے یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو کہ بخاری و

مسلم کی متفق علیہ روایت ہے۔ اس مقام شفاعت کو بیان فرماتے ہوئے خود رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مقام محمود سے تعبیر فرمایا۔ یہ مقام المقام المحمود الذی وعدہ نبیکم یہی وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا ہے۔

نکتہ تمام انبیاء کرام اور رسل عظام میں سے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصی منصب عطا ہوگا اور وہی شفاعت کی جرات فرمائیں گے دوسرے اولوالعزم رسل مختلف عذر پیش کریں گے اور بارگاہ ذوالجلال میں لب کشائی سے ہچکچائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی مقام ہیبت و خوف میں ہوگا اور بارگاہِ محمدی اور شانِ بے نیازی سے خوف میں ہوں گے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام مقام امن ہوگا کیونکہ انہیں ظاہری حیاتِ طیبہ میں ہی مغفرتِ عام اور بخششِ تام کی بشارت دی گئی ہے

انا فتحناک فتحاً مبیناً لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک
وما تاخر ہم نے آپ کو فتحِ مبین عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے خیال میں جتنے
بھی تمہارے گناہ ہیں سابقہ یا آئندہ ان تمام کی مغفرت فرمادے۔

نیز ارشاد فرمایا یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ
”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے ساتھ ایمان
لانے والوں کو ثمر مندہ نہیں کرے گا اور رسوا نہیں ہونے سے گاہ اور فرمایا
ولسوف یعطیک ربک فترضی اور ضرور تمہیں تمہارا رب اتنا
عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے، اس کی عطا کا پیمانہ تمہاری رضا ہوگی،
جب تک تم راضی نہیں ہو جاؤ گے وہ عطا کو ختم نہیں کرے گا۔ کلہم یطلبون
رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد (حدیثِ قدسی) ساری مخلوق میری
رضا چاہتی ہے اور اسے میرے محبوب میں تیری رضا چاہتا ہوں،“ اسی لئے
اس دن ہر نبی کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا لیکن نبی الانبیاء امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

کی زبانِ رحمت نشان پر امتی امتی ہوگا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو مخصوص دعا کا اختیار دیا جسکی قبولیت کا اس کی طرف سے حتمی اور قطعی وعدہ تھا اور اس بنا پر اس وعاء کے رد کا امکان ہی نہیں تھا۔ ہر نبی نے اپنی اس دعا کو دنیا میں استعمال فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ قبولیت سے سرفراز فرمایا۔ کسی نے اپنی قوم سے تنگ آکر ان کے لئے دعائے ہلاکت فرمادی، کسی نے اپنے لئے عظیم ملک و سلطنت کا مطالبہ کر لیا، کسی نے اپنی اولاد میں امامت و نبوت کی التجا کی لیکن نبی الرحمة صلی اللہ علیہ وسلم نے محشر کی ہولناکیوں اور مصائب و شدائد کے پیش نظر اپنی امت بالخصوص اور تمام امم بالعموم جن پریشانیوں سے دوچار ہوئی تھیں ان کے پیش نظر اپنے اس حق کو محفوظ رکھا۔ اسی لئے آج اس کریم کے وعدہ کریم پر اعتما کرتے ہوئے حریم ناز میں سر نیاز بصد عجز و انکسار زمین عبودیت پر رکھ کر شفاعت کے طلبگار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ کریم کو پورا فرماتے ہوئے انہیں اس منصبِ جلیل پر سرفراز فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا :-

ان لكل نبي دعوة مستجابة واخي اختبأت دعوتي

شفاعة لامتي فهي مائة منكم انشاء الله من مات

لا يشرك بالله شيئا۔

” بیشک ہر نبی کے لئے ایک مستجاب و مقبول دعا ہے اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے بچا رکھا ہے لہذا یہ دعا انشاء اللہ تم میں سے ہر اس شخص کو شامل ہوگی جو ایمان کے ساتھ فوت ہوا اور شرک سے بری ہو کر فوت ہوا۔

نیز حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ارسل الی ان اقرأ القرآن علی حرف فردت الیدان
 ہون علی امتی فرد الی الثانیة اقرأہ علی حرفین فردت
 الیدان ہون علی امتی فرد الی الثالثہ اقرأہ علی
 سبعة ا حروف و لک بكل سبعة و تکھا مسألۃ لتسأل لہا
 فقلت اللہم اغفر لامتی اللہم اغفر لامتی و باخرت الثالثہ لیوم یرغب
 الی الخلق کلہم حتی ابراہیم رواہ مسلم مشکوٰۃ باب
 اختلاف القراءة و جمع القرآن ۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں قرآن کو ایک قرأت پر پڑھوں۔ میں نے
 اللہ تعالیٰ سے مراجعت کی اور اپنی امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی
 دوبارہ حکم فرمایا کہ دو قراءتوں پر پڑھوں، میں نے پھر مراجعت کی اور امت پر
 سہولت فرمانے کی درخواست کی، تیسری بار وحی نازل فرمائی کہ سات قراءتوں
 پر پڑھوں اور ساتھی حکم ہوا کہ ہر بار مراجعت کرنے کے بدلے تمہیں ایک دعا
 مانگنے کا اختیار دیا جاتا ہے گویا تین دعائیں مانگنے کا تمہیں اختیار ہے جنہیں رو
 نہیں کیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی امت
 کے صفائے و کبار کی مغفرت کے لئے دو دعائیں دنیا میں ہی مانگ لیں اللہم
 اغفر لامتی اللہم اغفر لامتی اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کیلئے
 محفوظ کر رکھا ہے جبکہ ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی
 میری شفاعت کے لئے راغب ہوں گے اور پناہ حاصل کریں گے۔

لہذا جس دن ہر نبی و رسول کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا، اقلے و جہاں
 محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر امتی امتی ہوگا فاضل پر بیوی نے فرمایا
 رسل و ملک پہ درود ہو وہی جانے ان کے شمار کو
 مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شفیع روز شمار ہے

نکتہ تمام انبیاء کرام اور رسل عظام میں سے صرف پانچ کا ذکر فرمایا گیا
حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور باقی
انبیاء و مرسلین کا ذکر نہیں فرمایا گیا حالانکہ اہل محشر ہر ایک سے شفاعت و معاونت
کی درخواست کریں گے۔

امام زرقانی نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا لانه مشاہیر
الرسول واصحاب شرايع عمل بها مسندواطوبلا الخ یہ پانچ حضرات مشہور
رسول ہیں اور اصحاب شریعت ہیں جن کی شریعتوں پر مدتوں امام اور اقوام عالم
عمل پیرا رہیں۔

نیز آدم علیہ السلام سب انسانوں کے والد اور مبدأ انسانیت و بشریت
ہیں حضرت نوح علیہ السلام اول رسول بھی ہیں اور آدم ثانی ہیں اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام تمام مذاہب مثلاً عیسائیت، یہودیت اور دین اسلام کے اندر
عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور بعد میں آنیوالا ہر نبی ان کی اولاد
سے ہے گویا انبیاء اپنی امتوں کے لئے روحانی باپ اور آپ ان انبیاء کیلئے
جسمانی باپ، تو تمام امام روحانی طور پر آپ کی بھی اولاد ہو گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ
السلام بہت بڑی امت کے مالک ہیں اور آپ کے بعد اور عیسیٰ علیہ السلام سے
پہلے ہر آنیوالے نبی نے انہی کی شریعت کی تبلیغ فرمائی۔

اقول فاضل سیالکوٹی نے ان کی تعداد چار ہزار اور دوسرے قول کے
مطابق ستر ہزار تحریر فرمائی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
تخصیص اس لئے فرمائی کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان
دوسرا کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ نیز وہ آپ کی امت سے بھی ہیں کیونکہ قیامت
کے قریب نزول فرمائیں گے اور اہل زمین کو شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تبلیغ فرمائیں گے و عیسیٰ لانه لیس بینہ و بینہ نبی و لانه من
امتہ صلی اللہ علیہ وسلم زرقانی علی الطواہب) گویا جب تمام امتوں کو اپنے

جسمانی و روحانی والدہ جواب دے دیں گے اور ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ اس وقت جو ذات والا صفات ان کے کام آئے گی وہ صرف ذاتِ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔

خلیل و نبی کلیم و بیح سبھی سے کہی کہیں نہ بنی

یہ بیخبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

نکتہ انبیاءِ کرام اور رسلِ عظام میں سے صرف عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ شفاعت کا حق آج صرف محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے حالانکہ آپ کے فضائل و کمالات اور مختلفہ اوصاف ہر نبی کی خدمت میں حاضر ہونے کی محنت و مشقت اور رنج و تعب سے بچ جائیں۔

امام زرقانی نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے اس نکتہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا :-

يَحْتَمِلُ اَنَّهُمْ عَلِمُوا اَنَّ صَاحِبَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَعِينًا وَتَكُونُ اِحَالَةٌ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَلَى الْاَمْرِ عَلَى تَدْرِيحِ
الشَّفَاعَةِ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ اِظْهَارًا لِشَرَفِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قاضی عیاض کے قول کا حاصل یہ ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو یا تو صرف اجمالاً شفیع کا علم تھا تعین معلوم نہ تھی اس لئے ہر ایک اپنے ظن و گمان کے تحت دوسرے نبی کی طرف راہنمائی کرتا گیا یا تعین اور تفصیلی علم تھا لیکن اس وقت ہیبت و دہشت کی وجہ سے ذہول و نسیان طاری ہو گیا یا یہ کہ اب بھی انہیں قطعی طور پر شفیع روزِ جزاء صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی شفاعتِ عظمیٰ کے انحصار کا علم ہو گا جیسا کہ قبل ازیں تھا لیکن دیدہ دانستہ ایک دوسرے کا حوالہ دیتے جائیں گے تاکہ تدریجاً اور رفتہ رفتہ سوال و احتجاج کی نوبت بالآخر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک آئے اور انہی کے طفیل سب کی حاجت برائے اور ان کے شرفِ مقام و فضلِ تام کا ہر ایک کو علم ہو جائے۔ ہر ایک کو معلوم ہو جائے

معلوم ہے حضرت آدم علیہ السلام ہی فرمادیتے کہ آج شفاعت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے تاکہ انہیں یکے بعد دیگرے ہر نبی کی خدمت

کہ جس شہنشاہ نے دنیوی بادشاہت و ملوکیت پر فقر و مسکنت کو ترجیح دی تھی، جس نے عبدیت اور ملوکیت میں اختیار دے جانے کے باوجود عبدیت کو اختیار کیا اور ہمیشہ اس پر ناز کیا آج ان کی حکومت و سلطنت کے ظہور کا دن ہے اور ان کے اختیارات و تصرفات کے اظہار کا دن ہے ”روز روز اوست و حکم حکیم اوست بحکم رب العالمین سے

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکانے ہیں الہی بول بالا نور کا

نکتہ قیامت میں جب یہ منظر ہر ایک کے پیش نظر ہوتا تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منصبِ جلیل اور مرتبہ عظیم کا پتہ چل جاتا۔ یہاں اس کا اظہار کیوں فرمایا؟ امام شعرانی نے ایوانیت و الجواہر میں امام العارفین الشیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے حوالہ سے فرمایا۔

انما اخبرنا صلی اللہ علیہ وسلم بان اول شافع و اول

مشفع شفقتہ علینا لنستریح من التعب الخ

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے اول شافع اور پہلے مقبول الشفاعت رسول ہونے کی خبر اس لئے دی تاکہ ہم بھی دوسری امتوں کی طرح تلاشِ شفیع میں در بدر کی کٹھن کریں نہ کھاتے پھریں اور ہر ایک کی خدمت میں حاضری کے بعد نفسی نفسی واللہ بالوں کن جواب سن کر رنج و الم میں سرگرداں نہ رہیں بلکہ اپنا منصب و مرتبہ بیان کر کے ہمیں یہ بتلانا مقصود ہے کہ تم اپنی جگہ پر اطمینان و سکون سے قائم رہنا، جب میری باری آئے گی تو میں انا لہا انا لہا کہہ کر سب غمزدہ اور حیران نصیب امتوں کا لمجا و مادی، آسرا و سہارا بن جاؤں گا۔“

فأراد صلی اللہ علیہ وسلم اعلامنا بمقامہ یوم القیامۃ لنصبر

فی مکاننا مستویین حتی تاتی نوبتہ صلی اللہ علیہ

وسلم و یقول انا لہا انا لہا فصلی اللہ علیہ وسلم ما اکثر شفقتہ

اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا انا اول شافع واول مشفع ولا فخر سواہ
احمد والترمذی وغیرہ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ میں پہلا شافع ہوں اور سب
سے پہلے میری شفاعت مقبول ہوگی اور میرا یہ بیان بطورِ فخر نہیں ہے بلکہ تمہیں حقیقت
حال سے آشنا کرانا مقصود ہے اور روزِ محشر میں رنج و تعب سے نجات دلانا مقصود ہے
تاکہ میرے اس منصب کو یاد رکھو اور ادھر ادھر ٹھوکریں کھانے کی زحمت نہ اٹھاؤ، انما
قصدت بذلك راحتکم من التعب يوم القيامة بحکم الوعد السابق
فی من اللہ ان اکون اول شافع واول مشفع۔

اس امامِ جلیل کی کلام سے واضح ہو گیا کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد اپنی امت پر شفقت ورحمت کا اظہار ہے اور انہیں اسی دنیا میں یہ بشارت
دینا ہے کہ جو میرے میں انہیں کسی اور کام نہ دیکھنے کی ضرورت نہیں، فلشد الحمد۔

شفاعت کے متعدد اقسام ہیں اور ان میں سے ہر ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو علی العموم یا بالخصوص حاصل ہے، بیشع محقق اور دیگر محدثین نے اس اقسام ذکر فرما
ہیں :-

- ۱۔ شفاعتِ عظمیٰ جو تمام مخلوق کو شامل ہے اور جس پر باقی تمام شفاعات کی مدار ہے۔
- ۲۔ بلا حساب و کتاب امت کو جنت میں داخل کروانا۔
- ۳۔ جن کی نیکیاں اور بدیاں حسنات و سیئات برابر ہوں گی انہیں جنت میں لیجاتا۔
- ۴۔ جو دوزخ کے مستحق بن چکے ہیں انہیں جنت میں داخل کرنا۔
- ۵۔ ترقی درجات اور افزائش مراتب کے لئے شفاعت کرنا۔
- ۶۔ جو مجرم نابدوزخ میں داخل ہو جائیں گے انہیں وہاں سے نکلوانا اور جنت میں لانا۔
- ۷۔ باب جنت کھلوانا تاکہ اہل جنت اس میں داخل ہو سکیں۔
- ۸۔ جو دائمی اور ابدی عذاب کے مستحق ہیں ان کے عذاب میں تخفیف کرانا۔
- ۹۔ اہل مدینہ کے لئے شفاعت کرنا۔
- ۱۰۔ مزارِ منور اور روضہ مقدس کی حاضری دینے والوں کی شفاعت کرنا۔

ان دس اقسام میں سے پہلا اور دوسرا قسم اور آخری چار اقسام نبی الانبیاء
 امام رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہیں اور درمیان ولسے چار قسم انبیاء کرام
 ملائکہ اور علماء و شہداء کے درمیان مشترک ہیں لہذا یہ اقسام اور باقی علی الخصوص سید
 الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔ کتب احادیث و سیر اس پر دلیل ناطق
 اور شاہد صادق ہیں۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من زارنی متعمدا کان فی جوارحی یوم القیامة ومن سکن
 المدینة وصبر علی بلاءها کنت لہا شہیدا وشفیعا یوم
 القیامة و من مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ آمنا
 یوم القیامة (مشکوٰۃ بروایۃ البیہقی)

” جس نے قصدِ خالص اور عزمِ صمیم سے میری قبرِ نور کی زیارت کی وہ قیامت
 کے دن میرے قرب میں ہوگا، جو شخص مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرے گا
 اور اس میں پیش آنیوالے شہداء و مصائب پر صبر کرے گا میں قیامت
 کے دن اس کے لئے شہید و گواہ اور شفیع و پناہ ہوں گا۔ اور جو شخص حرم
 مکہ یا حرم مدینہ میں فوت ہوگا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن حالتِ
 امن میں اٹھائے گا اور ہر خوف و خطر سے محفوظ فرمائے گا۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع

ان یموت بالمدينة فلیمت فانی اشفع لمن یموت بہا

” رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ شریف میں سکونت اختیار
 کر سکے اور وقتِ موت تک وہیں رہے حتیٰ کہ وہیں فوت ہو جائے تو
 چاہئے کہ وہ ضرور ایسا کرے کیونکہ جو بھی مدینہ میں فوت ہوگا میں اس کی شفاعت
 کروں گا۔“ ارشاد فرمایا من زار قبری و جبت لہ شفاعتی (مشکوٰۃ)

”جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت مخصوصہ ثابت و لازم ہوگی“

دامی اور ابدی عذاب کے مستحقین کے عذاب میں تخفیف کرانا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے متعلق فرمایا کہ میں نے اسے نابود و زخ میں غرق پایا لیکن اسے اتنا باہر نکال دیا کہ آگ اب صرف اس کے تنوں تک ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بغیر محض حق خدمت کی بدولت بھی تخفیف حاصل ہو جائے گی جیسا کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابولہب کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ تو اس نے کہا میں شدید عذاب و عقاب میں مبتلا ہوں لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر جب کہ میری لونڈی ثویبہ نے مجھے خوشخبری سنائی تھی اور اس خوشی میں میں نے اسے آزاد کر دیا تھا اس کی برکت سے ہر سوموار کی رات کو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی، شہادت کی انگلی سے ٹھنڈا میٹھا پانی عطا کر دیا جاتا ہے جس سے نارِ عطش کو بجھالیتا ہوں۔ (معارج النبوت و مدارج النبوت)

باب جنت کھلوانا، یہ مرتبہ بھی صرف سید بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اقب باب الجنة يوم القيامة فاستفتح فيقول الخائن

عہ اس روایت میں میلاد منانے والوں کے لئے بشارت و اظہار موجود ہے کہ اگر دشمن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محض آپ کے محمد بن عبد اللہ ہونے کی وجہ سے پیدائش کی خوشی مناتا ہے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بالکل محروم نہیں رکھا تو جب مسلمان عقیدت و محبت کے ساتھ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی مناتے ہیں وہ بھی ان شاء اللہ العزیز رحمت خداوندی سے محروم نہیں رہیں گے۔ (مذبح نبوی)

۱۳ منہ غفرلہ

من انت فاقول محمد فيقول بك امرت ان لا افتم لاحد

قبلك رواه مسلم ومشكاة باب فضائل سيد المرسلين

”میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھولنے کا حکم دوں گا، غازی کہے گا کہ آپ کا اسم گرامی کیا ہے! میں کہوں گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وہ عرض کرے گا کہ مجھے صرف آپ ہی کے لئے حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں“

بلا حساب و کتاب امت کو جنت میں داخل کرنا بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عالیہ اور درجہ نخبہ ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ان الله وعدني ان يدخل الجنة من امتي اربع مائة

الف بلا حساب

”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت سے چار لاکھ افراد کو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل فرمائے گا“

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا نہ دنا یا رسول اللہ ہماری امت کی اس جماعت میں جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوگی اور اضافہ فرمائے، آنحضرت نے ان کی عرض کو شرف قبولیت بخشے ہوئے فرمایا وھكذا فحنا بکفہ فجمعہما فقال ابو بکر نہ دنا یا رسول اللہ قال وھكذا ”اپنے دونوں ہاتھ مبارک جوڑ کر جیسا کہ وقت عطا میں دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز دیکھتی ہے فرمایا چار لاکھ پر اتنے اور زیادہ، انہوں نے عرض کیا اور اضافہ فرمائیے۔ آپ نے پھر اسی طرح فرمایا اتنے اور“ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا دعنا

عہ صدق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی کہ اور اضافہ فرمائیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ یہ ہے کہ اگرچہ وعدہ چار لاکھ کے متعلق ہے لیکن اگر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تعداد میں اضافہ کرانا چاہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اضافہ فرمادے گا، اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اضافہ فرما کر اس نظریہ کی توثیق و تقویت

فرمادی۔ ۱۲ منہ غفرلہ

یا ابابکر فقال ابو بکر وما عليك ان يدخلنا الله الجنة
فقال عمر ان الله عز وجل ان شاء ان يدخل خدقنا
الجنة بكف واحد فعل فقال النبي صلى الله عليه وسلم
صدق عمر رواه في شرح السنة مشكوة باب الشفاعة

”حضرت عمر نے کہا اسے ابو بکر ہمیں اسی حال پر رہنے دیجئے تاکہ عمل کریں اور خوفِ حساب و عذاب کی وجہ سے جدوجہد کریں اور اعتمادِ کرم و بخشش کی وجہ سے کہیں عمل سے محروم نہ رہ جائیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ہم تمام کو اللہ تعالیٰ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کر دے تو آپ پر یہ کیونکر گراں بار ہو سکتا ہے حضرت عمر نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو ایک ہی کف دست سے داخل جنت کرنا چاہے تو کر دے، بار بار کف دست میں اٹنا نہ کرانے کی چنداں ضرورت نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سچ اور صحیح کہا ہے“

جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی یا گناہ غالب ہوں گے ان کی شفاعت کے لئے یہ روف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم میزان پر قیام فرما ہونگے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آنحضرت قیامت کے دن میری شفاعت

عہ شفیع روز جزا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی درخواست کو شرفِ قبولیت بھی بخش دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول جو بظاہر بارِ غار پر تنقید و اعتراض ہے اس کی تصدیق بھی فرمادی کیونکہ دونوں کے اقوال مقصد اور حسن نیت کے لحاظ سے صحیح اور درست ہیں حضرت صدیق نے زبانِ مصطفیٰ سے مدد سے کرم سنی تو اعمال پر اعتماد کی بجائے کرم کریم کی وسعت و بے پایانی پر اعتماد کرتے ہوئے سب کے بلا حساب جنت میں داخل کر نیکی تمنا کر دی اور فقر و مسکنت، مجر و نیاز مندی والاطریقہ اختیار فرمایا حضرت عمر والا انداز و اسلوبِ رضا و تسلیم والا تھا نیز یہ کہ اس اعتماد کی بناء پر کہیں اعمال میں کوتاہی کر کے درجات میں کمی و نقصان والا خسارہ نہ اٹھانا پڑے، اگرچہ اللہ تعالیٰ ایک ہی کف دست سے سب کو بلا حساب جنت میں داخل فرما سکتا ہے اس لئے ان کی تصدیق فرمادی۔

منہ غفرلہ

فرمادیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں شفاعت کروں گا، عرض کی میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا پہلے پہل تو مجھے پلصراط پر تلاش کرنا جو کہ جہنم کی پشت پر رکھی ہوگی اور امتی اوپر سے گزر رہے ہوں گے، ان کی شفاعت و نصرت کے لئے وہاں قیام فرما ہوں گا اور سرّی سَتِّیْر سَتِّیْر زبّانِ اَقْدَس پر ہوگا اسے اللہ میری امت کو سلامتی کے ساتھ گزارے، عرض کیا اگر آپ کو وہاں نہ پاؤں تو پھر کہاں تلاش کروں؟ فرمایا مجھے میزان اور اس ترازو کے پاس تلاش کرنا جس سے اعمال امت کا وزن کیا جا رہا ہوگا، انہوں نے عرض کیا اگر میں آپ کو وہاں بھی نہ پاسکوں تو پھر کہاں تلاش کروں؟ فرمایا پھر مجھے حوض کوثر کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین مقاموں سے باہر نہیں ہوں گا، جو کثرت گناہ سے دوزخ کے مستحق بن چکے ہوں گے ان کے متعلق فرمایا۔

عن انس ان النبی صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم قال شفاعتی لاهل

الکباؤمن امتی (ترمذی، ابوداؤد)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی الرحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے میری شفاعت محقق و ثابت ہوگی“ اور جب اہل کبائر کے لئے ثابت ہوگی تو اہل مغفائر کے لئے اور ان کی ترقی درجات اور رفعت مراتب کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہوگی، بلکہ یہ منصب تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں امت کے اکابر اولیاء و علماء اور شہداء صالحین کو بھی حاصل ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن ابی الجعداء سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے بنی تمیم کی گنتی و شمار سے بھی زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت ابو سعید ہے مروی ہے کہ رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بعض ایسے لوگ ہوں گے جو قبیلوں کی شفاعت کریں گے، بعض صرف ایک قبیلہ کی بعض تھوڑی سی جماعت کی اور بعض صرف ایک آدمی کی

شفاعت کریں گے حتیٰ کہ سارے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء کرام، علماء کرام اور شہداء عظام۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ترجمانِ حقیقت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے مستحق صاف باندھ کر کھڑے ہوں گے ایک جنتی آدمی ان کے پاس سے گزرے گا تو ان میں سے ایک کہے گا تو مجھے نہیں پہچانتا میں وہ شخص ہوں جس نے مجھے پانی پلایا تھا، بعض کہیں گے ہم نے وضو کا پانی دیا تھا وہ ان کی شفاعت فرمائے گا اور وہ بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے (مشکوٰۃ) جہنم میں داخل ہو نیوالوں اور تارِ دوزخ میں جلنے والوں کے لئے شفیع الامم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے انہیں عذاب سے بچا کر راحتِ جنت سے ہمکنار فرمائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جسے امام بخاری و مسلم نے بھی نقل فرمایا ہے اس میں اہلِ محشر کا تلاشِ شفیع میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے پاس حاضر ہونا، ان کا جواب دے دینا، پھر ان کا بارگاہِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا، آنحضرت شافعِ یومِ النشور کا انا لہا فرمانا، بارگاہِ رب العالمین میں سجدہ ریزہ ہونا، حمد و ثنا کے تحفے حکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش کرنا اور رب العالمین کا یہ ارشاد فرمانا یا محمد ارفع رأسک فل تسمع و سل تعط و اشفع تشفع "اے قابلِ ستائش محبوب سراٹھاؤ جو کہو گے سنا جائے گا، جو مانگو گے عطا کیا جائے گا، جس کی شفاعت کر دے قبول کی جائے گی" ذکر کرنے کے بعد فرمایا :-

فاقول یا رب امتی امتی فیقال انطلق فاخریہ من کان خیر
قلوبہ مثقال شعیرة من ایمان فانطلق فافعل شعرا عود

فاحمدہ بتلك المعامد ثم اختر له ساجدا فيقال يا محمد
 ارفع رأسك وقل تسمع واشفع تشفع فاقول يا رب
 امتي امتي فيقال انطلق فاخرج من كان في قلبه مثقال
 ذرة او خردلة من ايمان فانطلق فافعل ثم اعود فاحمدہ
 بتلك المعامد ثم اختر له ساجدا فيقال يا محمد ارفع
 رأسك قل تسمع سل تعط واشفع تشفع فاقول يا رب
 امتي امتي فيقال انطلق فاخرج من كان في قلبه
 ادنى ادنى مثقال حبة خردل من ايمان فاخرج
 من النار فانطلق فافعل ثم اعود الرابعة فاحمدہ
 بتلك المعامد ثم اختر له ساجدا فيقال يا محمد ارفع
 رأسك قل تسمع وسل تعط واشفع تشفع فاقول
 يا رب ائذن لي فيمن قال لا اله الا الله قال ليس
 ذالك لك ولكن وعزتي وجلالي وكبريائي وعظمتي
 لا اخرجن منها من قال لا اله الا الله متفق عليه -

" میں عرض کر دوں گا اسے رب تعالیٰ میری اپنی امت کے متعلق شفاعت کرتا ہوں انہیں
 بخشش اور عفو و کرم سے سرفراز فرما۔ ارشاد ہوگا جاؤ اور جن کے دل میں جو بھرا ایمان ہے
 انہیں ناریہ دوزخ سے نکال لو، میں جا کر انہیں نکالوں گا اور پھر بارگاہ الہی میں حاضر ہو کر
 حمد و ثنا کروں گا، پھر سجدہ میں گر جاؤں گا ارشاد ہوگا یا محمد ارفع رأسک و
 قل تسمع وسل تعط واشفع تشفع میں عرض کر دوں گا اسے اللہ میری امت
 کو بخش دے ارشاد ہوگا جا کر ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لو جس کے دل میں ذرہ برابر یا
 رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے، میں جا کر انہیں بھی نکال لوں گا، پھر حسب سابق
 عجز و نیاز اور عبودیت و بندگی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑوں گا، اللہ
 رب العزت حسب سابق عزت افزائی فرماتے ہوئے سر کو اٹھانے کا حکم دے گا اور

قبولیت شفاعت کا مژدہ سنائے گا، میں امت کی مغفرت چاہوں گا، فرمان ہوگا جس کے دل میں بھی رائی کے دانہ سے کم بلکہ اس سے بھی کم اور اس سے بھی کمترین درجہ ایمان ہے اسے بھی جا کر آتش دوزخ سے نکال لیں، میں جا کر انہیں بھی نکال لوں گا اور پھر اسی اندازِ نیاز سے حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوں گا، اللہ تعالیٰ اسی کرم و نوازش کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر اٹھانے اور عرض کرنے کا حکم دے گا، مدعا سننے، منہ مانگی دٹے جانے کا مژدہ سنایا جائے گا، شفاعت قبول کرنے کا وعدہ فرمائے گا، میں عرض کر دوں گا، جس نے بھی خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہا ہے ان تمام کے لئے ناری دوزخ سے نکال لینے کا اذن دیا جائے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان کا نکالنا تمہارے ذمہ نہیں بلکہ مجھے اپنے عزت و جلال اور عظمت و کبریائی کی قسم میں ضرور بالضرور خود ان تمام لوگوں کو عذابِ جہنم سے نجات دوں گا جنہوں نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہا۔“

مشکوٰۃ میں اس سے پہلی روایت چو کہ حضرت انس ہی کی روایت کردہ ہے اور متفق علیہ بھی ہے:

فاخر جہنم من النار وادخلہم الجنة حتی ما یسئل فی النار الا من قد حبسہ القرآن ای وجب علیہ المخلود۔

”میں ان تمام لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا حتیٰ کہ آگ میں فرس وہ لوگ رہ جائیں گے جو ابدی عذاب کے مستحق ہو گئے اور جن کے دل میں ایمان کا نام و نشان بھی نہیں ہوگا۔“

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ جس کے دل میں کفر و نفاق نہیں وہ شفاعتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم نہیں رہے گا خواہ اسے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناری دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرما دیں یا ان کی شفاعت سے خود اللہ تعالیٰ انہیں نکالے بلکہ ان کے عرض کرنے پر اگر اللہ تعالیٰ خود نکال دے تو عظمتِ محبوب اور زیادہ ہوگی اور ان کی شانِ محبوبیت اور زیادہ اجاگر ہوگی۔ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن فرمانا کہ تم نکال لو اور ان کے عرض کرنے پر خود ان مجرموں کو ناری دوزخ

سے نجات دینے میں بہت بڑا فرق ہے جو ہر صاحب بصیرت پر ظاہر ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ شفیع روز جزاء علی الاطلاق حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں اور شفاعت کا ہر قسم انہیں حاصل ہو گا اور ان شفاعات میں اصل شفاعت وہ شفاعتِ عظمیٰ ہے جس سے پہلے کوئی بھی شفیع و نصیر اور ولی و وکیل دم مارنے کی طاقت نہیں رکھے گا اور ابو العزم رسیل کرام بھی نفسی نفسی پکاریں گے اور نعمتِ ہناک زمین اس قابل نہیں کہہ کر اعترافِ عجز و بے بسی کریں گے اور بالآخر طلبکارانِ شفاعت انہی کے درِ اقدس کو ملجا و مادی بنا کر ہی دعویٰ مدعا اور حصولِ مطلوب سے شرف اندوز ہوں گے اور رحمتِ ایزدی سے سرفراز ہوں گے۔

گویا اصل شفاعت یہ ہے اور باقی سب اس کی فرع، کل شفاعت یہ ہے اور باقی سب اس کے اجزاء اور اس کا مالک اور اہل صرف وہ ہو سکتا ہے جو وسیلہ و فضیلہ کے مقامِ مقامِ محمود پر فائز، عرشِ عظیم کے دائیں پہلو میں کرسی وزارت پر جلوہ گر، اور خلعتِ محبوبیت کو زیب تن کئے ہوئے ہو گا۔ اس لئے فرمایا انا اعطینک الکوشرا اور یہ نہ فرمایا کہ ہم نے تجھے مقامِ شفاعت درجہ وسیلہ عطا فرمایا یا مقامِ محمود عطا فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا ہم نے آپ کو وہ مقام عطا فرمایا جو تمام تر خیرات اور فضائل درجہ کا اصل اور منبع و معدن ہے اور جس کی طرف ہر کوئی محتاج ہے۔

عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ اذا

کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین و خطیبہم و صاحب

شفاعتہم غیر فخر رواہ احمد و الترمذی

حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو میں تمام نبیوں کا امام ہوں گا اور ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنے والا اور ان کے لئے شفاعت طلب کرنے والا

ہوں گا اور میں اس اعلان میں فخر کر نیوالا نہیں ہوں۔

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد ادم یوم القیمة ولا فخر ویدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الا تحت لوائی الحدیث۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن نسلِ انسانی کا سردار ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں، صرف میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور مجھے اس پر فخر نہیں اور ہر نبی خواہ حضرت آدم ہوں یا ان کے ماسواہ سارے میرے لواء الحمد کے نیچے ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیمة تحتہ ادم ومن دونہ ولا فخر وانا اول شافع واول مشفع یوم القیمة ولا فخر وانا اول من یحرم حلق الجنة فیفتم اللہ لی فیدخلنیہا ومعی فقراء المؤمنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر رواہ الترمذی والدارمی

آگاہ رہو میں حبیبِ خدا ہوں اور یہ قول بطورِ فخر نہیں اور میں ہی لواء الحمد نامی علم کا حامل و مالک ہوں گا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور دوسرے تمام نبیاء ہوں گے اور یہ اظہارِ بطورِ فخر نہیں، میں قیامت کے دن پہلا شفاعت کر نیوالا اور پہلا مقبول الشفاعت شافع ہوں گا اور یہ قول بطورِ فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت کے دروازوں کی زنجیریں ہلاؤں گا اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے کھلوائے گا اور مجھے جنت میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء و مساکین مؤمنین ہوں گے اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین و

آخرین سے زیادہ معظم و مکرم ہوں اور یہ کلام بطور فخر نہیں ہے“

عن انس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قاض ہم
اذا وفدوا وانا خطیب ہم اذا انصتوا وانا مستشفع ہم
اذا حبسوا وانا مبشر ہم اذا یسوا الکرامۃ والمفاتیح
یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم
ولد آدم علی رجب الحدیث رواہ الترمذی۔

”محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ اٹھائے جائیں گے میں سب سے
پہلے اٹھنے والا ہوں گا اور میں انہیں بارگاہ رب العالمین کی طرف لانے والا ہوں گا
جبکہ وہ اس دربار عالی میں آئیں گے میں ہی ان کی طرف کلام کرنے والا ہوں گا جبکہ
وہ ہیبت اور جلال خداوندی کی وجہ سے چپ ہو جائیں گے میں ہی ان کے لئے
شفیع اور معذرت خواہ ہوں گا، جبکہ وہ میدان حشر میں روک دئے جائیں گے
میں ہی ان کو مشردہ رحمت اور بشارتِ مغفرت دینے والا ہوں گا، جبکہ وہ
ناامید ہو جائیں گے کرامت و بزرگی دینا، مراتب و منازل عطا کرنا اور ابواب
بہشت کی چابیاں میرے قبضہ اختیار و اقتدار میں ہوں گی، لواء الحمد میرے
ہاتھ میں ہوگا اور میں ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام نسلِ آدم سے زیادہ مکرم ہوں گا
اعلیٰ حضرت بریلوی نے فرمایا ہے

تاج والے دیکھ کر تیرا عامہ نور کا

سر جھکاتے ہیں الہی بول بالا نور کا

نکتہ | بہر حال قائد اور رئیس و سید کا علم اور جھنڈا ہوتا ہے جو اس کی
سیادت و قیامت اور امارت و امامت کی دلیل و علامت ہوتا
ہے، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم روزِ محشر سید الخلق، قائدِ مرسلین اور امامِ نبیین
ہوں گے لہذا ان کے لئے بھی علم ہوگا جس کو لواء الحمد سے تعبیر فرمایا گیا اور اس کا

نام لواد الحمد اس لئے رکھا گیا کہ حمد ہی کی بدولت وہ حاصل ہو گا، وہ عالم اشباح ارواح میں حمد و ثنا کرتے رہے، احمد و حامد بنے رہے تو اللہ تعالیٰ نے محمد و محمود بتایا اور قیامت میں بھی بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو کر اور حمد و ثنا کر کے عبودیت و عبودیت کا مظاہرہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ زبانِ خلائق پر ان کی حمد و ثنا جاری فرمائے گا انہیں مقام محمود عطا فرمائے گا اور صاحبِ لواد الحمد بناٹے گا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

و شق لہ من اسمہ لیجلبہ

ف ذوالعرش محمود و هذا محمد

” اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمِ گرامی محمود سے ان کے نامِ نامی محمد کو مشتق فرمایا تاکہ انکی جلالتِ شان کو ظاہر فرمائے لہذا مالکِ عرش محمود ہے اور یہ محمد ہیں“ اور حسبِ یہ محمد ہیں تو پھر ان کی ذات و صفات بھی محمد اور قابلِ ستائش، ان کا مکان و مقام بھی محمود اور قابلِ ستائش اور ان کا علم و جہند ابھی قابلِ حمد و ستائش، فصلی اللہ علیہ وسلم قدر حسنہ و جمالہ و جاہہ و جلالہ و جودہ و نوالہ و علیٰ الدوا صحابہ۔

امام العزائم حضرت سید عبد العزیز دباغ قدس سرہ العزیز نے لواد الحمد **نکتہ** کی حقیقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاملِ لواد الحمد ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

لواد الحمد و ہونور الایمان و جمیع الخلائق خلفہ من امتہ و غیر امتہ مع سائر الانبیاء و تكون کل امة تحت لواد نبیہا و لواد نبیہا یستمد من لواد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ہم مع امہم علی احد کتف النبی صلی اللہ علیہ وسلم و امتہ المطہرۃ علی الکتف الآخر و فیہا الاولیاء بعدد الانبیاء و ہم الویتہ مثل مال الانبیاء و لہم

من الاتباع مثل ما للانبياء ويستعدون من النبي صلى
الله عليه وسلم ويستعدون اتباعهم منهم كحال الانبياء عليهم
السلام۔

” لو اء الحمد وہ نور ایمان ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے لگا اور
ایک علمِ بلند کی شکل میں نمودار ہوگا۔ آپ آگے آگے قائدانہ شان سے تشریف
لیجا رہے ہوں گے اور تمام مخلوق اور تمام امم بمع اپنے انبیاء کرام علیہم السلام
آپ کے پیچھے تابع اور مقتدی کی حیثیت سے چل رہے ہوں گے، ہر امت اپنے
نبی کے علم کے نیچے ہوگی اور ان کے نبی کا علم قائد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لو اء الحمد
سے اکتسابِ نور کرے گا اور اس سے مستفید و روشن ہوگا۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں سمیت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کے پیچھے ایک جانب پر ہوں گے اور آپ کی امتِ مطہرہ دوسری جانب
اور اس امت میں اتنے ہی اولیاء ہوں گے جتنی انبیاء کرام کی تعداد ہوگی ان میں
سے ہر ولی کے ہاتھ میں علمِ نور ہوگا اور اتنے ہی اتباع ہوں گے جتنے کہ ہر نبی
کے اتباع ہوں گے، ان کے اعلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ نور سے
اکتسابِ نور کریں گے اور اتباع پر اس نور کی بارش کریں گے جیسا کہ انبیاء
کرام لو اء الحمد سے نور حاصل کر کے اپنی امتوں کو ظلمتِ کدہ حشر میں روشنی عطا فرمائیں
گے، امام اہل سنت نے خوب فرمایا ہے

تیرے ہی ہاتھ سے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الہی بول بالا نور کا
بنی پُر نور پر خشاں ہے بک نور کا
ہے لو اء الحمد پر اڑتا پھر میرا نور کا

ظلمتکدرہ حشر میں آفتاب نور ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگی اور انبیاء و اولیاء بہ صورت ماہتاب و انجم انہی کے نور سے چمک و دمک اور اجالا و ضیاء حاصل کر کے اہل محشر کو فیضانِ نوردیں گے لَقَدْ صَدَقَ اللهُ وَدَاعِيََا الْحَىُّ اللهُ بِأَذْنِهِ وَسَوَاجَا مَنْبِرًا۔

امام الواعظین حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز نے لواء الحمد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:-

لواء الحمد وهو حمد الحمد و انتد المعامد واسنناها و اعلاها مرتبة لما كان اللواء يجتمع اليه الناس لانه علامة على درجة الملك و مرتبته و وجوده كذلك حمد الحمد يجتمع اليه المعامد كلها (التي) سمي لواء لانه يلتوى على جميع المعامد فلا يخرج عنه حمد لانه به يقع الحمد من كل حامد و لما كان يجمع الوان المعامد كلها لهذا عم ظله جميع الحامدين قال صلى الله عليه وسلم ادم فمن دونه تحت لوائى۔

”لواء الحمد حمد الحمد کا نام ہے جو کہ تمام محامد سے شرف و مرتبہ کے لحاظ سے افضل وہی ہے اور جبکہ لواء یعنی علم کی طرف لوگ رجوع کرتے ہیں کیونکہ وہ بادشاہ کے درجہ و مرتبہ اور وجود کی علامت ہوتا ہے اسی طرح لواء الحمد کی طرف تمام محامد اور تعریفات و توصیفات رجوع کریں گی اور اس علم کو لواء الحمد فرمایا گیا ہے کیونکہ لواء کا معنی پٹیٹا اور سمیٹنا ہے اور لواء الحمد بھی تمام حمدوں کو اپنے احاطے اور گھیرے میں لئے ہوئے ہے اور جو حامد بھی اپنے رب کی حمد و ثنا کرتا ہے وہ اس میں مندرج ہے اور یہیں سے اس پر فیضان کی ہوئی ہے اور چونکہ وہ سب محامد و مدارج پر مشتمل ہے اسی لئے اس کا سایہ بھی تمام حامدین کو شامل و محیط ہوگا، اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیاء و رسل اس کے

نیچے ہوں گے گو یا تمام انبیاء و رسل کے مرجع و اصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے
 محامد و مدائح اور اعلام و الویہ کا مرجع و اصل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا لوازم الحمد
 اسی لئے سارے انبیاء و رسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوں گے اور ان کے
 لوازم الحمد کے نیچے ہوں گے۔

نکتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوازم الحمد کے نیچے پناہ لینے والوں میں
 سے حضرت آدم علیہ السلام کو بالخصوص نام لیکر ذکر فرمایا اور دوسرے
 انبیاء کرام و رسل عظام اور تمام اہم کو فمن دونہ کے اجمال و ابہام سے ذکر فرمایا نیز
 لفظ "دون" سے جو کہ تنزل مرتبہ اور نقصان درجہ پر دلالت کرتا ہے حالانکہ "ماسوی"
 میں حضرت آدم علیہ السلام سے افضل انبیاء و رسل بھی ہیں، شیخ اکبر قدس سرہ العزیز
 نے اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا :-

وانما قال فمن دونہ لان الحمد لا یكون الا بالاسماء
 وادم عالم بجميع الاسماء کلها فلم یبق الا ان یكون من
 هنالك تحته و دونہ فی الرتبة لانه لا یبدان یكون مثنیاً باسم
 ما من تلك الاسماء ولما كانت الدلتا فی الاخرة لمحمد
 صلی اللہ علیہ وسلم والی ا فمتی ظهر صلی اللہ علیہ وسلم
 کان احق بولایتہ ولوائہ فیاخذ اللوائ من ادم یوم القیامة
 بحکم الاصل التہ فیکون ادم فمن دونہ تحت لوائہ وقد كانت
 الملائکة تحت ذلك اللوائ فی زمان ادم علیہ السلام فہم
 فی الاخرة تحت لوائہ فتظهر فی ہذا المرتبة خلافتہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجميع۔

حضرت آدم علیہ السلام کے ماسوا کو لفظ "دون" سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ محمد اسماء
 باری تعالیٰ سے ہی ہوگی اور سارے اسماء کا علم آدم علیہ السلام کو حاصل ہے لہذا جو
 بھی نبی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا جس اسم مبارک سے بھی کرے گا وہ پہلے حضرت آدم علیہ السلام

کو حاصل ہوگا لہذا اس اعتبار سے آدم علیہ السلام ہر ماسومی پر فوقیت لے جائیں گے لیکن یہ
 افضلیت اور فوقیت صرف اس وقت تک تھی جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور
 نہیں ہوا تھا جو کہ جوامع الکلم کے مالک ہیں اور جن پر بالآخر اس دولت و سلطنت کی تکمیل و
 تنظیم ہونی تھی، اگرچہ وہی اصل ہیں اور انہیں اپنا مقام و مرتبہ اس وقت بتلا دیا گیا تھا اور
 اس پر فائز کر دیا گیا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ ان کی تخلیق
 جسم بھی مکمل نہیں ہوئی تھی اور انہیں اس وقت سے جوامع الکلم اور علم اسماء و لطائف مادیا گیا
 تھا جبکہ آدم علیہ السلام میں روح بھی نہیں بھونکا گیا تھا لیکن ظاہر میں کوئی جسم اور ذات آپ کی
 موجود نہ تھی تاکہ ان اسماء کا ظہور ہو سکتا لہذا آپ بمع ان اسماء کے حضرت آدم علیہ السلام
 سے ظاہر ہوئے لہذا وہ منظر ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے کی بدولت ملائکہ میں
 معاحب لواء اور صاحب علم بن گئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وجودِ عنصری میں
 آگئے تو پھر وہ ولایت و سلطنت اور علم و لواء آپ کا ہی حق بن گیا لہذا حضرت آدم علیہ
 السلام وہ لواء الحمد لے لیں گے کیونکہ اصل آجائے تو نائب کی نیابت اور خلیفہ کی
 خلافت ختم ہو جاتی ہے لہذا حضرت آدم علیہ السلام اور تمام نبی و رسول انہی کے
 لواء الحمد کے نیچے ہوں گے اور ملائکہ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے لواء و علم کے
 نیچے تھے لیکن روزِ محشر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء الحمد کے نیچے ہوں گے پس
 اس دن آنحضرت شافع یوم انشور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کبریٰ اور ولایتِ عظمیٰ
 سیادت و ریاست اور قیادت و حکومت ظاہر ہوگی۔

اس عارفِ کامل اور محققِ فاضل نے مقامِ محمود کی حقیقت اور نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کی تخصیص پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :-

المقام المحمود هو الذى يرجع اليه عواقب المقامات كلها
 واليه تنظر جميع الاسماء الالهية المختصة بالمقامات وهو
 لرسول الله صلى الله عليه وسلم ويظهر ذلك لعموم الخلق
 يوم القيمة وبهذا صحت له السيادة على جميع الخلائق (الى)

فكان محمودًا بكل لسان وكل مقام فلا تجتمع المحامد بيوم
القيامة كلها الا لمحمد صلى الله عليه وسلم فهو الذي
عبر عنه بالمقام المحمود وقال هذا المقام هو الوسيلة
لان منه يتوسل الى الله فيما يوجه فيه من فتح باب
الشفاعة وهو شفاعته في الجميع (نقلا من جواهر البحار)

مقام محمود وہ مقام ہے جس کی طرف تمام مقام باعتبار اپنے عواقب کے راجح
ہیں اور جس مقام پر تمام مقامات عالیہ کی انتہاء ہوتی ہے اور جس مقام میں سب
مراتب رفیع مندرج ہوتے ہیں وہ مقام مقام محمود ہے اور اسی کی طرف تمام
اسماء الہیہ جو کہ اہل مقامات کے لئے مری ہیں اور مقامات کے ساتھ مختص ہیں
راجح ہوتے ہیں یہ مقام بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور
روز محشر تمام مخلوق پر یہ مقام و منصب منکشف ہوگا۔ اسی مقام کی وجہ سے
رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام مخلوقات پر سیادت اور فوقیت
حاصل ہوگی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا سید الناس
یوم القیامة میں لوگوں کے لئے سردار ہوں گا قیامت کے دن اور وجود
عنصری میں اور عالم شہادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس مقام
پر حضرت آدم علیہ السلام فائز تھے جبکہ انہیں ملائکہ نے سجدہ کیا کیونکہ سجدہ
ملائکہ ہونا اس مقام کا مقتضی تھا اور اسی کا نتیجہ اور یہی مقام آخرت میں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا اور پہلے پہل حضرت آدم علیہ السلام اس مقام میں ظہور فرما
اس لئے ہو گئے کہ ان کا جسم پاک بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل تھا
اور وہ جسمیت کے اعتباراً و العظیم میں مغرب عند اللہ میں اور نشاۃ تراہیہ یعنی عالم
خاکی کی اصل اور بنیاد میں لہذا وہ سارے مقامات ان میں ظاہر ہو گئے اور جب حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم پاک کے ساتھ ظہور فرما ہو گئے تو پھر یہ مقام اور تمام مراتب
انہی کی طرف متوجہ ہو گئے اور دائرہ آخرت میں اسی منصب کا مظاہر ہوگا اور سرور عالم

عالمیان، سیدائس و جانِ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز اس مقام پر فائز ہوں گے اور شفاعت کے دروازے کھولیں گے اور سب سے پہلی شفاعت ان اکابرین کے حق میں فرمائیں گے جو کہ اہل شفاعت ہوں گے خواہ ملائکہ ہوں یا انبیاء و رسل، اولیاء کرام ہوں یا مؤمنین، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے منصب شفاعت پر فائز کئے جانے کی تمنا کریں گے اور وہ آپ کی اس شفاعت کے طفیل قابل شفاعت بنیں گے اور اذن شفاعت پائیں گے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر زبان پر اور ہر مقام پر حمد و ثنا کئے جائیں گے اور یہی وہ مقام محمود ہے جس میں تمام محامد و مدائح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہوں گے، اور یہی وہ مقام وسیلہ ہے جس کی بدولت تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی طرف توسل حاصل کرے گی اور انہی کی بدولت شفاعت نصیب ہوگی۔

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی

اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

ان تعریحات سے واضح ہو گیا کہ مقام محمود اور وسیلہ و فضیلہ ایک ہی

مقام ہے اور اسی منصب و درجہ پر فائز ذات کی سیادت و سلطنت کی علامت نواب اللہ ہو گا اور اسی قرب الہی اور خلافت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کی بدولت ہی شفاعت کبریٰ اور دیگر تمام شفاعات کا ظہور ہو گا۔

نیز یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء و رسل اور ملائکہ مقربین بلکہ تمام مخلوق کی پیدائش اور تخلیق سے بھی پہلے حاصل ہو چکا تھا لیکن اس کا ظہور وجودِ عنصری پر موقوف تھا اور اس ظہور کے وقت حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر مقرب رسل و انبیاء زمین پر وجودِ عنصری کے ساتھ ظاہر نہیں تھے اس لئے اس کے کما حقہ ظہور کا دن صرف قیامت ہی کا دن تھا۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ اس دن آپ کو صاحبِ مقام محمود بنا کر آپ کے منصب و مرتبہ اور جلالت و عظمتِ شان کو ظاہر فرمایا اور اولین و آخرین کی زبان پر ان کی حمد و ثنا کو جاری فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم اور حمد و ثناء ملائکہ نے ایک وقت میں کی اور یہاں تمام مخلوق بسح انبیاء و ملائکہ ان کی تعریف و توصیف میں لطف اللسان ہوں گے اور ان کی تعظیم و تکریم میں مصروف و مشغول بلکہ پھر ہمیشہ کے لئے انہی کی حمد و ثناء میں مصروف رہیں گے اور جنہیں انہی کی یاد اور ذکر و فکر اور مدح و ثناء کا محل ہوں گی۔ اور ہر زبان پر انہی کی داستان ہوگی اذا ذکرکرت ذکرکرت معی ولا اذکر حتی لا تذکر۔

الغرض یہ مقام سب مقامات کا اصل ہے اور یہ منصب سب مناصب و مراتب پر مشتمل ہے۔ ہر کمال اور فضیلت اسی کی طرف راجع ہے اور سب اولین و آخرین ، ملائکہ مقربین ، انبیاء و مرسلین کے مدارج و مراتب اسی مقام پر مندرج ہیں لہذا یہ صرف ایک مقام نہیں بلکہ مقامات ہیں لہذا اس کا عطا کرنا عطا و کوثر ہے اسی لئے فرمایا انا اعطینک الکوثر۔

تذیل

ہم نے مقام محمود کے تحت جو کچھ عرض کیا ہے اس سے محب اور مخلص مومن کو جہاں خوشی اور سرور و قلب حاصل ہوگا اس کے برعکس بد باطن گستاخ و بے ادب اور دشمنان محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دل جلیں گے اور وہ طرح طرح سے قدر و منزلت کو گھٹانے کی کوشش کریں گے، بجائے اعتراف و تسلیم کے انکار و جھوٹ کو پیشہ بنائیں گے، عموماً آیہ کریمہ ولا تجزی نفسی عن نفس شیئا ولا یقبل منها شفاعۃ کو اپنی سند بناتے ہوئے یہ کہہ جاتے ہیں کہ قیامت میں کوئی نفس کسی نفس سے کسی شے کی کفایت نہیں کر سکے گا اور نہ جزاء دے سکے گا، نہ اس کی شفاعت قبولی کی جائے گی۔ لہذا شفاعت ہی ثابت نہیں تو پھر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ منصب جلیل کیسے ثابت

ہونے کا؟ لہذا اختصاراً اس شبہ باطلہ کا ازالہ ضروری ہے۔
 قرآن کریم بغیر شفاعت کی نفی نہیں کی گئی بلکہ بہت سی آیات کریمہ
 سے شفاعت ثابت ہے اور علمائے اہل سنت نے اپنی عقائد کی کتابوں میں
 اس مسئلہ کو پوری بسط کے ساتھ بیان فرمایا اور قرآن کریم سے دلائل بھی پیش
 فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا من ذا الذی یشفع عندہ ا کا
 باذنہ کون ہے جو شفاعت کرے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوائے اس کی
 اجازت اور توفیق کے۔“

معلوم ہوا کہ اذن باری تعالیٰ اور اس کی توفیق کے بغیر شفاعت
 کوئی نہیں کر سکے گا اور اس کے اذن کے بعد شفاعت مہتمم ہوگی اور ارشاد فرمایا
 واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات اے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ
 والسلام آپ اپنے منصب قرب اور جلالت شان کے مطابق جن امور کو گناہ
 تصور کرتے ہیں ان کے لئے اور یمن مردوں اور عورتوں کے لئے مجھ سے بخشش طلب
 کریں۔“ ولوانہما اذ ظلموا انفسہم جاؤنک فاستغفروا اللہا واستغفر
 لہم الرسول لوجود اللہ تو اب اسرحجا۔“ اور اگر وہ اپنے نفسوں پر ظلم و
 زیادتی کرنے کے بعد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جائیں پس اللہ تعالیٰ سے
 مغفرت طلب کریں اور میرا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ان کے لئے مجھ سے
 مغفرت طلب کرے تو وہ لوگ یقیناً اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کر نیوالا اور دم فرما نیوالا
 پائیں گے۔“

اگر بارگاہ الہی میں شفاعت کوئی نہیں کر سکتا اور نہ ہی شفاعت کوئی
 فائدہ دے سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مؤمنین اور
 مؤمنات کے لئے استغفار کا حکم کیوں دیا اور اپنے نفسوں پر ظلم و زیادتی کر نیوالوں کو
 مغفرت اور قبول توبہ کے لئے دربار مصطفائی میں حاضر ہو کر مغفرت طلب کرنے اور
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرانے کا حکم کیوں دیا؟ نیز جب شفاعت کا کوئی

تفع نہیں تو پھر اذن باری تعالیٰ کے بعد بھی نافع نہیں ہوگی تو الابدانہ والا استثناء درست نہ رہے گا اور نہ ہی بے منفعت و بے مقصد اذن و اجازت حاصل کرنیکی کسی کو ضرورت ہوگی، لہذا واضح ہو گیا کہ نفی نفس شفاعت کی نہیں ہے بلکہ اذن کے بغیر جو شفاعت ہوگی اس کے وجود اور نفع کی نفی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے کفار کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا فما تنفعهم شفاعۃ الشافعیین۔ ان کفار و مشرکین کو شفاعت کرنیوالوں کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی لہذا اس اسلوب بیان اور انداز کلام سے جس میں کفار کی قباحت حال اور یاس و ناامیدی بیان کرنا مقصود ہے، روزِ رکشش کی طرح واضح ہو گیا کہ مومنین کو شفاعت نفع دے گی ورنہ جو حالت کفار اور مومنین میں مشترک ہے وہ کفار کے لئے موجب قیاحت اور باعث یاس و ناامیدی کیسے ہو سکتی ہے؟

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلك لمن یشاء۔ بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ تمام گناہ صغائر و کبائر جیسے چاہے گا بخش دے گا۔ جب بغیر شفاعت کے صغائر و کبائر کی مغفرت ممکن ہے تو شفاعت سے بطریق ادنیٰ ممکن ہوگی، لہذا اس آیت کریمہ کا جو معنی منکرین نے کیا ہے وہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتا ورنہ آیات ایک دوسرے کے خلاف اور معارض و معاکس ہو جائیں گی لہذا وہ آیت کفار کے متعلق ہے اور باذن اللہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی شفاعت اور ان کے طفیل تمام انبیاء و کرام اور شہداء و صلحا اور علماء کی شفاعت قبول فرمائیں گے اور اپنے محبوب پاک کو مقام محمود اور منصب وسیلہ و فضیلہ اور مرتبہ شفاعت کبریٰ سے سرفراز فرمائیں گے والحمد للہ علیٰ ذلک۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اکابرین دیوبند کے

پیر و مرشد ہیں اور مسلم بزرگ ہیں، اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-
 جہاں امت کا حق ہے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

تم اب چاہو ڈباؤ یا تراویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکیاں ہو تم

تمہیں چھوڑا اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہر حال یہ تمام تر معجزات اپنی عظمت و صداقت کے باوجود تنہا ہی و محدود دین اور جو شخص بھی دعویٰ نبوت پر دلیل و حجت کا مطالبہ کرتا، اسے انہی معجزات میں سے کوئی معجزہ دکھایا جاتا اور انہی کمالات میں سے کوئی کمال اس کے سامنے پیش کیا جاتا لیکن محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو جو معجزے عطا فرمائے انہیں انکوش فرمایا۔ اللہ رب العزت جس کے سامنے دنیا کی عدد و شمار میں نہ آسکنے والی نعمتیں قلیل ہیں قل متاع الدنیا قلیل، جب وہ اپنے محبوب کے معجزات اور خوارق عادات کو انکوش فرمائے تو ظاہر ہے کہ وہ مخلوق میں سے کسی کے حساب و شمار میں نہیں آسکتے۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی دلیل حقیقت اور علامت صداقت طلب کرتا تو آپ فرماتے تو کونسا معجزہ چاہتا ہے، جو تو کہے گا میں ہی معجزہ دکھلا دوں گا، اگر چاند شق کرنے کا مطالبہ کیا گیا تو اسٹارہ سے اس کا کلیجہ پھیر کر دکھا دیا، اگر درخت کی گواہی کا مطالبہ کیا گیا تو وہ جڑوں پر چلتا ہوا خدمت اقدس میں حاضر بھی ہو گیا، سجدہ میں گر کر حق تعظیم بھی بجالایا اور توحید و رسالت کی گواہی دیکر آنحضرت کی صداقت و حقانیت کو بھی بیان کر گیا، کسی نے پتھر پانی پر تیزانے اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے آکر گواہی دینے کا مطالبہ کیا تو آپ نے پتھر کو پانی پر تیرا کر اور اس سے شہادت دلو کر دکھا دیا اور پھر واپس لٹھے پاؤں چلا کر اپنی سابقہ جگہ پر پہنچا دیا۔

الغرض یہاں کوئی تحدید و تعیین نہیں بلکہ جو سائل چاہتا ہے وہ معجزہ دکھلایا جاتا ہے۔ جو دلیل وہ طلب کرتا ہے وہی پیش کی جاتی ہے بلکہ یوں کہئے کہ ہر نبی و رسول معجزہ و دلیل لیکر آیا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم محسوم معجزہ و دلیل بنکر آئے، اللہ رب العزت نے فرمایا یا ایہا الناس قد جاءکم بسہان من ربکم و انزلنا الیکم نوراً مبیناً "اسے لوگو! تحقیق تمہارے پاس میرا رسول محسوم برہان و دلیل بنکر آگیا اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین کتاب کریم کو نازل فرمایا۔ محبوب کریم عدیہ الصلوٰۃ و السلام کی ذات گرامی سرنا پنا معجزہ ان کا ہر عضو اور جزو بدن

معجزہ بلکہ ان کے جسم اقدس سے لگ جانوالی ہر شے معجزہ۔ لعاب دہن معجزہ ،
خون مبارک اور پسینہ مبارک اور جلد فضلات معجزہ اور دلیل کمال اور برہان
صداقت و حقانیت ،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم حق بین کا اعجاز و کمال یہ ہے
انکھ مبارک

کہ ماضی مستقبل مثل حال سامنے ہے۔ مناسبات کائنات اور
مقائے اشیا مثل آئینہ حاضر ہیں۔ معقولات و معنویات مثل آئینہ پیش نظر ہیں اور
کائنات عالم کی کوئی شے مخفی نہیں ہے بلکہ خود خالق کائنات بھی ان نگاہوں سے پوشیدہ
نہ رہا جس عظیم ذات کی صفاتی تجلی کوہ طور برداشت نہ کر سکا اور موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر
اپنے آپ پر قابو نہ پاسکے، طور ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر
گر گئے، وہ ذات خود سامنے ہے اور محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم
انتہائی سکون و اطمینان سے مشاہدہ فرما رہے ہیں، نہ آنکھیں چندھیاتی ہیں نہ خیرہ
ہوتی ہیں ما زانہ البصر و ما طغی سے

موسے ز ہوش رفت بربک پر تو صفات

توعین ذات سے نگر ی و در تبسمی !

میں یہ کتابوں کہ موسیٰ علیہ السلام نے پہلی بار جلوہ صفات دیکھا تو برداشت
نہ کرنے کے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بار جلوہ ذات دیکھتے تو یقیناً برداشت
نہ کر سکتے، لیکن یہاں بات ہی اور ہے پہلے خواب میں شرف دیدار بخشا، پھر
روحانی طور پر اور آخر میں جسمانی طور پر، جب کہ بدن اقدس اور قلب مبارک کو
شرح صدر کے ذریعے نور علی نور کر دیا گیا اور جسم ظہر کو بھی روح کی طرح قوی و
توانا اور لطیف ترین بنا دیا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لے فرمایا ابیت عند
سراجی فیطعمنی ویسقی فی میں رات اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں وہی
مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور بعض روایات میں ہے اظل عند سراجی میں دن کو
اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں !

زلیخا کی سہیلیوں نے پہلی بار جمالِ یوسفی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا لہذا
 اب نہ لاسکیں اور بخودی ذہنوشی میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے لیکن زلیخا اطمینان مسکون
 سے دیدارِ محبوب سے لطف اندوز ہو رہی ہے اور کسی طرح کی تبدیلی اور بخودی دہرہ ہوشی
 طاری نہیں ہو رہی کیونکہ یہ اس جمالِ جہاں آرا کو دیکھنے کی عادی ہیں، وہ ہنا وجہ
 اعلیٰ و ادق من لا یخفی علی من فنی عن ذاته وصفاته ولو یبق لم یحظ
 من الذات والصفات الا حظ ذات المحبوب وصفاته۔ فالسرائی انما
 هو المرئی بعین ذاته العشق اذا تو هو اللہ ایں ست۔

بہر حال اس نگاہِ پاک سے جمالِ خداوندی کسی وقت اوجھل نہیں اور جب سب
 غیبوں کا غیب بھی پوشیدہ نہیں تو اور کوئی غیب کیسے نہاں ہو سکتا ہے۔
 اور کوئی غیب نہاں ہو تم سے کیوں کر سبلا
 جب خدا ہی چھپا تم سے تم پہ کھوڑوں درود
 نوٹ: نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت پر دلائل اور قدرے تفصیلی بحث
 دسویں معنی یعنی علومِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری ہے۔

کان مبارک | سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک بھی معجزہ ہیں جو کائناتِ عالم
 میں اٹھنے والی ہر آواز کو سنتے ہیں اور قرب و بعد، نزدیک و دور
 والے تفاوت و امتیاز سے مبرا و منزہ ہیں جیسے نزدیک سے سنتے ہیں ایسے ہی اللہ
 تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے دور سے بھی سنتے ہیں، فاضل بریلوی نے فرمایا ہے
 دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
 کانِ غسلِ کرامت پر لاکھوں سلام

حضرت پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطت السماء وحق لها ان
 تخط ما فیہا موضع قدم الاوفیہ ملک وامنم جہتہ اللہ تفسیر کبیر زیر
 آیت ان اللہ اصطفیٰ ادم الایۃ ترمذی "آسمان سے چڑھتا ہٹ کی آواز آئی ہے اور
 حق بھی یہی ہے کہ اس سے ایسی آواز آئے کیونکہ اس میں کوئی بھی قدم بھرا ایسی جگہ نہیں

جہاں فرشتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں سجدہ کناں نہ ہو، زمین پر بیٹھے ہیں اور آسمان کی آوازیں رسبے ہیں اور یہ تصریح کہیں بھی نہیں کہ یہ آواز پہلے آسمان سے آئی، ممکن ہے ساتویں آسمان سے آئی ہو۔

الغرض جنہیں اللہ کریم نے پہلے آسمان کی آوازیں سن لینے کی طاقت بخشی ہے وہ ساتویں کی آواز سننے کی طاقت بھی دے سکتا ہے صرف امکان ہی نہیں بلکہ حقیقت و واقعہ بھی ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنة بخاری و مسلمہ میں نے تیرے پاؤں کی آہٹ اور زمین پر پاؤں رکھنے سے پیدا ہونے والی آواز کو اپنے آگے جنت میں سنا۔ حضرت عارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی تلاوت و قرأت کی آواز جنت میں سماعت فرمائی (مشکوٰۃ) نسیم بن عبداللہ نخام کی کھانسی جنت میں سنی۔ اسی وجہ سے ان کا نام نخام مشہور ہو گیا یعنی بہت زیادہ کھانسنے والے جن کی آواز جنت میں گونج رہی ہے۔

غرضیکہ یہ محبوب فرشتے پر جلوہ فرمایا تو عرش اور آسمانوں کی آوازیں سنتے ہیں اور جنت و عرش کی بلند یوں پر جلوہ فرما ہوں تو فرشتے زمین کی آوازیں بھی پوشیدہ نہیں، جنتیں حیاتِ دنیویہ میں روحانی قوتوں کا پوری طرح ظہور نہیں ہوتا۔ جب آدمی اس جہان سے منتقل ہو کر دوسری دنیا اور عالم برزخ میں جاگزیں ہوتا ہے تو اس کی قوتیں زیادہ ترقی پر ہوتی ہیں اور پہلے کی نسبت ادراک و علم اور نظر و سماع میں زیادہ وسعت پیدا ہو جاتی ہے لہذا دنیا ہو یا برزخ، حیاۃ ظاہرہ ہو یا حیوۃ برزخیہ ادراک و علم اور شہود و حضور و ذرا فزوں سے لہذا دنیا کے بعد بھی کان مبارک اسی طرح سننے والے ہیں، ہمارے درود و سلام اور صلوات و تسلیات نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود سماعت فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تکملہ مدارج فرماتے ہیں :-

درود بفرست بر دے صلی اللہ علیہ وسلم گویا کہ تومی بینی اور استاد با جلال

تعظیم بدانکہ دے صلی اللہ علیہ وسلم می بیند تیرا روی شنود کلام ترا۔

رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود بھیج اور اس صورت سے بھیج کہ گویا تیری نظریا

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ حق نما پر ہیں اور یقین جان کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے دیکھ رہے ہیں اور تیرے کلام کو سن رہے ہیں تیری طرف سے اگرچہ تم خیل ہے لیکن ادھر
سے حقیقت ہے :-

ادھر حضرت شیخ عبدالکریم جلی قدس سرہ العزیزین کی عبارت کا لفظ بہ لفظ ترجمہ شیخ محقق مازن انبوقی نے تکرار میں
تھے ہوئے فرماتے ہیں "تکرار در بیان صفات کاملہ دے صلی اللہ علیہ وسلم بزبان بعضی
فاد" فرماتے ہیں :-

کن فی حال ذکرک لما کانت بین ید یدہ فی حال حیاتیہ متادبا
بالاحلال والتعظیم والہیبۃ والحیاۃ فانہ یراک ویسمعک کما
ذکرہ لانہ متصف بصفات اللہ واللہ جلیس من ذکرہ
فللذہب صلی اللہ علیہ وسلم نصیب وافر من ہذہ الصفات۔

ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اپنے آپ کو بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر
یاں کر گویا کہ تو ان کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں ان کے سامنے حاضر ہے نہایت ہی ادب و
عظیم اور معیت و حیا کے ساتھ پس یقیناً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں اور
بری کلام کو سنتے ہیں جب بھی تو ذکر کرے کیونکہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اوصافِ الہیہ
کے ساتھ موصوف میں اور اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ انا
جلیس من ذکر فی میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو بھی اس صفتِ عظمیٰ سے حظ وافر اور نصیبِ کامل مرحمت کیا گیا ہے، اور آپ
میں اپنے یاد کرنے والوں کے ہم نشین ہیں اور اسی دلیل کا ترجمہ کرتے ہوئے شیخ محقق
نے فرمایا :-

ذیرا کہ دے صلی اللہ علیہ وسلم متصف است بصفات الہیہ دیکے از
صفات اوست انا جلیس من ذکر فی۔

یہی شیخ کبیر فرماتے ہیں :-

اوصیک یا اخی بدوام ملاحظہ صورتہ ومصنأہ صلی اللہ علیہ

ولو كنت متكفناً مستحضراً فعن قليل تتالف روحك
به فيحضر لك صلى الله عليه وسلم عياناً تجده وتحدثه
وتخاطبه فيجيبك ويحدثك ويخاطبك فتفوز بدرجة العيان
رضى الله عنهم وتلحق بهمان شاء الله تعالى - (جواهر البحار)

” اسے بھائی میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ محبوبِ خدا علیہ التعمية والمثنا کی صورت
خدا نما اور سیرتِ حق آگاہ کو ملحوظ رکھنے اگر چہ تجھے بہ تکلف ہی اس صورتِ پاک کو اور ذات
والاصفات کو پیشِ نظر رکھنا پڑے، بہت قلیل عرصہ میں تیرا روح اس دوامِ ملاحظہ اور
مواظبتِ توجہات والتفات کی بدولت ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانوس ہو جائے
پس رسولِ کریم کی ذاتِ اقدس تیرے سامنے موجود ہوگی اور تو ان کا مشاہدہ کرے گا
اور ان سے کلام کرے گا اور شرفِ خطاب سے لطف اندوز ہوگا، وہ تجھے جوابِ مرحمت
فرمائیں گے اور تجھ سے کلام و خطاب فرمائیں گے پس تو روحانی اور معنوی حیثیت سے
درجہ صحابہ پر پہنچے گا اور ان شاء اللہ العزیز انہی کے ساتھ لاحق ہو جائے گا۔

اس عبارت کے ترجمہ کو بھی شیخ الحدیث عبدالحق محدثِ دہلوی قدس سرہ العزیز
نے تکرار میں ذکر فرمایا ہے کہ میں اگر ایک لحظہ جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھوں
تو اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

سبحان اللہ! آنکھوں والے اور روحانی تعلق والے ایک لحظہ اس جمال
جہاں آراد کو نہ دیکھیں تو مسلمان ہونے میں ہی انہیں تردد ہوتا ہے اور ادھر اندھے
بہرے غوغا کناں ہیں اور آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں کہ جو کوئی یہ کہے کہ محبوبِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اور سنتے ہیں وہ مسلمان نہیں رہتا بلکہ مشرک ہو جاتا ہے
حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

جمالِ یارِ نثار و حجاب و پردہ و لے
غبارِ رہ بنشاں کہ نظر توانی کرد !

۴۱۲ شیخ الحدیث علامہ ابن عربین حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا ہے کہ

ناک مبارک | سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناک مبارک اور قوتِ شامہ بھی معجزہ ہیں جب حضرت جبریل علیہ السلام سدراہ سے نیچے اترنے کا ارادہ کرتے

ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اخي لاجد سريم جبريل "مجھے جبریل علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے" بلکہ اس حواسہ نبوی کی لطافت اور پاکیزگی کا یہ عالم ہے کہ بدبو دار شے کے تصور سے بھی بدبو آنے لگتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موت کے بعد مومن و کافر کی روحوں کے آسمانوں کی طرف جانے کا تذکرہ فرما رہے تھے جب روح کافر کا ذکر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کے ایک کنارے کو اپنے ناک مبارک پر ڈال لیا جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربطۃ کانت علیہ علی انفسہ کذا رواہ مسلم و مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کافر کا تصور کرتے ہی بدبو آنے لگی لہذا آپ نے اپنے ناک مبارک کو کپڑے سے ڈھانپ لیا۔

زبان مبارک | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک معجزہ ہے۔ وہ زبان ترجمانِ وحی الہی ہے جو اس پر جاری ہوتا ہے وہ فرمانِ خداوندی ہے جس میں

خواہشاتِ نفسانیہ کو ذرہ بھر دخل نہیں ہوتا و ما ینطق عن الہوئی ان ھو الا وحی یوحی۔ وہ زبانِ اقدس کن کی کنجی ہے اور تیرِ قضا ہے جو کبھی خطا نہیں ہو سکتا۔

ابولہب کے بیٹے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو آپ نے فرمایا اللھم سلط علیہ کل بائع کلابک "اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا اور درندوں میں سے ایک درندہ مسلط فرما" وہ اپنے باپ کے ساتھ سفرِ شام پر نکلا، ابولہب کو معلوم ہے کہ اس کے متعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے بلاکت فرمائی ہے اور اسے یہ بھی یقین ہے کہ جو ان کی زبان سے نکل گیا وہ غلط نہیں ہو سکتا، بڑی احتیاطی تدابیر اختیار کرتے، جہاں رات کو پڑاؤ ڈالتے سب پالان وغیرہ اکٹھے جوڑ کر اس کے اذپر سے سلایا جاتا تاکہ کوئی درندہ اسے چیر بھاڑ

نہ دے لیکن جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا تھا وہ ہو کر رہا۔

رات کے وقت ایک شیر آیا اس نے نیچے موئے ہوئے لوگوں کو سونگھا
لیکن اس کو اپنے مطلوب شکار کی بو ان میں سے نہ آئی چنانچہ وہ ان پالانوں پر چڑھا
اور وہاں اس گستاخ بارگاہ رسالت کو اپنے خونی پنجوں سے چیر کر رکھ دیا اور ابولہب
کی سب تدبیریں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے ہلاکت سے اندھ بچا سکیں
(مشکوٰۃ شریف)

ایک مرتد اور بے دین کے متعلق محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا لا تقبلہ الا رض (مشکوٰۃ) اسے مرنے کے بعد زمین قبول نہیں کریگی۔
چنانچہ اسے بارہا زمین کے اندر دبا گیا لیکن ہر بار زمین نے اسے باہر پھینک دیا
چنانچہ اسے زمین کے اوپر ہی پتھروں اور مٹی سے دبا دیا گیا۔ زمین کو آپ نے حکم
نہیں دیا بلکہ آپ نے تو صرف خبر و اطلاع ہی دی ہے کہ زمین اسے قبول نہیں کریگی
لیکن زمین نے اپنے عمل سے اس صادق و صدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی فیسی خبر کو سچا
کر دکھایا اور زبان سے نکلنے والے حکم کی خلاف ورزی کی تو مجال ہی کس کو ہو سکتی ہے
جنش لب سے ڈوبا ہوا سورج واپس آجاتا ہے، درخت جڑوں سمیت ساتھ
چلتے ہیں۔

الغرض زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نکلتا ہے وہ حکم الہی ہوتا ہے
لہذا اس کی مخالفت خدا کی مخالفت ہے اور مخلوق میں یہ مجال کہاں کہ وہ حکم خداوندی
سے سرتابی کر سکے۔

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
تیرے اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی
تیری زباں سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

جو شب کو کہا کہ دن ہے تو سورج نکل آیا!

جو دن کو کہا کہ شب ہے تو رات ہو کے رہی

فتح خیبر سے واپسی پر ایک یہودیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ جب آنحضرت نے گوشت چکھا تو فرمایا ان هذا الذر اسم یخبرنی انه مسموم ذبح کی ہوئی بکری کا یہ بازو خرد سے رہا ہے کہ مجھے زہر آلود کیا گیا ہے“ لہذا کھالے سے ہاتھ روک لو، تو معلوم ہوا کہ آنحضرت کی قوت ذاتیہ بھی معجزانہ شان رکھتی ہے۔

ہاتھ مبارک آنحضرت شافع یوم انشور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک معجزہ ہیں میدان بدر میں ایک مسطح کنکریوں کی اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی اور فرمایا شاہت الوجوہ، وہ کنکریاں ہر ایک کافر کو نگیں اور ہر ایک کو مجبور دے بس کر دیا۔ انہیں اس قدر مرعوب اور متعجب و مغلوب کیا کہ وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے، ستر مارے گئے اور ستر قیدی بنا لئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم کے دست اقدس کے اس عظیم معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا و ما سرامیت اذ سرامیت ولكن اللہ سامی“ جب آپ نے کفار کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں، یعنی آپ نے یہ کار نامہ محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے سرانجام نہیں دیا تھا بلکہ میرے مظہر ذات و صفات ہونیکے لحاظ سے اور میرے نمونہ قدرت ہونے کے لحاظ سے پھینکی تھیں فاعمل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کسی کنکریاں تھیں وہ

جن سے اتنے کافروں کا دفعہ منہ پھر گیا

جنگ تبوک کے موقع پر ستر ہزار سے بھی زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہیں اور

ان کی بہت سی سوار باں اونٹ اور گھوڑے بھی موجود ہیں جن میں ایک روایت کے مطابق تین سو گھوڑے اور نو سو اونٹ صرف وہ تھے جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت

میں جنگ کی تیاری کے سلسلہ میں نذرانہ کٹے تھے۔ پانی ختم ہو گیا اور سب صحابہ پیاس سے بیقرار ہیں اور ان کی سواریاں بھی شدتِ پیاس سے نڈھال ہوئی جاتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اپنے غلاموں کی زندگیاں بچانے کے لیے وہ پیاس کی وجہ سے سخت پریشانی میں ہیں اور انکی جانیں خطرے میں ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ پانی کی جو مقدار ہاتھ لگ سکے لے آؤ چنانچہ ایک پرانے مشکیزہ سے صرف ایک پیالہ پانی کا دستیاب ہوا جو بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس پیالہ میں رکھ دیا تو پانچوں انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے ابلنے لگے۔ ہزاروں صحابہ کرام کو بلا یا گیا تاکہ وہ اپنی پیاس بجھالیں، ان سب نے سیر ہو کر پیالہ، اپنے مشکیزے بھرے اور جاتوروں کو پلا یا لیکن وہ پیالہ اسی طرح لبالب بھرا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے اسی طرح ابلتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر پانی کے بارہ چشمے جاری فرمائے اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں میں سے پانی کی ندیاں جاری فرمادیں، پتھروں سے پانی کو نکلتے ہر ایک نے دیکھا ہے لیکن چشم فلک پیر نے یہ معجزہ آج تک نہ دیکھا تھا کہ ہڈیوں اور گوشت و پوست کے درمیان سے پانی کے دریا بہنے لگے ہوں۔

پنجہ مہر عرب ہے جس سے دریا بہ گئے

چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

انگلیاں ہیں فیض پر لٹے چھ پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

نور کے چشمے لہرائیں، دریا بہیں

انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

ماہتاب جہان تاب کی طرف انگلی مبارک اٹھائی اور چر جانے کا ارشاد فرمایا

تو اس کا کعبہ شق ہو گیا اقتربت الساعة وانشق سبحان اللہ حر انگلی کے اشارے سے پیدا ہونے والی دہمی لکیر نے چاند جیسے عظیم جسم کو دو نیم کر دیا اس انگلی کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے اور جس ہاتھ کی ایک انگلی کی عظمت بے پایاں کی تاباں مانتا ہے میں نہیں اس دستِ کریم کی قوت و سمیت اور اس کی قدرت و طاقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے! اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس دستِ اقدس کو اپنا دستِ قدرت قرار دیا ہے ارشاد فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق اید یسر، وہ صحابہ جو کہ بیعت الرضوان کے موقع پر درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے وہ صرف اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے یعنی وہ آپ سے بیعت صرف اس بنا پر کر رہے ہیں کہ آپ خلیفہ خدا اور نائب الہ ہیں مظہر ذات و صفات ہیں لہذا ان سے بیعت لینے والا ہاتھ صرف محمد بن عبداللہ کا ہاتھ نہیں بلکہ وہ قدرتِ الہی کا نمونہ ہے ایک کمزور دانا تو اس اور بے بس و مجبور ہاتھ کو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ فرمائے تو اس کی عظمت میں نقص لازم آئے گا، اس کی قدرت پر حرف آئیگا لہذا ید اللہ کہلانے کا مستحق وہی ہاتھ جو سکتا ہے جو ہر عجز و ناتوانی سے منزہ و مبرا ہو اور جب ہاتھ کی عظمت و قدرت یہ ہے تو پھر ہاتھ والے کی عظمتوں اور قدرتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے

ثنا خوان مصطفیٰ حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں :-

لہم لامنترہی لکب سہا

وہمتہ المضرعی اجل من الذہر

محبوبِ کریم کی ہمتوں اور قدرتوں میں سے بڑی بڑی ہمتوں کی تو کوئی انتہاء ہی نہیں اور نہ ہی اندازہ ہے آپ کی قدرتِ کاملہ کا ادنیٰ کرشمہ سارے جہان پر بھاری ہے اور اس کو زبرد زبرد کرنے کے لئے کافی ہے :-

سورج اٹھے پاؤں پیٹے چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی !

پتہ شریف علیہ السلام نے حضرت سید فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گہنی روٹیاں بنا کر تنور میں لگائیں تو آگ ان کی رطوبت

کو بھی خشک نہ کر سکی اور جس طرح لگائی تھیں اسی طرح رہیں (مدارج)

یہ تو اعضاء بدن ہیں اور اجزائے جسم اقدس ہیں یہ شانِ اعجازی کے مظہر کیوں نہ ہوں جب کہ ان کے جسم پاک سے الگ ہونے والے فضلات بھی شانِ اعجازی رکھتے ہیں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پینہ مبارک، لعاب مبارک، خون مبارک اور پیشاب مبارک سب ہی نمونہ کمال و کرامت ہیں اور امت کے لئے موجب برکت و رحمت ہیں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ
پینہ مبارک فرمایاں وہیں محوِ استراحت ہو گئے اور نیند کی حالت میں

پینہ کے قطرات موتیوں کی طرح جھڑ رہے ہیں، حضرت انس کی والدہ انہیں جمع کر رہی ہیں۔ جب چشم نیم خواب باز ہوئی اور آپ خواب نوشی سے بیدار ہوئے، پوچھا اسے ام انس کیا کر رہی ہو! عرض کیا حضور کا پینہ جمع کر رہی ہوں تاکہ جو خوشبو تیار کرنی ہوگی اس میں پینہ مبارک ملا کر اس کی خوشبو کو اور زیادہ تیز کیا جاسکے اور اسے زیادہ سے زیادہ معطر بنایا جاسکے۔ ایک آدمی نے بھی کی رخصتی کرنی ہے، گھر میں خوشبو نہیں ہے،

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حاجت و مدعا عرض کیا۔ آپ نے پینہ کے چند قطرات ایک شیشی میں جمع فرما کر عنایت فرما دیئے۔ اس نے گھر جا کر شیشی کو کھولا تو خوشبو سے سارا مدینہ شہر معطر ہو گیا اور اس گھر کو لوگوں نے بیت الطیبین کا لقب دیا یعنی خوشبوداروں کا گھر،

جس راستے سے گذرتے ہیں ساری فضا معطر ہو جاتی ہے اور جس نے بھی آپ کو تلاش کرنا ہوتا رہا اسے اس کی خوشبو اس کی راہنمائی کرتی جاتی اور اس نشانی سے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے۔
 گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
 رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

امام اہل سنت نے فرمایا ہے

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

جس راہ چل گئے ہیں کو چھے بسا دیئے ہیں

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں امام الاولیاء حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آج بھی مدینہ کے درو دیوار سے غبر و مشک کی وہ خوشبوئیں ہر وہ آدمی سونگھ سکتا ہے جس نے اپنے مشامِ دماغ کو کفر و نفاق اور گستاخی و بے ادبی والے زکام سے مزکوم نہیں کیا اور مسدود نہیں کیا۔

پیشاب مبارک | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ام ایمن نے رحمتِ دو عالم سے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا جبکہ آپ ایامِ علالت میں اپنی چارپائی کے قریب ہی لکڑی کے ایک پیالہ میں پیشاب فرماتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پتہ چلا تو یہ نہ فرمایا کہ پھر الیسا نہ کرنا، تو نے ایک نجس چیز کو پی لیا ہے بلکہ فرمایا کہ تجھے کبھی دردِ زہ کی تکلیف نہ ہوگی۔ ایک دوسری عورت جسے ام یوسف کہا جاتا تھا، اس نے بھی اسی طرح کیا تو رسالتِ مصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صححت یا ام یوسف "تو نے اپنے آپ کو ہر بیماری سے محفوظ کر لیا ہے" (مدارج) ایک آدمی نے پیشاب مبارک پی لیا تو اس کی اولاد سے بھی کئی پشتوں تک کستوری کی خوشبو آتی رہی۔ (اشعۃ اللمعات)

خون مبارک | سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد کروایا اور خون ایک پیالہ میں نکالا گیا جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ارشاد ہوا کہ اسے جا کر ایسی جگہ پھینک دو جہاں نہ کوئی اسے دیکھ سکے اور نہ ہی اس تک کوئی پہنچ سکے۔ وہ اس پیالہ کو لیکر ایک جگہ پہنچے، دل سے فتویٰ طلب کیا اور مفنی عشق و محبت سے مسدود چھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے خونِ مصطفیٰ

ہے اور اپنے ہاتھوں سے زمین پر پھینکوں، کیا جائز ہے؛ لیکن مفتی عشتق نے کہا اسے اپنے دل کی زمین میں دفن کر جہاں اسے نہ کوئی دیکھے اور نہ کوئی اس تک پہنچ سکے۔ پیالہ منہ سے لگا لیا اور سارا خون پی لیا پھر پیالہ خالی کر کے واپس پہنچے لگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کی عقیدت و محبت کے موجزن سمندر کو تاڑ لیا اور مژدہ بخشش سنانے کے لئے تقریب و تمہید کے طور پر لپچھا تو نے میرے خون کو کہاں گرایا اور کس جگہ چھپایا۔ عرض کیا میں نے تو اسے پی لیا ہے اور اپنے ہاتھوں کو اس سے رنگین کر لیا ہے۔ امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تمسک النار الا لاسم الجہنم تجھے دوزخ کی آگ ہرگز نہ چھو سکے گی“

مالک بن سنان ابو سعید خدری کے والد ماجد غزوة احد میں جب کہ تاجدار نبوت و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو زخم لگا اور خون مبارک بہنے لگا، اس خون مبارک کو اپنے ہونٹوں سے چوس رہے ہیں۔ جب منہ بھر گیا تو کسی نے کہا اسے زمین پر پھینک دو۔ آپ کی غیرت عشتق نے اس مشورہ کو ٹھکرا دیا چنانچہ آپ نے اسے پی لیا۔ نبی الرحمة صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جنتی کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھا ہو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات پیشاب و پاخانہ اور خون وغیرہ امت کے حق میں پاک اور حلال ہیں۔ ائمہ دین اور محدثین کرام اس امر کی تصریح فرمائی ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

غزوة خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں شدید لعاب دہن درو ہے اور تقدیر الہی میں ان کی شان حیدری کا کامل مظاہرہ اسی میدان میں ہونا ہے اور ترجمان تقدیر الہی رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ کل میں جنتا سے دول گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمائے گا وہ شخص اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت رکھتے ہیں (مشکوٰۃ) صبح کا انتظار صحابہ کرام بڑی بے چینی سے کر رہے ہیں اور ہر ایک اس

قسمت والے شخص کو دیکھنے کے بتیاب ہے جس کو یہ مژدہ سنایا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح پوچھا علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں اور اپنے پاؤں کی پشت کو بھی نہیں دیکھ سکتے اور کسی آدمی کے سہارے کے بغیر چل بھی نہیں سکتے۔ فرمایا تم انہیں میرے پاس لے آؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے لعابِ دہن ان کی آنکھوں پر لگایا تو آنکھیں فوراً درست ہو گئیں اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔ پھر انہیں غزوہ پر روانہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضور کی اس غیبی خبر کو پورا کر دکھایا اور قلعہِ خیبر سستی دنیا تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شانِ حیدری کا ائمٹ نشان بن گیا۔

شیرِ شیر زن شاہِ خیشکن

پر تو دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوقتاہ کی آنکھ کا ڈھیلا تیر لگنے سے باہر آ گیا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے اسے واپس اپنی جگہ پر رکھا اور لعابِ دہن لگا دیا۔ اس کی برکت سے اس کی بینائی دوسری آنکھ سے بھی تیز ہو گئی۔ جب اس لعابِ دہن کو آٹے اور ہانڈی میں ڈالا تو دو تین آدمیوں کے کھانے کو سینکڑوں نے کھایا اور پھر بھی وہ ختم نہ ہو سکا۔ کھاری کنوئیں اس لعابِ اقدس سے شیریں چشموں میں تبدیل ہو گئے۔

جس کے پانی سے شاداب جانِ جنان

اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

جس سے کھاری کنوئیں شیرہ جاں بنے

اس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

الغرض اللہ تعالیٰ نے غیر محدود معجزات و کمالات سے نوازا، لا تعداد اور

بے حساب خوارقِ عادات سے سرفراز فرمایا جس نے بھی کائناتِ ارضی و سماوی میں تصرف اختیار دیکھنا چاہا اسے منہ مانگا معجزہ دکھلایا۔ البتہ طبعیہ اخلاصِ نیت اور صدقِ دل سے طالبِ یقین

بن کر آیا اور خود ذات کو مجسم معجزہ بنایا اور آپ سے ایک لمحہ کیلئے مس ہو جانے والی اشیاء کو خیر و برکت کا سرچشمہ بنایا اور فضلات و منفصلات کو آیہ کمال اور دلیل نصیبت و کرامت بنایا اس لئے یہ نہ فرمایا کہ اسے حبیب ہم نے آپ کو معجزات عطا کئے بلکہ فرمایا کہ انا اعطینک الکوثر۔

نوٹ: تفصیلی طور پر ان معجزات کا بیان علی الخصوص ذات پاک سے متعلق معجزات اگر تفصیل سے لکھے جائیں تو ایک دفتر درکار ہے لہذا بطور اختصار صرف چند یہاں ذکر کر دئے ہیں، کتب میرت ان کمالات سے بھری پڑی ہیں۔
اب چند فوائد ملاحظہ فرمائیے:-

فائدہ اولیٰ:-

حواس اور وسائل اور اک پانچ ظاہرہ ہیں اور پانچ باطنہ۔ ظاہرہ یعنی دیکھنے کی قوت، سننے والی قوت، سونگھنے کی قوت، چکھنے کی قوت اور چھونے والی حس کا قدر سے بیان کر دیا گیا اور ان کا امتیازی شان آپ نے ملاحظہ فرمایا، اور حواس باطنہ یعنی حس مشترک، خیال، قوت دہمیہ حافظہ اور قوت متصرفہ ہوں یا قوی محرکہ جن کی بدولت حرکت اور سیر و سفر کیا جاتا ہے وہ بھی اسی طرح امتیازی شان والے ہیں اور کوئی مخلوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان میں شریک نہیں اور اسی طرح ہر نبی اپنی امت سے حواس ظاہرہ و باطنہ اور قوی محرکہ میں ممتاز ہوتا ہے اور یہ تمام تر قوتیں انبیاء کرام کی حقیقت اور روحانی قوت کا عکس ہوتی ہیں۔ جب ان میں اختلاف ہوا تو معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کی حقیقت اور امتیاز کی حقیقت مختلف ہے جیسا کہ امام رازی نے بحوالہ علمی زیر آیت ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحاً وال ابراہیم وال عمران علی العالمین ذکر فرمایا ہے:-

فلا بد ان تكون النفس النبوية القدسية مخالفة
بما هيتهما لسائر النفوس۔

جب لوازمات حقیقت اور آثار میں انبیاء اور اہم باعتبار ماہیت کے مختلف ہیں تو

لامحالہ نفوسِ قدسیہ نبویہ بھی دوسرے نفوس سے باعتبار حقیقت کے مختلف ہوں گے اور جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس ظاہرہ و باطنہ میں اور قوی محرکہ میں دوسرے انبیاء سے بھی مختلف ہیں تو معلوم ہوا کہ آنحضرت کا نفسِ قدسی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے نفوسِ قدسیہ سے بحسب الحقیقت مختلف ہے، امام اہلسنت نے فرمایا ہے

انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا

اس علاقہ سے ہے ان پر نام سچا نور کا

فائدہ ثانیہ :-

خون پسینہ، لعابِ دہن، پیشاب وغیرہ لوازماتِ بشریت سے ہیں اور ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان امور میں برابر نہیں ہیں اور جب لوازماتِ بشریہ میں اختلاف و تباہین ثابت ہو گیا اور یہ واضح ہے کہ اختلافِ لوازم اختلافِ لزومات کو مستلزم ہوتا ہے لہذا بشریتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بشرِ خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء کی بشریت سے باعتبار حقیقت و ماہیت کے مختلف ہے اور بشر ہونے میں اشتراک محض لفظ و اسم کے لحاظ سے ہے نہ کہ حقیقت کے لحاظ سے۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا اور صحابہ کرام نے بھی شوقِ اتباع میں صوم وصال رکھا لیکن صحابہ کرام ضعیف و ناتواں ہو گئے اور اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں وقت محسوس کرنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے اور یہ کمزوری و ناتوانی کیوں ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: **سأیناک نواصل فواصلنا قال انکر مسی ابیت عند سابی فیطعمنی ویسقینی تم میں سے کون میری مثل ہے** میں تو رات کو اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتا ہوں وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے لہذا مجھے دیکھ کر تمہارا صوم وصال رکھنا درست نہیں۔ تم میں وہ تاب و توان کہاں کہ اس بوجھ کو برداشت کر سکو۔

جن سے یہ خطاب ہے ان میں کسر بھی ہیں، داماد بھی ہیں، چچے بھی ہیں اور چچا زاد بھی حسب و نسب میں شریک تریش بھی ہیں لیکن کوئی بھی ان کی مثل نہیں ہو سکتا لیکن

جن کا دیوبند سے تعلق ہو جائے وہ سارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہیں اگرچہ جتنے بھی گئے گزرے ہوں، اور سارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے بھائی، نوذباتہ من ذلک۔

مولانا روم نے فرمایا شہد کی مکھی اور دوسری مکھی ایک جیسا کھاتی ہیں اور پتی ہیں اور ایک جیسی جگہوں پر بیٹھتی ہیں لیکن بایں سہرا ایک سے بلیدی اور بیماری پیدا ہوتی ہے اور دوسری سے وہ شہد پیدا ہوتا ہے جو لوگوں کے لئے باعثِ صحت و عافیت اور موجب شفا ہوتا ہے۔ جس طرح وہاں نام ایک ہے، کھانا پینا ایک جیسا ہے لیکن لوازمات اور آثارِ طبیعت مختلف ہیں اسی طرح یہاں بھی، وہاں بھی حقیقت مختلف ہے اور یہاں بھی سے

ایں خورد گرد پلیدی زیں جدا

آں خورد گرد جسمہ نور خدا

الغرض بشریتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بشریتِ انبیاء میں صرف نام کی شرکت ہے اور محفلِ شراکِ لفظی ہے حقیقت بالکل جدا ہے بلکہ بشریتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام کے ارواح اور نوری ملائکہ سے بھی زیادہ لطیف و پاکیزہ ہے اسی لئے وہ بشریتِ سرحدِ خوب تک وال ہوئی اور زمان و مکان کی حدود سے نکل کر لامکان میں جلوہ فرما ہوئی اور حریمِ حرمِ خداوندی میں جلوہ فرما ہوئی سے

سیمرغ روح پیکس از انبیاء نتافت

آنجا کہ تو بہ بالِ کرامت پریدہ

بریک بقدرِ خویش بجائے رسیدہ است

آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ

تنبیہ

دوبی اسماعیل دہلوی نے اپنی لغویت الایمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

بھائی کہا ہے اور مولوی غلیل احمد نمیشی اس کی تاویل و توجیہ میں فرماتے ہیں کہ کسی لے (مولوی اسماعیل نے) بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلافت نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے مطابق ہے۔

اس بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد نہ مانتا ہو اور آپ کو حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کی اولاد نہ جانتا ہو، اسی لئے تو ہر سال میلاد مناتے ہیں ورنہ میلاد منانے کی کیا ضرورت تھی البتہ اہل سنت انہیں نور بھی ملتے ہیں اور دونوں منصب آپ کے تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی بشریت کو بھی بے مثل و مثال مانتے اور جانتے ہیں اور وہ دلائل سے واضح ہے لیکن بھائی کہنے پر انہیں اعتراض یہ ہے کہ اس میں منصب نبوت اور علی الخصوص ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی ہے لہذا یہ لفظ استعمال کرنا سخت گناہ ہے بلکہ بوجہ بے ادبی ہونے کے کلمہ کفر یہ ہے لہذا یہ لفظ استعمال کرنا ہرگز ہرگز درست نہیں اسی لئے کوئی شخص اپنے باپ کو اپنے استاد کو اور اپنے بیرومرشد کو اپنا بھائی نہیں کہتا اور اگر کوئی کہے تو اسے سخت بے ادب اور گستاخ سمجھا جائے گا لہذا جن کے قدموں کی خاک پر ہمارے سارے آباؤ اجداد قربان ہوں ان کی شان میں یہ لفظ استعمال کرنا سخت برا ہے، اگر بشریت میں نام کی شرکت بھی ہے تو رسالت و محبوبیت کی موجودگی میں کب برابری کا دعویٰ ہو سکتا ہے؟

اگر خواہ مخواہ وہ ضد ہی کریں تو ان سے عرض کرتے ہیں کہ آپ حضرات اور کتا گدھا اور خنزیر وغیرہ تمام جنس حیوان میں شریک ہیں فرق میرٹ ناطق اور غیر ناطق ہونے میں ہے باقی تمام امور جو ہر جسم نامی حساس متحرک بالارادہ جو بھی معنی حیوان میں معتبر ہیں ان تمام میں برابری ہے لہذا آپ گدھے کی مثل اور کتے جیسے اور خنزیر کی مانند ہیں کیونکہ فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں زبان دیدی عقل دے دی، ناطق بنایا، لہذا تم ذرا بڑے ہو گئے اور وہ چھوٹے ہو گئے تو گویا وہ چھوٹے بھائی ہوئے اور تم بڑے بھائی، انہیں تمہارا تابعدار بنا دیا، تم کوئی خدا تو نہیں ایک مخلوق ہی ہو۔ نیز فرماتے ہیں کہ حضور نے مسلمانوں کو

خود اپنا بھائی فرمایا ہے۔ آپ اگر ازراہ عنایت اور کسر نفسی فرمادیں تو ہمارے لئے بیکار
 وجہ جواز پیدا ہو گئی۔ استاد ثنا گرد کو، پیر و مرشد مرید کو بھائی کہہ دے تو کیا شاگرد
 اور مرید کو بھی یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ انہیں بھائی کہتا پھرے۔
 از خدا خواہیم توفیق ادب
 بے ادب محروم ماند از لطف رب

الثالث عشر

الکوثر (انہ نور فی قلبک دلک علی وقطعت عکسواہی)

کوثر سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ قلب ہے جس نے آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف متوجہ اور واصل کیا اور جمیع ماسوی اللہ سے منقطع اور بے رغبت کیا اس بنا پر آیہ کریمہ کا معنی یہ ہو گا کہ ہم نے آپ کو ایک عظیم نور عطا فرمایا جس نے ہماری ذات تک پہنچنے والے راستے تم پر واضح کر کے ہر ماسوی سے تمہیں الگ تھلگ کر دیا۔

قال جعفر الصادق رضی اللہ عنہ الکوثر هو نور قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم روح المعانی "کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ قلب کا نام ہے"

اس نورِ قلب کی عظمت کو اللہ رب العزت نے سورہ نور کی اس آیہ کریمہ میں واضح طور پر بیان فرمایا: اللہ نور السموات والارض مثل نورہ مکشکوة فیہا مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجة کانہا کوكب درہی یوقد من شجرة مباركة زیتونہ لا شرقیة ولا غربیة یکاد زیتہا یضیی ولولم تمسسہ نار نور علی نور یهدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم "اللہ تعالیٰ روشنی عطا فرمائے گا جو تمام آسمانوں اور زمینوں کو اس کے نور کی مثال جس سے کائنات کو منور فرمایا، یوں ہے جیسے کہ ایک طاق میں ایک بتی اور دیار روشن کر کے رکھا ہوا ہو اور بتی ایک ایسے شیشے میں رکھی گئی ہو جو اپنی صفائی اور نظافت کی وجہ سے چمکتے ستارے کی مانند ہو، اس میں جلنے کے لئے ڈالا جائیو الا تیل زیتون کے مبارک درخت سے لیا گیا ہو جو کہ نہ مشرقِ بعید سے ہے اور نہ ہی انتہائی مغرب سے بلکہ مشرقِ اوسط میں پیدا ہوا ہے (جو تمام دنیا کے زیتون میں بمثال ہے)

مع تفسیر علی، قرطبی، ہاروی۔

وہ اپنی لطافت اور صلاحیت میں اس انتہاء کو پہنچا ہوا ہے کہ آگ لگائے بغیر جل اٹھے، نور ہی نور ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنے نورِ خاص کی طرف ہنمائی فرماتا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ معانی اور معقولات کو واضح کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے محسوسات کے ساتھ تشبیہ دے کر ان کی وضاحت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شئی کو جاننے والا ہے لہذا مثال اور ممثل لہ کی مماثلت مناسبیت نامہ کو بھی اچھی طرح جاننے والا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا :-

اخبرنی عن قولہ تعالیٰ مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح
قال کعب ہذا مثل ضربہ اللہ لنبیہ۔

”مجھے یہ بتلاؤ کہ اس آیت کریمہ میں کس نور کی مثال بیان کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو مثال کا ہونا ناممکن ہے لیس کمثلہ شیئ لہذا یہ مثال اللہ تعالیٰ کے نورِ ذات کی تو نہیں ہو سکتی۔ کعب احبار نے کہا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک کی مثال بیان فرمائی ہے لہذا مشکوۃ سینۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور زجاجہ قلب رسول کا نام ہے اور مصباح اس نورِ نبوت کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت کے دل پر نور میں لیت کیا گیا ہے اور شجرہ مبارکہ سے مراد شجرہ نبوت ہے اور وہ نورِ نبوت و فیضِ رسالت اس قدر واضح ہے کہ بغیر اعلان و اظہار کے ہر آدمی اسے محسوس کر سکتا ہے اور چہرہ تاباں ہی سے صدقِ دعوائے اور حقانیتِ رسالت کا یقین کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے: المشکوۃ جوف محمد و الزجاجۃ قلبہ و المصباح النور الذی جعلہ اللہ فیہ۔ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں المشکوۃ ابراہیم و الزجاجۃ اسمعیل علیہم السلام و المصباح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمی اللہ

محمد امصباحا کما سماہ سراجا منیرا (خانن) "مشکوٰۃ" سے
 مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں اور زجاجہ سے مراد اسماعیل علیہ السلام اور مصباح محمد
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو مصباح فرمایا جیسا کہ دوسرے
 مقام پر سراج منیر سے تعبیر فرمایا " اسی طرح کبیر اور جمل وغیرہ میں بھی مثل
 نورہ کو مثالِ نورِ نبوتِ مصطفیٰ کہا گیا ہے۔

ان اقوال سے ظاہر ہو گیا کہ یہ مثالِ نورِ نبوت اور ضیاءِ رسالتِ مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور آیتِ کریمہ نے اس نور و ضیاء کی لطافت اور نفاذت
 کو اس عمدگی سے واضح فرمایا ہے جس سے زیادہ تو فیض ممکن ہی نہیں۔ اس نورِ
 پاک کو اس مصباح سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایک انتہائی صاف اور شفاف
 شیشے میں رکھی گئی ہو اور اسے انتہائی صاف ستھرے تیل سے روشن کیا
 لیا ہو اور پھر اسے ایک طاق میں رکھا گیا ہو، وسیع اور کشادہ مکان میں بھی
 نہ ہو۔ غور تو کیجئے بتی کی روشنی کا نقص یا تیل کے نقص کی وجہ سے ہوتا ہے یا
 پھر شیشے کے میلا کچھلا ہونے کی وجہ سے اور یا اس کی استعداد سے زیادہ
 جلیے مکان میں رکھنے کی وجہ سے لیکن یہاں کوئی نقص بھی موجود نہیں ہے،
 شیشہ کی صفائی اور چمک پر "کوکتبِ درمی" گواہ ہے اور تیل کی لطافت پر
 "کادنا یترہا یضیی ولو لم تمسسہ نام" شاید ہے اور جس مکان
 اس سے رکھا گیا ہے اس کے محدود و مختصر ہونے پر "کمشکوٰۃ" دلیل
 ملتی ہے۔

قاضی بیضاوی انی جاعل فی الارض خلیفتہ کے تحت فرماتے ہیں:-
 الا شرعی ان الانبیاء لما فاقت قوتہم واشتعلت
 قریحہم بحیث یکاد نریترہا یضیی ولو لم تمسسہ
 ناراً رسل الیہم الملائکتہ ومن کان منہم علی مرتبۃ
 کلمہ بلا واسطتہ کما کلم موسیٰ علیہ السلام

فی المیقات و محمد اصلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج

”کیا اسے مخاطب تو نے ملاحظہ نہیں کیا کہ جب انبیاء کرام کی قوت اپنی بلندی پر پہنچ جاتی ہے اور ان کی طبیعت محاسن اخلاق اور محامد اعمال سے روشن اور نورانی ہو جاتی ہے اور استعداد نبوت و رسالت تام ہو کر اس حد تک پہنچتی ہے کہ اگر ان کی طرف وحی نہ بھی کی جائے تو وہ پھر بھی نور نبوت و رسالت سے چمک اٹھیں، اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی طرف ملائکہ وحی و ارشاد کو مبعوث فرماتا ہے اور جو ان میں سے اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں ان سے براہ راست خطاب فرماتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور پر کلام فرمائی اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرش سے ماوراء ہم کلام ہوا“

اسی نور قلب کی وجہ سے اللہ رب العزت نے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں سراج منیر فرمایا اور کہیں قد جاد کرم من اللہ نور سے تعبیر فرمایا اور یہی وہ مصباح نوری ہے جس سے آسمانوں اور زمینوں میں نور اسلام اور نور ہدایت پھیلا ہوا ہے اور یہی وہ نور عظیم ہے جس کی شدت و کثرت کے آگے آسمانوں اور زمینوں کی وسعتیں سمٹ کر ایک طاق کی مانند رہ گئی ہیں اور نور محبوب کی کرنیں اور شعاعیں پوری کائنات میں یوں پھیلی ہوئی ہیں جیسے کہ چراغ کی روشنی ایک مختصر طاق میں۔

سوال: آیت کریمہ میں تمثیل اس نور کی بیان کرنا مقصود ہے جس کی وجہ سے سب آسمان اور زمین مستنیر ہیں اور نور نبوت تو قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے اور وہ مشکوٰۃ سینہ میں ودیعت ہے۔ کہاں زمین و آسمان کی وسعتیں اور کہاں سینہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لہذا مثال اور محثل نہ ہیں مناسبت بالکل ظاہر نہیں ہوتی؟

جواب: سینہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر ایک انتہائی محدود اور مختصر جسم معلوم ہوتا ہے اور آسمان و زمین کی وسعت اس سے زیادہ معلوم ہوتی ہے

لیکن جب ویدہ بصیرت واہو جائے اور اس سینہ اقدس کی مغنوی وسعت و فراخی کا علم ہو جائے تو پوری کائنات اس میں ایک ذرہ کی طرح معلوم ہوگی صاحب روح المعانی اور روح البیان وغیرہ المشرح لك صدرک کے تحت فرماتے ہیں :-

الم تفسح صدرک حتی حوی عالمی الخیب و
الشهادة -

”ہم نے آپ کے سینہ اقدس کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ عالم غیب اور عالم شہادت کو محیط ہو گیا ہے۔“

لہذا ساری کائنات علوی و سفلی فلک الافلاک ہو یا عرش عظیم، لوح و قلم ہو یا دنیا و آخرت سینہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو محیط ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں و ما امر سلتک الامر حمدت للعالمین اور رحمت باری ہر شے کو محیط ہے رحمتی وسعت کل شیء لہذا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہر شے کو محیط ہیں لہذا آسمانوں اور زمینوں کی وسعتیں سمٹ کر ایک طاق کی مانند ہیں اور مصباح نور نبی سے سب کی روشنی ہے۔

یک چراغ است دریں عالم کہ ز پر تو آں
ہر کجا مے نگری اینجمنے ساختہ اند

سید احمد عابدین فرماتے ہیں :-

قال العارف ابو یزید وحققہ بعدہ العارف محی الدین
لو ان العرش وما حواہ ^{ما} الف الف مرة وضع فی زاویة
من زوايا قلب العارف ما احس به و کیف یحس
بالحادث من وسع القدیوم کما فی الحدیث القدسی ولكن
وسعنی قلب عبدی المؤمن افلا یكون رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم كذلك وهو مرکز دائرة النورانية و
مظهر التجلیات الرحمانية وعین الحقیقة الانسانية

ومنہ تستمد العوالم الانسیة والروحانية۔

معارف البریزید نے فرمایا اور عارف محی الدین نے اسے حق قرار دیا کہ اگر عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے یعنی پوری کائنات کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے کسی ایک گوشہ میں رکھ دیا جائے تو اسے اس کا ذرہ بھر وزن محسوس نہیں ہوگا اور نہ ہی اس میں کوئی تنگی محسوس ہوگی۔ اور حادث کی وجہ سے اس قلب میں کسی تنگی محسوس ہو سکتی ہے جس میں قدیم ذات واجب الوجود اللہ رب العزت کے سامنے کی گنجائش ہو جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ میری گنجائش نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں لیکن میں اپنے مومن بندہ کے دل میں سما سکتا ہوں۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پاسکے

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

سید احمد عابدین نے فرمایا کہ جب ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی و نیاز مندی سے اس درجہ کو پاسکتا ہے اور اس کے دل میں اتنی وسعت پیدا ہو جاتی ہے تو خود رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ منصب کیونکر حاصل نہ ہوگا حالانکہ آپ دائرہ نورانیت کے مرکز ہیں اور تجلیات الہیہ کے مظہر ہیں اور حقیقت انسانیہ کے نور چشم ہیں اور آپ ہی سے تمام جہان انسانی و روحانی کسب فیوض کر رہے ہیں۔

نکتہ جب سینہ اقدس اتنا وسیع و فراخ ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود اسکی توسیع و فراخی کو اپنے ذمہ کرم پر لیکر سرانجام دیا ہے اللہ شرح لك صدرک، تو پھر اسے طاق سے جو کہ بالکل منتصری جگہ ہوتی ہے تعبیر فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا ہے کہ سینہ اقدس اتنا فراخ ہے مگر نور قلب کے لحاظ سے بنزد مشکوٰۃ ہے لہذا صدر اقدس جن اشیاء کو محیط ہے ان سب تک یہ نور ایسے ہی پہنچ رہا ہے جیسا کہ طاق کے ہر گوشہ میں بتی کا نور پہنچتا ہے اور جس طرح تنگ مکان میں روشنی زیادہ ہوتی ہے اسی طرح وہ نور پاک بھی اپنے

کمال کو پہنچا ہوا ہے اور اس نور نے عالمِ غیب و شہادت کو منور کر رکھا ہے۔ عرشِ عظیم سے تحتِ اشرافیٰ تک ساری کائنات اس نورِ وحدت اور تجلی ذات سے مستنیر ہے اور سارے انبیاء و اولیاء نے انہیں کے نور سے بھیک وصول کی ہے۔ یہ چاند و سورج اور نجوم و کواکب انہی کی تجلیاتِ رخِ انور کا عکس پیش کر رہے ہیں۔ نور کی اس عظمت و جلالت اور کثرت و شدت پر تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا انا اعطینک الکوش اور یہ نہ فرمایا انا اعطینک النور امامِ اہل سنت نے فرمایا ہے

لامکان تک اجالا ہے جس کا وہ ہے

ہر مکان کا احب الہم سارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا

بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

نکتہ شیشہ کے اندر بتی جل رہی ہو تو اس کا سایہ نظر نہیں آتا اسی طرح جسمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ زجاجہ درصاف و شفاف شیشہ کے ہے اور اس کے اندر مصباحِ نورِ نبوت و رسالت اور عکسِ جلوہ ذات موجود ہے اسی لئے جسمِ پاک کا سایہ بھی نظر نہ آیا کرتا تھا لہذا صلی اللہ علیہ وسلم لاش لافى الشمس ولا فى القمر لانه كان نورا وخصائص کبریٰ رسول خدا علیہ التحیۃ و التثناء کا سایہ نہ موجود کی دھوپ میں دیکھا گیا اور نہ ہی چاند کی چاندنی میں کیونکہ آپ نور تھے۔

تفسیر مدارک سورہ نور میں امام نسفی نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: ان اللہ ما وقع ظلت علی الارض "اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا۔"

شیخ عبدالمحق صاحب نے مدارج میں فرمایا ہے:

عجب سے کہ جس نے آپ کو سراج نہ کر دیا حالانکہ سایہ دروے

ہم نبود۔

لا تعجب ہے کہ ان بزرگوں نے سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی میں سایہ مصطفوی نہ ہونے کا تو ذکر کیا لیکن چراغ کی روشنی میں سایہ کی عدم موجودگی کو ذکر نہ فرمایا حالانکہ اس کی روشنی میں سایہ نظر نہیں آتا تھا، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا ہے

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

نکتہ | وہ نور پاک جو آپ کے قلب اقدس میں فیضان کیا گیا ہے اس کی صفت ادل یہ ہے نور فی قلبك دلت علیٰ اس نور قلب نے تمہاری ذات کو میری ذات تک واصل کیا اور رہنمائی فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نور میں معرفت ذات و صفات پہلے موجود تھی اور اس نور کی اللہ رب العزت تک رسائی اور اس کی ذات سے شناسائی تھی تمہی تو اس نے جسم پاک کو بھی واصل الی اللہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول ما خلق اللہ نوری سب سے پہلی شے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشياء کلھا نور نبیک من نوره ”تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے فیض ذات سے پیدا فرمایا۔“
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے صحابہ کرام نے عرض کیا متی وجبت لك النبوة يا رسول الله قال وادم بين الروح والجسد (مشکوٰۃ) ”آپ کب سے نبی بنے ہیں! آپ نے فرمایا اس وقت سے جبکہ آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق جسم سے مکمل نہیں ہوا تھا اور نہ ان کی تخلیق مکمل ہوئی تھی۔“

حضرت عرواض بن ساریہ کی روایت میں ہے اف عند اللہ ۱۰ کتوب
خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ (مشکوٰۃ) میں اپنے
رہب کے ہاں منصب ختم نبوت کے لئے متعین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام کا جسم بھی
ابھی مکمل نہیں ہوا تھا ۱۰
شیخ محقق نے فرمایا :-

بعض از عرفاء گفته اند کہ روح شریف و سے صلی اللہ علیہ وسلم نبی بود در عالم
ارواح کہ تربیت ارواح میگرد چنانکہ دریں عالم بحسد شریف مری
اجساد بود و بہ تحقیق ثابت شدہ است تخلیق ارواح قبل از اجساد۔
بعض عرفاء نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روح پاک عالم ارواح میں منصب
نبوت و رسالت پر فائز ہوا اور اس کے لئے مرتبہ ختم نبوت کو مقدر کر دیا گیا تھا اور حضور
نبی اس نشاۃ نورانی و روحانی میں ارواح انبیاء کی تربیت فرماتے تھے جیسا کہ وجود
جسدانی کے ذریعہ عالم اجساد کی تربیت فرمائی اور ارواح کی تخلیق قبل از اجساد
یقیناً ثابت ہے ۱۰ لہذا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حقیقی خارجی سب انبیاء
رسل سے پہلے ثابت و متحقق ہے اور ہر نبی کا روح ان سے فیض یافتہ اور تربیت
پانے والا ہے۔

شفا شریف میں ہے :-

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم کان نوراً بین یدی اللہ قبل ان یخلق
ادم بالفی عام یسبغ ذلک النور و تسبغ الملا سکتا
بتسبیحہ فلما خلق اللہ ادم الفی ذلک النور فی
صلبہ الحدیث۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کا روح پاک نشاۃ نورانیہ و نورانیہ میں آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال

قبل اپنے رب کے ہاں موجود تھا۔ وہ نورِ پاکِ تسبیح کہتا اور سب ملائکہ آپ کی تسبیح کی اتباع و اقتداء کرتے اور تسبیح کہتے پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نورِ پاک کو ان کی پشت میں ودیعت فرمایا اور وہ نورِ پاک پشتِ پشتِ پاک پشتوں سے پاک رجموں کی طرف منتقل ہوتا آیا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے وہ نورِ اقدس صورتِ انسانی اور لباسِ بشری میں نمودار ہوا کیونکہ وہ نورِ پاک اگر اس پردہ میں مستور ہو کر اور حجابِ بشری میں محجوب ہو کر نمودار نہ ہوتا تو کوئی انسان انہیں دیکھنے کی مجال بھی نہ رکھتا اور نہ ہی ان سے ہدایت حاصل کر سکتا۔

شیخ محقق نے فرمایا :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اذفرق تا قدم نور بود کہ دیدہ جرات در جمال با کمال و سے خیرہ می شد مثل ماہ و آفتاب تاباں و روشن بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بود سے سچکس را مجال نظر و ادراک حسن و سے ممکن نبود سے ہمیشہ جو ہر و سے نوری بود کہ انتقال کرد در اصلا بآباد و ارحام امہات از زمین آدم تا انتقال بصلب عبداللہ و رحم آمنہ سلام اللہ علیہم اجمعین۔

اس حدیثِ پاک اور شیخ صاحب کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نورِ اقدس حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ودیعت کرنے سے پہلے ہزاروں سال اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف رہا اور فرشتے اس کی اقتداء میں تسبیح پڑھا کرتے تھے گویا ملائکہ کے لئے مربی اور فیضانِ معرفت کا منبع و مصدر بھی یہ نورِ اقدس ہے، اور وراچ انبیاء بھی درسِ معرفت انہی سے حاصل کرتے رہے اور ملائکہ بھی آدابِ تسبیح و تقدیس ان سے سیکھتے رہے لہذا یہ نورِ پاک اور روحِ پاک واصل الی اللہ اور عارف باللہ اس وقت سے ہے جبکہ کسی اور کا بھی وجود ہی نہیں تھا بلکہ باقی سب ان کے طفیل عالم وجود میں آئے لہذا وہ نورِ پاک جب اس جسمِ اقدس میں جلوہ گر ہوا اور اس

سہل تو دل بٹھرتی ہیں نمودار ہوا تو اسے بھی ذاتِ باری تعالیٰ تک واصل کر دیا اور
جسم بھی اس نور کی بدولت ان بلند یوں پر فائز ہوا جہاں کسی اور نبی کی روح کو
بھی وصول نصیب نہ ہوا۔

سیمرغ روح، سحکپس ازا نبیاء تافت
آنجا کہ تو ببالِ کرامت پریدہ
ہر یک بقدرِ خویش بجائے سیدہ
آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ

جبرائیل علیہ السلام جیسا نوری فرشتہ حامل وحی اور محرم اسرارِ خداوندی سدرہ
پر رک جاتا ہے اور سفر میں ساتھ دینے سے معذرت کرتے ہوئے کہتا ہے
لو دنوت انملت لاحترقنہ ^{بجگہ میں} اگر گلی کے ایک پورا اور چوڑے کے برابر
اوپر اڑتا ہوں تو جل کر راکھ ہو جاؤں گا۔

اگر یک سر موٹے برتر پریم !
فردینا تجھے بسوزد پریم

موسے علیہ السلام جیسا اولوالعزم رسول صفائی تجلی کو برداشت نہیں
کر سکتا اور کوہِ طور ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور موسے علیہ السلام ہوش آنے کے
بعد توبہ کرتے ہیں کہ میں پھر ایسا سوال تمہیں کروں گا لیکن قربان جاسیے ذاتِ
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے بھی ماوراء عین ذات کا دیدار کر رہے ہیں
لیکن طبیعت پر کسی قسم کا خوف و خشیت اور ہیبت طاری نہیں ہوتی بلکہ ما
ذاغ البصر و ما طغی کی شان سے آرام و سکون کے ساتھ محبوبِ حقیقی کے
دیدارِ ذات سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

موسے زہوش رفت بیک پر تو صفات

تو عین ذات سے نگر می و در تسمی

جب جبریل و فرشتہ جانتے ہیں، کوئی اور رفیق سفر نہیں ہے اور

نہ کوئی رہبر و راہنما ہے، نہ سنگِ منزل ہے اور نہ مراحل ہیں۔ اس وقت اس جسمِ پاک کو دفنِ فتنہ کی بلند یوں اور فکانِ قابِ قوسین اور ادنیٰ والے قرب تک پہنچانے والا یہی نورِ پاک ہے اور فاوحی الیٰ عبدہ ما اوحیٰ کی خلوتِ گاہِ راز تک پہنچانے والا بھی یہی نورِ پاک ہے۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن

اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

دوسری صفت اس نورِ پاک کی یہ ذکر کی ہے قطعاً عموماً سوای ”اس نورِ قلب نے آپ کو میرے علاوہ ہر شئی سے منقطع اور بے رغبت کر دیا ہے“ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی زینت و آرائش و آرائش سے ہمیشہ اجتناب فرمایا اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دروازہ پر پردہ لٹکایا ہوا تھا جب اسے دیکھا تو اظہارِ ناپسندیدگی کے لئے گھر میں داخل ہی نہ ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر دیوار پر پردہ لٹکا ہوا دیکھا تو فوراً اتر وادیا۔ جب مالِ غنیمت بکثرت آنے لگ گیا اور غازیانِ اسلام مالِ غنیمت کی بدولت بڑی آسودہ حالی میں ہو گئے۔ اس وقت بھی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں درخواست کرتی ہیں کہ حضور کے غلام اور سپاہی تو اتنے آسودہ حال ہو گئے اور ان کے گھر والے بھی بڑے آرام و

راحت میں ہیں ہمارے بھی دنیوی ساز و سامان اور ضروریاتِ زندگی کا مناسب انتظام فرمایا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مطالبہ سے سخت ناراض ہوئے کہ تم نبی کی بیویاں ہو کر دنیوی ساز و سامان کی فکر میں ہو اور فانی زندگی کے لئے سامانِ آرائش کی فکر میں ہو۔ تم سے ایک مہینہ تک کلام نہیں کروں گا چنانچہ آپ نے ایک مہینہ تک علیحدگی اختیار فرمائی اور پھر ان کی تک جسارت کو شرفِ عفو بخشا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

چٹائی کو اپنا بچھونا بنایا ہوا ہے اور اس کے پتوں سے جسمِ اقدس پر نشان پڑ گئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کیا کہ دنیا کے بادشاہ،

مہینوں تک انہیں علیٰ حق و امانت المؤمنین رضی اللہ عنہم ۱۱

فرمانروایانِ روم و فارس تو رشیم اور کخواب استعمال کریں اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں گزر کریں۔

آپ نے فرمایا اِنِّیْ هَذَا اَنْتَ یَا اِبْنَ الْمَخْطَابِ اَوْلَیُّكَ قَوْمٌ عَجَلَتْ لَهُمْ طِیْبَاتُهُمْ فِی الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا۔ اسے ابنِ خطاب تو ابھی اس حال میں ہے کہ دنیا کی راحت و سکون جو ان بادشاہوں کو ملا ہے اسے نگاہِ رشک سے دیکھتا ہے اور اپنے آقا و مولیٰ کے لئے بھی اس کا خواہشمند ہے، وہ تو ایسی قوم ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے ان کے حصے کی ساری نعمتیں انہیں حیوۃ دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں۔

سرورِ کائناتِ فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَرْضُ عَلٰی رَبِّیْ لِيَجْعَلَ لِيْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ

لَا یَا رَبِّ وَاٰلِکِنْ اَشْبِعُ یَوْمًا وَاَجُوعُ یَوْمًا۔

”اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ پیشکش کی اور اس عنایت کا اظہار فرمایا کہ میں تمہارے لئے بطحاءِ مکہ کو سونا بنا دیتا ہوں میں نے عرض کی اسے ربِّ کریم میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں“ جب میرے ہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور جب بھوکا ہوں گا تو تیری طرف تضرع و زاری کروں گا، ارشاد فرمایا اَوْ تَبِیتَ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ ”مجھے تمام خزانہ ہاں ارضی کی چابیاں عطا کر دی گئیں“ (مشکوٰۃ) مسند امام احمد میں ہے اعطیت مقالید الدنیا مجھے ساری کائنات کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں“

خزائنِ ارض قبضہ میں ہیں اور تمام دنیا کے اختیارات تفویض کر دئے گئے ہیں، فرشِ تاعوش ہر شے زیرِ نگیں ہے، جن و ملائکہ تابعِ فرمان ہیں بحر و بر میں مکر رواں ہے لیکن دنیا سے بے رغبتی اور زہد کا عالم یہ ہے کہ

کہانا تو دیکھو جو کی روٹی اُن چھپتا انا روٹی موٹی !

وہ بھی شکم بھر دے نہ کھانا، فیصلۃ اللہ علیہ وسلم

قبضہ میں جس کے ساری خدائی اس کا بچھونا ایک چٹائی
 نظروں میں کتنی پیچ ہے دنیا صلے اللہ علیہ وسلم
 شبِ معراج جب قدم عرشِ عظیم پر ہیں اور یہ ساری مخلوق نعلینِ شریفین کے
 سایہ میں بس رہی ہے اور محوِ استراحت ہے اللہ رب العزت اپنے حبیبِ کیم علیہ
 السلام کو فرماتا ہے انا وانت وما سواک خلقت لاجلک "میرا مقصود تمہاری
 ذات ہے اور باقی سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا ہے" آپ نے عرض کیا انا
 وانا وما سواک ترکت لاجلک "میرا مقصود تمہاری ذات ہے باقی سب
 کچھ تیرے نام پر قربان کرتا ہوں" (معارج) سے

محب کو وہ بخشے تھے دو عالم کی نعمتیں

میرے غرورِ عشق نے انکار کر دیا

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب خالق کائنات، مالک موجودات اور صاحبِ خزاہن
 سموات وارض، حسنِ مطلق اور تقدسِ مطلق، نورِ محض، کاشانہٴ دل میں جلوہ گر ہو اور
 صحنِ قلب کو اپنا منعمہ شہود و ظہور بنا لے ہوئے ہو، طاقِ صدر اس کی جلوہ گری
 ناز ہو تو دنیا سے فانی کی تمنا و آرزو اور اس کی محبت و الفت کی گنجائش کہاں
 ہو سکتی ہے اور اس کی ضرورت بھی کیسے پیش آسکتی ہے؟

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے

سو سوالوں سے ہی ایک سوال اچھا ہے

ما سومی سے منقطع ہو کر صرف اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو جانا دنیا سے
 فانی سے الگ ہو کر حقیقی قیوم ذات سے ٹولگانا، محبتِ غیر سے اپنے آپ کو محفوظ
 کر کے صرف اللہ رب العزت کے جلووں میں محو و مستغرق ہو جانا، اپنی ذات و
 صفات کو جلوہ ہائے ذات و صفات میں فنا کر کے ابدی حیات پالینا اور فانی سے
 اللہ ہو کر باقی باللہ بن جانا عظیم منصب و مرتبہ ہے اور اس کا حصول اس نورِ پاک
 کی بدولت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک کے دلِ اقدس میں دیت

فرمایا ہے لہذا وہ نور پاک کو ٹر ہے ارشاد فرمایا انا اعطینک الکوش۔
 اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 بشریت کے حجاب پرودہ میں چھپا دیا اور بشریت واسلے نقاب میں مستور و محبوب
 فرمایا تاکہ ہم انہیں دیکھ سکیں اور ان کے شرف اتبلیغ و اقتداء مشرف ہو سکیں
 اگر وہ حقیقت لے نقاب و لے حجاب ہو جائے اور لباس بشریت کو الگ کر دیا جائے
 تو مخلوق میں سے کسی کو بھی یا راستے دیدار نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل جب
 میں بارگاہ خداوندی میں ہوتا ہوں اور عالم آب و گل کے حجابات و پردے اتا کر نرم
 لامکاں میں شمع محفل بنا ہوا ہوتا ہوں تو اس وقت میرے دیکھنے کی تاب نہ کسی
 مقرب فرشتہ میں ہوتی ہے اور نہ نبی درمول میں ہوتی ہے۔ (تکلمہ دارح)

حضرت شیخ عارف باللہ عبد الکریم جبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حقیقت
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نور حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب ظہور
 مختلف ہیں۔ عالم اجسام میں جو ظہور ہے عالم ارواح والا ظہور اس سے مختلف ہے
 کیونکہ کھاراج میں جو وسعت ہے وہ عالم اجسام میں نہیں ہے اور جو ظہور عالم
 ارواح میں ہے اس سے عالم معنی والا ظہور ارفع و اعلیٰ ہے کیونکہ عالم معنی عالم
 ارواح سے بھی زیادہ لطیف و پاکیزہ ہے۔ اسی طرح آپ کے ظہورِ ارضی کی نسبت
 آسمانی ظہورِ اکمل و اتم ہے اور آسمانی ظہور سے عین العرش پر جو ظہور ہے وہ العطف و
 ارفع ہے اور جو ظہور عند اللہ ہے وہ عرشِ ظہور سے بھی اعلیٰ و اعلیٰ ہے کیونکہ وہ
 ظہورِ تجلی این و کیف کی قیود سے منزہ ہے اور مسکان و زمان کی حدود سے
 ماوراء ہے۔

فکل مقام اعلیٰ یکون فیہ اکمل و اتم من المقام الانزل
 ولکل ظہور جلالتہ و ہیبتہ بقدر المحل حتی یتناهی
 الی محل لا یستطیع ان یراہ فیہ احد من الانبیاء و

والاولیاء وذلک معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم

مع اللہ وقت لا یسمعنی فیہ غیر ربی۔

”برافہ محل میں آپ کا جلوہ و ظہور نچلے مکان کی نسبت ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے اور ہر مقام میں اس ظہور و تجلی کی خاص جلالت و ہیبت ہوتی ہے حتیٰ کہ اس ظہور کی جلالت و ہیبت اس مرتبہ تک پہنچتی ہے کہ اسے اس محل میں دیکھنے کی طاقت نہ کسی نبی میں ہوتی ہے اور نہ کسی ولی میں۔ اور یہی اس حدیث پاک کا معنی ہے جس میں ارشاد فرمایا کہ میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو وقت ہے اس میں مجھے دیکھنے کی تاب و توانا سوائے میرے رب کریم کے کسی اور میں نہیں ہے یہی تحقیق محدث و پلوی قدس سرہ العزیز نے مدارج کے تکرار میں تحریر فرمائی ہے اور ان کی وہ ساری تحقیق حضرت شیخ عبدالکریم الجیلی قدس سرہ العزیز کی عبارت کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے۔

انہی بے پایاں تجلیات کے پیش نظر عالم اجسام اور مکان و زمین کی قیود سے مقید و محبوس قوتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”یا ابابکر لم یعرفنی حقیقتہ غیر ربی“ اسے ابوبکر میری معرفت حقیقت سوائے میرے رب تعالیٰ کے اور کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔

ہمہ پیغمبر ال در جستجو اند
خدا و اند کہ تو در چہ مقامی

لیکن یہ سمجھنا بھی کسی طرح درست نہیں ہے کہ وہ تجلیات اس صورت بشری میں بالکل چھپ گئیں اور حجاب بشریت میں بالکل محجوب و مستور ہو گئیں بلکہ چشم بینا نے اس نور کے پرتو اور عکس کو ضرور محسوس کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں ”اذا تکلم رسولی کالنور ینخرج من بین ثنا یاہ“ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو آپ کے دندان مبارک سے نور نکلتا ہوا دیکھا جاتا تھا۔
دمشکوۃ شریف

امام بیہقی اور بزاز نے حضرت ابوسہیرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ جب محبوب خدا

علیہ التعمیۃ والثناء مسکراتے تھے تو آپ کے دندان مبارک سے نور نکل کر دیواروں اور مکانوں کو روشن کر دیتا اور دن میں یوں معلوم ہوتا کہ گویا پہلے سورج بادلوں کی ادٹ میں تھا اور اب نمودار ہوا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ میں ارشاد فرمایا ہے

انت لعمادت اشرقت الازد

عن و صنادت بنورک الافق

”جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو ساری زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور پاک سے تمام اطراف عالم روشن ہو گئے“

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا خراج منیٰ نور اعضاءہم قصور

الاشام ”وقت ولادت مجھ سے ایک ایسا نور ظہور فرما ہوا جس کی بدولت مجھ پر شام کے مہلات روشن ہو گئے“

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ جب نماز عشاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ پڑھ کر گھر جانے لگے، رات انتہائی تاریک تھی، بادل چھایا ہوا تھا اور بارش

برس رہی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شاخ خرمالی جاؤ، یہ راستہ

میں دس دس گز تک روشنی پھیلاتی جائے گی۔ اسی کی روشنی میں گھر تک چلے جانا

اور تمہارے گھر میں ایک سیاہ سانپ بھی بیٹھا ہو گا اسے بھی اس کے ساتھ مار دینا۔

حضرت عباد بن بشر اور اسید بن حفیر رضی اللہ عنہما جب رات گئے بارگاہ

رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوٹے، رات اندھیری تھی، راہ نظر نہیں آتی تھی ان

دونوں کے پاس چھڑیاں تھیں، ان میں ایک چھڑی کو آپ نے روشن کر دیا۔ پھر وہ چلنے

لگے۔ جہاں تک راستہ اکٹھا تھا اس ایک چھڑی کی روشنی میں چلتے گئے اور جب

راستے الگ الگ ہو گئے تو دوسری چھڑی بھی روشن ہو گئی۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ سے واپس تشریف لارہے تھے

رات کی تاریکی میں سفر جاری تھا خطرناک راستہ میں صحابہ کرام کے بھٹک جانے کا

اندیشہ تھا۔ اچانک حضرت حمزہ سلمی رضی اللہ عنہ کی انگلیاں ہو گئیں اور سبھی بہ کرام اس روشنی میں اپنے سفر کو طے کرتے ہوئے صبح و سلامت گھر پہنچ گئے۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طفیل بن عمرو دوسی کو تبلیغ اسلام کے لئے بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس کوئی ایسی مخصوص علامت اور کرامت ہونی چاہئے جس سے لوگ مجھے آنحضرت کا بھیجا ہوا مبلغ سمجھ سکیں اور میری بات کو تسلیم کر لیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک اس کے ماتھے پر دو آنکھوں کے درمیان رکھ دی۔ وہ جگہ نورانی ہو گئی اور چمکنے لگی۔

پھر انہوں نے عرض کیا حضور لوگ کہیں برص کا داغ خیالی نہ کریں اسے کسی دوسری جگہ منتقل فرمادیں۔ آپ نے ان کی چھڑی کو اس جگہ پر رکھا تو وہ نور اس چھڑی میں منتقل ہو گیا اور وہ چمکنے لگی۔ (مدارج)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

ایں احادیث اول دلیل اندیر نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و سرایت نورانیت سے بخادمان درگاہ و بہاتد عصا و تازیانہا ایشال چہ جلٹے و ات اعناتے ایشال نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔

”یہ احادیث نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت ہی واضح دلیل ہیں اور انجناب کے نور پاک کے خادمان بارگاہ اور ان کے عصاؤں اور چھڑیوں میں سرایت کرنے پر روشن برہان ہیں اور جب ان کی چھڑیاں اور عصا اس نور پاک کی بدولت روشن و منور ہیں تو ان کی ذاتوں اور اعنات و اجزاء بدن کا کیا کہنا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نور علی نور ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور پاک کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔“

گو یادہ نور ہیں سر تا پا نور بلکہ نور علی نور ہیں۔ اس نور کا علم و ادراک سوائے ہدایت رب کے نہیں ہو سکتا۔ ایک ہی وقت میں مومنین اس نور کے جلوے اپنی انگلیوں اور چھڑیوں میں ملاحظہ کر رہے ہیں اور اس نور سے مکانوں اور روئے زمین کو

روشن دیکھ رہے ہیں اور کفار و مشرکین حل هذا الابشور مشکوک کی رٹ لگائے
جا رہے ہیں، یشاء اللہ لنورہ من یشاء۔

نیز شیخ محقق کی اس عبارت یعنی نور علی نور یشاء اللہ لنورہ من
یشاء کے یہاں ذکر کرنے سے واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک یہ آیت کریمہ نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کا بیان ہے جیسا کہ ہم ابتداء میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ تمثیل نور محمدی کی ہے اور
اس نور پاک کی ہے جو قلب محبوب میں ودیعت فرمایا گیا ہے۔
شمع دل مشکوٰۃ تن سید زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

نوٹ: نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار دلائل ہیں، پوری تحقیق کے لئے تو
ایک دفتر درکار ہے یہاں صرف انکوثر کے معنی کی مناسبت سے قدرِ قلیل پر اکتفا کیا ہے،
اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی تو ایک مستقل کتاب میں ان دلائل اور تحقیقات کو بیان کیا
جائے گا وما ذلک علی اللہ بعزيز وهو علی کل شیء قدير۔



الرابع عشر

الکوثر بمعنی الخیر الكثير

اس صورت میں اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ اسے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا ہے۔ یہ معنی جبرامت مفسر صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے انہوں نے ارشاد فرمایا الکوثر هو الخیر الكثير کلمہ ہر قسم کے خیر اور بہتری کوثر کے عموم میں داخل ہے۔ ہر خلق حسن اور عمل صالح اس عموم میں مندرج ہے ہر کلمہ حق اور عقیدہ صحیحہ اس کے احاطہ میں درج ہے، الکوثر ہر بلندی و رفعت پر مشتمل ہے۔ ہر حسن و خوبی پر حاوی ہے۔ دنیا و آخرت کی کوئی بہتری ایسی نہیں جو اس عموم سے باہر ہو اور کوئی ظاہری و باطنی کمال ایسا نہیں جو اس عموم سے خارج ہو۔

یہ معنی اور تفسیر تمام معانی اور تفاسیر سابقہ پر مشتمل ہے۔ جو خیر کوثر ہوا نبوت و حکمت، اولاد جسمانی ہو یا روحانی و معنوی، قرآن کریم ہو یا سورہ کوثر، نعمت اسلام و ایمان ہو یا رفعت ذکر، معجزات کثیرہ ہوں یا فضائل و کمالات متکاثرہ، تو یہ قلب ہو یا مقام محمود اور شفاعت عظمیٰ سب کچھ الکوثر میں مندرج ہے اور اس کوثر کے مالک حبیب خدا سید انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انا اعطینک الکوثر۔ صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ انا اعطینک الکوثر کے تحت فرماتے ہیں :-

والاظہر ان جمیع نعم اللہ داخلہ فی الکوثر ظاہرہ و باطنہ فمن الظاہرۃ خیرات الدنیا والآخرۃ ومن الباطنۃ العلوم اللدنیۃ المحاصلۃ بالفیض الالہی بغیر اکتساب بواسطۃ القوی الظاہرۃ والباطنۃ۔

عہ کبیر، بخاری، ابن عباس۔

”زیادہ ظاہر اور راجح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں ظاہرہ ہوں یا باطنہ الکوثر میں داخل ہیں، نعم ظاہرہ میں دنیا و آخرت کے انعامات داخل ہیں اور نعم باطنہ میں وہ علوم و معارف لدنیہ داخل ہیں جو محض فیض خداوندی سے حاصل ہوئے اور ظاہری و باطنی قوتوں اور حواس کو ان کے حاصل کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے۔

امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں ارشاد فرمایا:

المراد من الکوثر جميع نعم الله تعالى على محمد صلى الله عليه وسلم وهو المنقول عن ابن عباس رضي الله عنهما لان لفظ الکوثر يتناول النعم الكثيره فليس حمل الآية على بعض هذه النعم اولي من حملها على الباقي فوجب حملها على الكل۔

الکوثر سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی ہیں یہی معنی مفسریت حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے اور عقلی طور پر یہی معنی متعین ہے کیونکہ لفظ کوثر بے شمار نعمتوں کو شامل ہے اور بہت سارے معانی کا محتمل ہے لہذا ان نعمتوں میں سے بعض نعمتیں اور ان بے شمار معانی میں سے بعض معانی مراد لینا اور دوسرے معانی کو ترک کر دینا ترجمیح بلا مرجح، اور تخصیص بلا تخصیص کی وجہ سے، موزون اور مناسب نہیں لہذا ایسا معنی مراد ہونا چاہئے اور اس آیت کریمہ کو ایسے معنی پر محمول کرنا چاہئے جو تمام نعمتوں اور معانی عمدہ کو شامل ہو لہذا الکوثر سے انجیر اکثر کھادو جمیع نعم اللہ علی محمد مراد ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا:

قال جماعة الكوثر الخير الكثير والنعم الدنيوية والآخر وية من الفضائل والفواضل ورواه ابن جرير وابن عساكر عن عباد بن عباد وهو المشهور من الخبر ابن عباس وقد اخرج البخاري وابن جرير والمحاكم

من طریق اجماع بشر عن سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

انہ الخیر الکثیر الذی اعطاه اللہ ایاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

”مفسرین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ انکوثر بمعنی خیر کثیر اور نعم دنیویہ و آخریہ ہے خواہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خصوصیات و اوصاف ہوں یا ان کے طفیل ساری مخلوق تک پہنچنے والے انعامات و عطیات، ابن جریر اور ابن عساکر نے حضرت محباب سے یہی معنی نقل کیا ہے اور یہی حضرت ابن عباس سے بھی مشہور ہے، امام بخاری، ابن جریر اور حاکم نے ابی بشر سے اور انہوں نے حضرت سعید بن جبیر سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل فرمایا ہے انکوثر سے مراد وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔

نیز لغوی معنی بھی اسی تفسیر کا مؤید ہے۔ لغت میں انکوثر کا معنی ہے الشیئ

الکثیر کثوۃ مفرطۃ یعنی ایسی شے جس میں بہت ہی کثرت پائی جائے اور حد و احاطہ

سے باہر ہو جائے۔ نیز اللہ رب العزت نے انا اعطینک انکوثر فرمایا ہے اور لفظ

انکوثر صفت ہے اور صفت کا تحقق و تعین بغیر موصوف کے نہیں ہو سکتا لہذا اگر کوئی

خاص موصوف مراد ہوتا تو لازماً اسے ذکر کیا جاتا ہے جب کسی موصوف خاص کو ذکر نہیں

کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر وصف کمال اور خلق حسن ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے وہ کوثر ہے۔ نہ نعمتیں کیت کے لحاظ سے محدود ہیں

اور نہ عظمت شان اور رفعت مقام کے لحاظ سے احاطہ عقل میں آسکتی ہیں بلکہ موصوف

کو حدت فرما کر ان نعم ظاہرہ و باطنہ، دنیویہ و آخریہ اور روحانیہ و جسمانیہ کے عموم و

شمول پر تنبیہ فرمادی اور ساری مخلوق کو بتلادیا کہ میں نے اپنے محبوب کو ہر نعمت عطا

فرمائی ہے اور ان نعمتوں میں سے کسی ایک کا بھی تم احاطہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں سے

ہر ایک کوثر ہے لہذا تم سے کسی کا مرع عقل وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کلمہ

خیال کو وہاں تک رسائی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بہلے اوصاف و کمالات متشابہات کا درجہ رکھتے ہیں اور جس طرح متشابہات کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا وما یعلم تاویلہ الا اللہ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صفت کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا عبارت ملاحظہ ہو:-

حقیقت آنست کہ پرچ فہم واپیح قیاس بحقیقت مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وکنہ عالی ہوسے چنانکہ ہست نرسد وپہچس اوراچنانکہ اوہست جز خدا نشاسد چنانکہ خدا راچوں وسے پہچس نشا سخت دہر کہ درورک حقیقت آن تکلم کردہ گویا دعوی علم متشابہات کرد وما یعلم تاویلہ الا اللہ وچوں مقام وسے ازہمہ بالا ترست دریافت آن فوق انہام
پشده

ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند

بقدر دلش خود ہر کس کند ادراک (مدارج)

نیز یہ سورہ کریمہ پہلی سورتوں کے لئے بمنزلہ تکملہ و تتمہ ہے۔ سورہ واعظی سے لے کر سورہ ماعون تک اللہ رب العزت نے اپنے نیک کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات بیان فرمائے اور ان کی رفعت ذکر اور شرح صدر کو بیان فرمایا اور آپ کے طفیل امت پر جو انعامات و نوازشات کئے گئے ان کا تذکرہ فرمایا اور آخر میں انا اعطینک الکوثر فرمایا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند مخصوص اوصاف و کمالات مراد نہیں اور نہ وہ جو کہ پہلے مذکور ہیں ورنہ ضمیر ذکر فرمادی جاتی اور یوں کہا جاتا انا اعطینک ایہا ہم لے تمہیں یہ نعمتیں عطا کیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا بلکہ بہت سارے اوصاف کاملہ اور اخلاق عالیہ، انعامات عامہ اور الطاف تامہ کو ذکر کر کے بعد میں انا اعطینک الکوثر فرما کر ان انعامات و کمالات کی تکمیل فرمادی کما سے محبوب ہم تیرے کون کونسے وصف گو گنوائیں اور کس کس انعام کو ذکر کریں مختصر یہ کہ کوئی ایسی خوبی و کمال نہیں جو تمہیں عطا نہ کیا ہو اور کوئی ایسا کمال نہیں جو عدد و نہایت سے منزہ مبرائے ہو۔

شاہِ رسل شفیعِ اہم خواجہ دو کون
 نورِ ہدے حبیبِ خدا سیدِ انام
 مقصود ذاتِ اوست دگر ہا ہم طفیل
 منظور نورِ اوست دگر جملگی ظلام
 ہر مرتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم
 ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

(اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

ان قرآن کے علاوہ اگر فی الواقع ان تمام فضائل و کمالات اور منازل و درجات کو دیکھا جائے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز فرمایا ہے تو اس اعتراف و اقرار کے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے الوہیت و معبودیت کے علاوہ ہر وصفِ کمال اور خلقِ حسن جو بھی کسی مخلوق کے شانِ شان ہو سکتا ہے علی الوجہ الائم والاکمل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور تمام مخلوقات میں فرداً فرداً جو کمالات موجود تھے وہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یکجا فرمادے بلکہ ایسے مراتب و درجات پر فائز فرمایا جو اور کسی فرد کے لئے ممکن ہی نہیں ہیں۔

داستانِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی

اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

صنم و ہر پہ صورتِ گریہتی نے امیر

ان کی تصویر وہ کھینچی کہ تسل ٹوٹ گئے

آنحضرت شافعِ یومِ النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع جمیع کمالاتِ انبیاء

ہونا ہم قدر سے بسط سے بیان کر چکے ہیں۔ یہاں چند اکابر کی تصریحات ملاحظہ

فرمائیں۔ علامہ ملا علی القاری محقق حنفیہ نے فرمایا: وانفوس صلی اللہ علیہ وسلم

في اخلاق الانبياء، ليقنت بسوہا منہ وقد اقصم بہ البوصیرى۔

وكل امة اخذ الرسول الكرام بها
فانما اتصلت من فورة بهم
وكلهم من رسول الله مخلص
عزفا من البحر اور شفا من الدير

نبی الرحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اخلاق اور کمالات انبیاء علیہم السلام کو اپنے اندر جمع فرمایا اور ان کے بجز اوصاف میں غوطہ لگا کر ان کے کمالات کو اپنے اندر جمع کر لیا تاکہ وہ اپنا اپنا حصہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ جود و نوال سے حاصل کر سکیں اور امام شرف الدین بوہیری نے اس منصبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "جتنے بھی آیات و معجزات اور کرامات و کمالات انبیاء کرام علیہم السلام لیکر دنیا میں تشریف لائے وہ سب نورِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہی نہیں نصیب ہوئے ہیں اور انبیاء و رسل میں سے ہر ایک رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بکر کرم میں سے ایک چلو اور بارانِ رحمت کے ایک چھینٹے کا خواہش مند اور خواستگار ہے۔"

امام یازمی نے اولئک الذین ہدی اللہ فبہداهم اقتدہ کے تحت تفسیر کبریٰ میں فرمایا کہ اللہ کریم نے انبیاء کرام کے اوصاف و کمالات اور ان کی سیرتِ طیبہ کو بیان کر کے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان تمام کی سیرت اور اخلاق اپنے اندر جمع کر لیں اور ان سب کی خوبیوں کو اپنالیں اور جو کمالات ان میں متفرق طور پر موجود ہیں وہ اپنے اندر جمع کریں اور یہ ممکن نہیں کہ امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو پورا نہ کریں اور اس ارشاد کی تعمیل نہ کریں لہذا ثابت ہوا کہ تمام کمالات اور اخلاق جو رسل کرام میں فرداً فرداً پائے گئے تھے وہ سارے کے سارے اجتماعی طور پر اس عرشِ نشین نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔

حسن یوسف دم عینے ، یدربینا داری
آنچه خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

علاء سماعیل حقی روح البیان میں فرماتے ہیں کہ:-
والسراء منه الاقتداء بكل منهم فيما اختص به من الخلق
الکریم (الحی) فكانه بجمع جميع ما كان متفرقا فيه سرقا للعین
العارفین سے

لکل نبی فی الاما فضیلة
وجملتها مجموعة لمحمد

اس آیت کریمہ میں حکم یہ ہے کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کے مخصوص خلق کریم
اور وصفِ عظیم کی اقتداء کرو پس گویا کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو کمالات ان میں متفرق طور پر
موجود ہیں انہیں اپنے اندر جمع کر لو۔ اور بعض عارفین نے فرمایا کہ جو بھی سستی اللہ کی طرف سے
نبی بن کر مخلوق میں ظاہر ہوئی انہیں ایک خاص فضیلت سے سرفراز فرمایا گیا لیکن یہ ساری
فضیلتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجموعی طور پر موجود و متحقق ہیں۔“

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا:-

جمع فیہ سائر الکمالات الباطنة والظاهرة وجعل امام
الکل المفضل علیہم والمد لهم فی الدنیا والاخرة۔
”اللہ تعالیٰ نے کمالاتِ ظاہرہ و باطنہ اپنے محبوب کریم میں جمع فرمادئے ہیں اور آپ کو
سب کا امام اور سب سے افضل بنایا اور سارے پیغمبروں کے لئے دنیا و آخرت میں معادن
اور فیض سنان بنایا۔“

عارف تہجانی یاسی رحمہ اللہ نے فرمایا:-

لما خلق الله الحقیقة المحمدية اودع فیہا سبحانہ وتعالیٰ
جميع ما قسمه لخلقہ من فیوض العلوم والمعارف و
الاسرار والتجلیات والانوار والحماث بجمع احکامہا
ومقتضیاتہا ولوازمہا وكل ما ادركہ جميع الموجودات
من العلوم والمعارف والفیوضات والتجلیات والقریات

والاحوال والمقامات والاحلاق انما هو كل من فيض الحقيقة
المحمدية۔

”جب اللہ تعالیٰ نے حقیقتِ محمدیہ کو پیدا فرمایا تو اس میں وہ تمام علوم و معارف، اسرار و
تجلیات اور انوار و عقائد پر جمع احکام اور لوازمات و مقتضیات جمع فرمادئے جو کسی بھی مخلوق
کے لئے متعین و مقرر فرمائے تھے اور تمام موجودات و مخلوقات نے جتنے علوم و معارف اور
فیوض و برکات، تجلیات و ترقیات اور احوال و اخلاق اور مقامات و درجات حاصل کئے ہیں
وہ سب حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا فیض ہے۔“

لَا وَرَبِّ الْعَرْشِ حِينَ كُوجُوطَانِ سَعِي
بُتِي حَيْه كُونِي فِي نَعْمَتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ كِي

عارف باللہ حضرت شیخ عبدالکریم الجبلی قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔

فہو معدن الکمالات للعالم ظاہرہا و باطنہا فہو حسوسات
العالم تستمد من ظاہرہ و معقولات العالم تستمد من
باطنہ فعالم الشہادۃ فیض ظاہرہ و عالم الخیب فیض
باطنہ۔

”رسول العالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے کمالات ظاہرہ و باطنہ کیلئے معدن ہیں۔ عالم
کے حسوسات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر سے مستفیض و مستفید ہیں اور معقولات عالم
آپ کے باطن سے مرثا و فیضیاب ہو رہے ہیں لہذا عالم شہادت ان کا فیض ظاہر ہے
اور عالم خیب ان کا فیض باطن ہے۔“

امام عبد الوہاب شمرانی حدیث نبوی کنت نبیا و آدم بین الروح و الجسد
کے تحت فرماتے ہیں۔

فعلم کما قال الشیخ فی الفتوحات ان مستمد جمیع الانبیاء
و المرسلین من روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذ هو
قطب الاقطاب فہو معدن لجمیع الناس اولاً و اخراً

فہو ممد کل نبی و ولی سابق علی ظہورہ حال کونہ
 فی الغیب و ممد ایضا لکل ولی لاحق بہ فیوصلہ
 بذلک الامداد الی مرتبۃ کمالہا فی حال کونہ موجوداً
 فی عالم الشہادۃ و فی حال کونہ منتقلہ الی الغیب الذی
 ہوالبرزخ والدار الاخرۃ فان انوار رسالتہ غیر منقطعة
 عن العالم من المتقدمین و المتأخرین۔

اس حدیث پاک سے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت
 نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کے روح کا تعلق جسم سے نہیں ہوا تھا معلوم ہو گیا جیسا کہ
 شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں فرمایا ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کا سرچشمہ فیض
 روح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ وہی قطب الاقطاب ہیں لہذا تمام انسانوں
 کے مددگار اور فیض رسال ہیں پس وہ ہر پہلے نبی و ولی کے لئے بھی منبع فیض و کرم ہیں اور
 ہر پچھلے ولی کے لئے بھی اور ہر ایک کو اپنی امداد و تعاون سے اس مقام تک پہنچاتے ہیں
 جو اس کے لائق و مناسب ہے خواہ آپ عالم ظاہر و شہادت میں ہوں یا عالم غیب یعنی
 برزخ اور آخرت میں کیونکہ انوار رسالت اور فیوض نبوت آنجناب سے ہر ایک فرد
 عالم مستفید ہو رہا ہے خواہ متقدمین ہوں یا متأخرین، وہ صحاب کرم ہر وقت اور ہر جگہ
 اور ہر ایک پر برابر برس رہا ہے اور ان کے خون کرم سے ہر ایک کو نوالہ ملتا رہا ہے اور
 ملتا رہے گا، امام السنن نے فرمایا ہے

آسمان خوان زمیں خوان زمانہ مہمان

صاحب خانہ لقب کس کلبے تیرا تیرا

امام قسطلانی اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں :-

ولسما اعطی صلی اللہ علیہ وسلم هذه المنزلة علمنا انہ
 صلی اللہ علیہ وسلم الممد لکل انسان کامل مبعوث
 فہو صلی اللہ علیہ وسلم الجنس الحالی علی جمیع الاجناس

والاب الاكبر لجميع الموجودات والناس رالحى، فهو
صلوات الله عليه وسلم وان تاخرت طينته فقد عرفت
قيمته فهو خزانة السر وموضع نفوذ الامر فلا ينفذ
امر الا منه ولا ينتقل خيره الا عنه۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ارواح میں ہی منصب نبوت پر فائز کر دیا گیا جبکہ
ابھی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا وجود ہی نہیں تھا اور ان کی تخلیق منزل تکمیل تک
نہیں پہنچی تھی تو اس سے ہم کو یہ یقین ہو گیا کہ حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ہی انسان کامل اور نبی در رسول کے لئے مہم و معاون ہیں اور تمام اجناس عالم کی جنس
عالی ہیں اور تمام موجودات کے لئے علی العموم اور انسانوں کے لئے علی الخصوص اصل و
اساس ہیں رالحی ایسے وہ محبوب کریم اگرچہ جسمانی لحاظ سے متاخر ہیں لیکن روحانی لحاظ
سے ان کا منصب و مرتبہ واضح ہو گیا۔ وہی خزانہ اسرار و رموز ہیں اور وہی ایسا مقام و
محل ہیں جہاں ادا و احکام نافذ ہوتے ہیں گویا امر نازل ہوتا ہے اور حکم نافذ ہوتا ہے
وہ انہی سے ہوتا ہے اور جو خیر ہم تک پہنچتی ہے وہ انہی سے ہم تک واصل ہوتی ہے۔
امام عبدالوہاب شرانی نے فرمایا :-

انه عليه السلام شيزا الناس كلهم وحكم المخلوق بالنسبة
اليه كالعبيد والعلمان الذين في خدمته فهو يحكم
بينهم خيرا هرفيه يختلفون۔

تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کے بادشاہ و آقا ہیں اور ساری مخلوق کو
ان سے وہی تعلق ہے جو غلاموں اور خدام کو آقا سے ہوتا ہے پس وہی آقا و مولیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم ان میں حکم فرمانے والے ہیں اور ان کے اختلافات میں فیصلہ فرمایا کرتے ہیں،
اور اسی طرح محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں فرمایا۔

شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نے قصوں حکم میں ارشاد فرمایا :-

انه صلى الله عليه وسلم اكمل موجود في هذا النوع

الانسانی و لهذا بدأ به الامر وختم عليه فكان نبياً
 وادم بين السماء والطين ثم كان بنشأت العنصرية
 خاتم النبيين .

”رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس نور انسانی میں سب سے اہل سب سے اسی
 لئے انہیں سے کائنات عالم کی علی العموم اور نسل انسانی کی علی الخصوص ابتداء کی گئی اور
 منصب خلافت و نیابت اور نبوت و رسالت و تنفیذ احکام اور اجراء فرمان کی انہی سے
 ابتداء کی گئی اور انہی پر اہت تمام و انتہاء، لہذا روحانی لحاظ سے آپ اس وقت نبی تھے
 جبکہ آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ بھی تیار نہیں ہوا تھا اور جسم منور آب و گل کی شکل میں تھا
 اور جب جسمانی لحاظ سے عالم آراء ہوئے تو آپ کو منصب خاتم النبيین عطا کیا گیا اور
 باب نبوت کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا“

ان تمام تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و
 سلم ہر خیر و خوبی کو جامع ہیں بلکہ مخلوقات میں جہاں کہیں بھی کوئی کمال اور وصف حسن
 متحقق ہے وہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے۔ آخر میں یہی حقیقت ایک
 عارف کامل کی زبانی تفصیل سے سن لیجئے :-

حضرت شیخ عبد الکریم الجیلی قدس سرہ الغزیز نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی ذات پاک وہ واسطہ وسیلہ ہے جس کے طفیل اللہ تعالیٰ نے موجودات کو خلقت
 وجود اور دوسرے انعامات سے سرفراز فرمایا اور و ما ارسلنا الا رحمة
 للعالمین میں اسی رحمت عام اور لطف تام کی طرف اشارہ ہے اور رحمت عام اور
 کہ تمام کے عموم و شمول کی طرف رحمتی وسعت کل شیئ سے اشارہ فرمایا۔

یعنی ان محمد اھو الواسع لكل ما یطلق علیہ اسم
 الشیئیة من الامور الحقیة والامور الخلقیة و الرحمة
 العامة ہی حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و جہا
 رحم اللہ حقائق الاشیاء کلھا فظہر کل شیئ ف

مرتبته من الوجود وبها استعدت قواہل الموجودات
لقواہل الفيض فلذلك اول ما خلق الله روح محمد
صلی الله علیہ وسلم لیرحبہ الموجودات الكونية
ویدل علی ما اردناه قوله علی الصلوة والسلام
كنت نبیا وادم بین الماء والطين واذا كانت ادم
معہ بهذه المثابة فما قولك في ذریته اذ ذاك
من باب الاول الخ

و یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ ذات ہیں جو ہر اس ذات کو محیط ہیں جو
بھی شے کہلانے کی مستحق ہے خواہ وہ امور حقیقیہ سے تعلق رکھنے والی ہو یا امور
خلق سے اور رحمت عامہ جو ہر شے کو واسع و محیط ہے وہ رسول معظم صلی اللہ علیہ
وسلم کی حقیقت اور مرتبہ روحانیت ہے اور انہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے
تمام حقائق اشیاء پر رحم فرمایا اور ہر شے اپنے مرتبہ وجود میں ظہور پذیر ہوئی
اور انہی کے توسل سے موجودات میں قبول فیض کی استعداد پیدا ہوئی۔ اسی لئے
اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا تاکہ
ان کے طفیل موجودات عالم پر رحم فرمائے اور نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام کا جسم عنصری ابھی زیر
تکمیل تھا، اس دعویٰ کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت اللہ تعالیٰ اور حضرت آدم
علیہ السلام کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہیں اور جب حضرت آدم علیہ السلام
کا وجود خلافت و نبوت اور تمام کمالات ان کے طفیل ہیں تو تمام اولاد آدم کا
وجود اور جملہ کمالات بطریق اولیٰ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہونگے
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسول سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اپنے محسن اور
فیض رسال کو جب بھی پائیں تو ان کے حق نعمت کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے
ان پر ایمان لائیں اور ان کے برکت کی امداد فرمائیں عالمہ اللہ تعالیٰ و اذ

اخْلُذِ اللّٰهَ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَّا اتَّيَبْتُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ
 جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتَتَّوْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ اَلَّذِيْنَ
 اور جب یہ واضح ہو گیا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے
 درمیان واسطہ و وسیلہ ہیں تو یہ بھی بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گا کہ آپ ملائکہ اور اللہ
 تعالیٰ کے درمیان بھی واسطہ و وسیلہ ہیں کیونکہ جہود کا مذہب یہ ہے کہ خواص بنی
 آدم یعنی انبیاء و رسل خواص ملائکہ یعنی حضرت جبرائیل، عزرائیل، میکائیل، اسرافیل
 اور عاملین عرش سے افضل ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم خواص بشر اور خواص ملائکہ کے لئے بھی واسطہ فیض اور وسیلہ وجود و عطا ہیں تو
 عوام بشر اور عوام ملائکہ کے لئے میدان فیض ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گا بلکہ تمام
 موجودات و مخلوقات کے لئے ان کا فیض رساں ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گا
 وَمَا ارْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔

عارفِ کامل کی اس مفصل و مدلل تقریر اور سابقہ تصریحات سے بخوبی واضح
 ہو گیا کہ اللہ کے تمام فیوضات و انعامات اور جود و عطیات اس محبوب کریم رحمتہ للعالمین
 صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ کرم سے ہی مخلوقات کو عطا ہوئے ہیں۔ اصل خزانہ ان
 تمام محاسن و کمالات کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہیں سے ہر ایک بقدر
 استعداد و ظرف ان نعم ربانیہ کو حاصل کر رہا ہے واللہ یعطی وانا قاسم
 نبوت و رسالت ہو یا قطبیت و ولایت، امامت و سیادت ہو یا حکومت و
 بادشاہت، علم و حکمت ہو یا زہد و عبادت، مقام سلوک و ریاضت ہو یا مرتبہ جذب
 محبت سب انہی کے جود و کرم سے ہیں اور انہی کی بخشش و عطا ہیں۔ قوت ظاہر و باطن
 اور غذائے روحانی و جسمانی انہی کے قبضہ و اختیار میں ہے، غذائے جسمانی کے طالب
 بھی ان کے خزانہ فیض سے ریزہ چمین اور غذائے روحانی کے خواہشمند بھی انہی کے
 محتاج و دست نگر، عاشق صادق مجدد مائتہ حاضرہ فاضل بریلوی نے فرمایا ہے

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

نکتہ

چونکہ ابتدائے آفرینش میں وہی سبب مخلق و ایجاد ہیں اسی لئے انہماک میں بھی وہی واسطہ و وسیلہ ہوں گے اور جس طرح روحانی و جسمانی مخلوق سے آپ عالم ارواح و اجساد کے لئے اس دنیا میں مبدی و قیاض ہیں اسی طرح دارِ آخرت میں بھی واسطہ و فیض اور وسیلہ رحمت ہوں گے اسی لئے جب تک آپ بابِ شفاعت نہیں کھولیں گے کوئی نبی و رسول اور ملک مقرب بارگاہِ خداوندی میں لب کشائی نہیں کرے گا اور جب تک آپ مقامِ محمود پر جلوہ گر نہیں ہوں گے حساب و کتاب نہیں ہوگا اور جب تک اس مفضوٰ جنت کا دروازہ نہیں کھلوائیں گے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکے گا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو دونوں اور بخشش و عطا جو اس دنیا میں عوام کی نظروں سے اوجھل ہے وہاں اسے ظاہر کیا جائے گا اور تمام انبیاء و کرام اور رسل عظام ان کے لوازمِ الحمد کے نیچے ہوں گے اور ان کی اقتداء میں ہوں گے جیسا کہ بیت المقدس میں انہوں نے محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والسلام کی اقتداء کر کے حق نعمت ادا کیا اور عہدِ خداوندی کو پورا کیا۔

نکتہ

جب تک محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوئے اور انہیں تمام محاسن و کمالات اور فضائل و درجات کا معدن و مخزن نہ بنا دیا گیا کوئی شے پیدا نہ کی گئی اور نہ ہی کسی کمال و خوبی سے متصف ہوئی تو معلوم ہوا کہ جس طرح کائنات کا وجود ان کے وجود سے ہے اسی طرح کائنات کی بقاء بھی ان کی بقاء سے ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

روح البیان میں ہے ۱۔

قال حضرة الشيخ الشيرازي باو فتارة جميع الانتظام بوجوده الشريف فان مظهر الذات وطمس العوالم حتى قيل في وجود عدم ارتحال جسده العرفيت من الدنيا مع ان عيسى

عليه السلام قد عرج الى السماء بجسده الشريف انه بقى
جسمه الطاهر ههنا لاصلاح عالم الاجساد وانتظامه

حضرت شیخ اوقنادہ فرماتے ہیں کہ تمام کائنات عالم کا نظم و ضبط وجود مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم سے ہے کیونکہ وہی ذات مظہر انوار خداوندی ہے اور تمام جہانوں کی حقیقت و
روح ہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کے بعد از وصال زمین پر رہنے
کی یہی وجہ بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت کا جسم پاک یہاں اس لئے باقی رکھا گیا تاکہ عالم
اجساد و اجسام اس کی بدولت اصلاح حاصل کر سکے اور نظم و ضبط برقرار رکھ سکے حالانکہ
اگر علیہ السلام کا جسم پاک بحالت حیات عالم بالائیں لیجایا جاسکتا ہے تو رسول
کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بطریق اولیٰ، سیدی عارف باللہ بن فارض نے فرمایا ہے

وروحی للارواح روح وکلما

ترى في الكون من فيض طينتي

”میری روح تمام ارواح کا اصل ہے اور کائنات میں جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے وہ سب
میرے فیض حقیقت سے ہے۔“

علامہ نابلسی نے اس کی شرح میں فرمایا :-

كما ان الارواح كلها من روحه فكذلك جميع الاجساد من
جسده الشريف فروحه اصل الارواح وجسده اصل الاجساد
والدليل عليه قوله عليه السلام كنت نبيا وادم بين الروح
والجسد وقوله عليه السلام كنت نبيا وادم بين الماء
والطين وحديث النور اول ما خلق الله نوري ثم
خلق ادم فالقى ذلك النور في صلبه فلم يزل ينقلب
من الاصلاب الطاهرة الى الارحام الطاهرة حتى اخرجني
من بين ابوي وذلك النور كان مادة روحه وجسده ،
فتقلب في الاصلاب الطيبة والارحام الطاهرة حتى ظهر

فی عالم الدنيا فنسرج له سقف البيت وتزاد النجوم
واشرق الارض بنور المحی القيوم فهو صلواتنا علیہ
وسلمہ ابوالارواح و ابوالاجسام۔

مصرع اول میں اصالتِ روح کا بیان ہے اور مصرع ثانی میں جسیدِ پاک کی اصالت کا جس طرح لا روح پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام ارواح کے لئے اصل و اساس ہے اسی طرح جسمِ پاک تمام اجسام و اجساد کا اصل ہے اور اس اصالت کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں فرمایا میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام کا جسم مکمل نہیں ہوا تھا اور نہ ہی روح کا جسم سے تعلق ہوا تھا اور اسی طرح وہ حدیث نور اس دعویٰ کی دلیل ہے جس میں فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اس نور کو ان کی پشت میں ودیعت فرمایا پھر ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رگوں کی طرف مجھے منتقل کرتا رہا جتنے کہ میرے ماں باپ سے مجھے ظاہر فرمایا، وہی نور جو سب سے اول پیدا ہوا وہ آنحضرت کے روح و جسم کا مادہ ہے جو پاک پشتوں اور پاکیزہ رگوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے کہ عالم دنیا میں اس کا ظہور ہوا، ان کی بدولت مکان کی چھت کھل گئی اور حجابِ نہ بن سکی اور ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ہوئے معلوم ہونے لگے اور تمام زمین اس نورِ حقیقی سے روشن ہو گئی، وہی ذاتِ اقدس اصلِ ارواح بھی ہے اور اصلِ اجسام بھی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰

جب یہ سارے خزانے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں ہیں اور آپ ہی نے باذنِ خداوندی انہیں مستحقین میں تقسیم فرمایا ہے اور ہر ایک کو ان کی صلاحیت و استعداد کے مطابق عطا فرمایا ہے تو ثابت ہو گیا کہ انکوثر سے مراد یہی خزانے ہیں اور یہی خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست بلا توسطِ غیر سے انہیں مرحمت فرمائے ہیں، الخزنِ خزائن و شواہد، نقل و عقل اور واقعہ حقیقت سب اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ انکوثر هو الخیر الكثير کلہ۔ زین شہید

سوائے انکوثر کا ایسا الخیر الكثير لیسنا دست نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہنر کوثر ہے

اور حدیث پاک میں یہی وارد ہے۔ آنحضرتؐ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا ما الکوثر؟ قال نہر فی الجنة وعدنیہ رجب" الکوثر کیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ ایک جنتی نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے " لہذا وہی تفسیر جامع اور صحیح ہے جو کہ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

جواب ۱۔ ہم نے بہت سے شواہد و قرائن سے یہ واضح کر دیا ہے کہ الکوثر سے خیر کثیر والا معنی مراد لینا صحیح ہے۔ جبرامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی معنی منقول ہے۔ لغوی معنی سورہ کریمہ کا سیاق و سباق بھی اس کے مؤید ہیں اور فی الواقع بھی سب خیرات و برکات، تمام فضائل و فوائد اور خصائص و محاسن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں لہذا واقع و نفس الامر بھی اسی تفسیر کا مؤید ہے اس لئے اس تفسیر کی صحت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

نیز حضرت سعید بن جبیر نے جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر نقل فرمائی تو خود ان پر یہی سوال کیا گیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی اس خیر کثیر کا ایک فرد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ اور صاحبِ روح المعانی نے فرمایا کہ خود حضرت عبداللہ بن عباس پر یہ اعتراض کیا گیا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ نہر کوثر اس خیر کثیر کا ایک فرد ہے اور حصہ ہے لہذا ثابت ہوا کہ حدیث پاک کا یہ معنی نہیں ہے کہ انا اعطیناک الکوثر میں صرف ایک نہر کی عطا مراد ہے بلکہ وہ نہر بھی اس کوثر میں داخل ہے اور خیر کثیر کا ایک فرد ہے۔

نیز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جسی ہستی سے حدیث پاک کے خلاف محض اپنی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر کرنیکی کیسے توقع کی جاسکتی ہے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر بالرائی سے منع فرمایا ہے اور بالغرض اگر آپ نے قواعد و ضوابط اور لغت عربی کے پیش نظر یہ معنی بطور تاویل بیان فرمایا ہو تو بھی یہ تاویل قابلِ سند و اعتماد ہے کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہم فہم فی

الدين وعلمه التاويل اسے اللہ انہیں دین میں اعلیٰ بصیرت عطا فرما اور انہیں قرآن پاک کے معانی کا علم عطا فرما اور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول و مستجاب ہے اور جو کچھ حضرت ابن عباس سے مروی و منقول ہے وہ نشأ الہی کے مطابق ہے لہذا جس روایت میں انکوثر بجنے نہر منقول ہے وہ بطور حصر کے نہیں بلکہ ایک فرد کوثر کو بطور مثال کے ذکر فرمایا گیا ہے اور اس نہر کی عظمت کو ظاہر فرمایا گیا ہے ورنہ درحقیقت کوثر کے معنی میں وہ وسعت ہے کہ عقل عقلاء اس کے اعطاء سے قاصر ہے فاضل بریلوی نے فرمایا ہے

جس کی دو بوندیں کوثر و سبیل
سے وہ رحمت کا دریا بہا رانہی

تنبیہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات صرف انہی کمالات میں منحصر نہیں جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے گئے بلکہ یہ تمام محاسن و فضائل بھی اس کیفیت و کثرت میں محصور و مقید نہیں جس کیفیت و کثرت کے ساتھ دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں متحقق ہیں بلکہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشترک فضائل و کمالات میں بھی صرف نام کی شرکت ہے ورنہ حقیقت کے لحاظ سے ان میں کوئی شے مشترک نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے علاوہ غیر محدود اور نامحدود خصوصیات اور امتیازی خصوصیات سے نوازا جو مخلوق سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہونے اور نہ ہوں گے۔

ابن عساکر حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول

علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا :-

ان اللہ اعطی موسیٰ الکلام واعطاف الرؤیۃ وفضلہ

بالمقام المحمود والمحوض السورود.

تأ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمگلابی بخشا اور مجھے اپنا جلوہ ذات

دکھلایا اور مجھے مقام محمود اور حوض کوثر جس پر روز قیامت سارے پیارے میرے دست جو در کرم سے شرابِ طہر پینے کے لئے جمع ہوں گے، کیساتھ فضیلت بخشی،

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جو بھی چاہو مانگو میں تمہیں عطا کروں گا۔ تو حبیبِ خدا فرماتے ہیں نے عرض کیا میں کیا طلب کروں؟ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا، حضرت نوح علیہ السلام کو مرتبہ اصطفاء عطا فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو الیسا عظیم ملک عطا فرمایا جو ان کے بعد کسی کے شایانِ شان نہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

اعطیتک خیرا من ذلک اعطیتک الکواثر وجعلت
اسمک مع اسمی ینادی بہ فی جو السماء وقد
غفرت لک ذنوبک فانت تمشی فی الناس
مغفورا لک (الی) خبأت لک شفاعتک ولما اخبأها
لغیرک۔

”جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے وہ سب سے بہتر ہے میں نے تمہیں ”کوثر“ عطا کی ہے اور تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے جس کو آسمان کی وسیع فضاؤں میں پکارا اور بلند کیا جاتا ہے اور تمہاری مغفرت کا اعلان اس دنیا میں کر دیا ہے پس آپ لوگوں میں چل پھر رہے ہیں اور ہر ایک کی زبان پر آپ کی مغفرت بخشش کا ثرہ ہے اور تمہارے لئے منصبِ شفاعتِ عظمیٰ اور مقامِ محمود کو مخصوص کر دیا ہے اور یہ حق شفاعت کسی اور کو عطا نہیں کیا۔“

ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ ہمگلامی بخشا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس سے پیدا فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصبِ غلت سے سرفراز فرمایا اور حضرت آدم

علیہ السلام کو صغی اور خلیفہ بنایا، آپ کو کوئی نفسیت عطا فرمائی۔

حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ان كنت اتخذت ابراهيم خليلا فقد اتخذتك حبيبا
وان كنت كلمت موسى في الارض فقد كلمتك في
السماء وان كنت خلقت عيسى من روح القدس
فقد خلقت اسمك قبل ان اخلق المخلوق بالفرستة
ولقد وطأت في السماء موضعاً لريطاء احد قبلك
ولا يطاء احد بعدك وان كنت اصطفت ادم فقد
خمت بك الانبياء وما خلقت خلقا اكرم على
منك ولقد اعطيتك المحوض والشفاعة الالهية حتى
ظل عرشى في القيامة عليك ممدود وتاج الحمد
على راسك معقود وقرنت اسمك مع اسمي
فلا اذكر في موضع حتى تذكر معي ولقد خلقت
الدنيا واهلها لاعرف لهم كرامتك ومنزلتك عندي
ولولاك ما خلقت الدنيا.

” اگر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے تو تمہیں اپنا حبیب بنایا ہے
اگر میں نے علیہ السلام کے ساتھ زمین پر کلام کی ہے تو تمہارے ساتھ عرش کی بلندیوں
پر کلام کی ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس سے پیدا فرمایا ہے تو تمہاری
ذات کو مخلوق کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا ہے اور تم نے آسمان
کی بلندیوں میں وہاں قدم رکھا ہے جہاں نہ آپ سے پہلے کوئی پہنچا اور نہ ہی آپ کے
بعد کوئی وہاں تک پہنچ سکے گا، اگر حضرت آدم علیہ السلام کو منصبِ اسطفاہ و خلافت
بخشا ہے تو آپ پر سلسلہ نبوت کا اختتام فرمایا ہے اور میں نے تم سے زیادہ عزت و
کرامت دالی کوئی ذات پیدا نہیں کی اور میں نے آپ کو جو جن کو شر اور منصبِ شفاہت

کبرے عطا کیا (الی) جتنے کہ میرے عرش کا سایہ عرصہ محشر میں آپ پر پھیلا ہوا ہوگا اور تحقیق میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ انہیں تیری منزلت و مرتبت جتلاؤں اور مقامِ محبوبیت دکھلاؤں اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یارانِ مصطفیٰ اور غلامانِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ملکر بیٹھے ہوئے تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب و کمالات کا تذکرہ کر رہے تھے ایک نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، دوسرے نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا، تیسرے نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح الشاد اور کلمۃ اللہ بنایا، چوتھے بولے حضرت آدم علیہ السلام صغی اللہ ہیں۔ اتنے میں آفتابِ رسالت، ماہتابِ نبوت جلوہ فرما ہوئے اور فرمایا :-

قد سمعت کلامک وعجبکوان ابراہیم خلیل اللہ
وہو کذلک وموسیٰ کلیم اللہ وہو کذلک وعیسیٰ
روحہ وکلمتہ وہو کذلک وادم اصطفاه اللہ وہو
کذلک الا وانا حبیب اللہ الحدیث (مشکوٰۃ شریف بروایۃ

التومذی والدارمی)

” میں نے تمہاری کلام کو سنا اور تمہارے تعجب اور خوشی کا مشاہدہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دوست اور خلیل ہیں اور یہ بات فی الواقع ایسی ہی ہے اور یہ کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے والے ہیں، بے شک ان کا یہی مقام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں یہ بھی صحیح ہے حضرت آدم علیہ السلام صغی اللہ میں یہ بھی ٹھیک ہے ذرا غور سے سن لو اور میرا منصب و مرتبہ میری زبانی سنو الا وانا حبیب اللہ ولا فخر میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں بطورِ فخر اس منصب کو بیان نہیں کر رہا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور لطف و انعام کا شکر ادا کرنے کے لئے اور بیانِ واقعہ و حقیقت کے لئے

اور تا جہد و لو ارا اللہ صوف تمہارے سر کی زینت ہوگا اور

تاکہ میرے منصب حقیقی کو جان لو اور میری شان میں تم سے کوئی تقصیر و تفریط سرزد نہ ہو جائے اور اللہ رب العزت کی ناراضگی اور نقاب و عتاب کے مستحق نہ بن جاؤ۔

نکتہ سید عالم فخر بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کرام کے منصب و مراتب ذکر کرنے کے بعد مقام اختصاقت و اولیت و افضلیت میں مصنف محبوبیت کو ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وصف سب اوصاف سے

بالا تر ہے۔ سب محاسن و کمالات اور فضائل و درجات پر فائق ہے اور جو قرب و منزلت حبیب کو حاصل ہوتی ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی اسی لئے آدم صلی اللہ علیہ السلام انہی کے نام کو وسیلہ بناتے ہیں اور انہی کے توسل سے اپنی بخشش کی بخشش چاہتے ہیں اللہم اغفر لی بحسب محمد اور اللہم اغفر لی بحسب فضل و انعام اور بخشش و مغفرت سے سرفراز ہوتے ہیں، حضرت روح اللہ و کلمۃ اللہ انہی کے دین کی خدمت کریں گے اور امت کے ایک فرد کی حیثیت سے دین اسلام کی تبلیغ فرمائیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وہ کے پیچھے سے کلام سنتے ہیں اور براہ راست احکام حاصل کرتے ہیں مگر جب بے حجاب دیکھنے کی تمنا کرتے ہیں اور شوق دیدار کا اظہار کرتے ہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ سن مترافیٰ تو مجھ پر گز نہیں دیکھ سکتا، اور حبیب گھر میں محو خواب ہے اور بستر تازہ پر دراز ہے تو اپنی طرف سے سواری کے لئے براق، کلام تقاضے کے لئے جریٹیل اور رکاب پکڑنے کے لئے میکائیل کو بھیجا جاتا ہے اور سر عرش بلا کر شرف کلام بخشا جاتا ہے اور جلوہ ذات بھی بے حجاب دے لے نقاب دکھایا جاتا ہے۔

تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہیں تو وہ جوش لے لے ترانی کہیں تقاضے وصال کھنٹے

حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور بہت ہی برگزیدہ ہستی ہیں۔ تمام امام

اور مل و مذاہب میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں لیکن مقام

حبیب مرتبہ خلیل سے بہت بلند ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر محدثین و اصحاب سیر نے خلت و محبت میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

۱۔ خلیل وہ ہے جس کی دوستی فقر و حاجت کی وجہ سے ہو اور حبیب وہ ہے جس کی دوستی غرض و منفعت سے منزہ ہو۔

۲۔ خلیل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے تک مخلوقات کی وساطت سے اور ان میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی حاصل کرے اور مخلوق کے آئینہ میں جلوہ خالق کا مشاہدہ کرے اور منزل سلوک سے مصعد و صول تک پہنچے کما قال اللہ تعالیٰ وکذلک نوحی ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین اور حبیب وہ ہے جو پہلے خالق تک واصل ہو اور اس کے جلوہ ذات کا مشاہدہ کرے اور مقام وصول پر فائز ہو اور بعد میں مخلوقات کی طرف توجہ اور التفات فرمائے دینی فتلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔

۳۔ خلیل وہ ہے جو اپنی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے آرزو مند ہو اور امیدوار ہو والذی اطعم ان یغضلی خطیبتی یوم الدین حبیب وہ ہے جن کو مغفرت و بخشش کی بشارت یہیں دے دی گئی ہے لیغضلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔

۴۔ خلیل وہ ہے کہ قیامت کے دن کی سختی و ہولناکی سے پناہ مانگے اور ذلت و مروانی اور شان بے نیازی دلا ابالی کا نشانہ بننے سے پناہ مانگے اور حبیب وہ ہے کہ اسی دنیا میں انہیں اور ان کے غلاموں کو عزت و کرامت کی بشارت دے دی گئی ہے خلیل عرض کرتے ہیں ولا تخزنی یوم یبعثون اور حبیب کے لئے ارشاد فرمایا یوم لا یخزیک اللہ النبیح الذین امنوا معہ۔

۵۔ خلیل وہ ہے کہ محن و تکالیف اور ابتلاء و آزمائش کی گھڑیوں میں رب کریم کے سہارے اور اعانت و کفایت کی آرزو کرتے ہیں حسبی اللہ، اور حبیب وہ ہے کہ جسے خود اللہ رب العزت بشارت دے حسبک اللہ تمہیں تمہارا رب کافی ہے۔

۶۔ غلیل وہ ہے جو اپنا ذکر خیر باقی رکھنے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں واجعل لسان صدق فی الامم بن اور حبیب کو بغیر التجا و سوال منزه سنایا جاتا ہے ورفعنا لك ذكرك۔

۷۔ غلیل وہ ہے جو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے شرک اور عبادتِ اصنام سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے ہیں واجنبی و بغ ان نحبذ الاصنام اور حبیب کے طفیل اہل بیت اور عزت و عشرت کو ہر قسم کی نجاست و پیدی سے منزه و مصطفیٰ رکھنے کا وعدہ فرمایا انما یرید اللہ لیبذہب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیرا۔

۸۔ غلیل وہ ہے جس نے رضائے الہی کی خاطر اپنے آپ کو آگ کے حوالے کر دیا اور اکلوتے بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی اور صرف رضائے رب تعالیٰ کو مقدم رکھا اور اس کے حصول کے واسطے رہے لیکن حبیب وہ ہے کہ اللہ رب العزت ان کی رضا چاہتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضنی تمہیں تمہارا رب اتنا عطا کرے گا کہ تم راہنی ہو جاؤ گے اور حدیث قدسی میں ہے کلہر یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد ساری مخلوق میری رضا چاہتی ہے اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

۹۔ غلیل وہ ہے جس کا منصبِ خلعت ان کی ذات میں حضور و منحصر ہے اور حبیب وہ ہے کہ ان کے انوارِ محبوبیت امت میں بھی جلوہ گر ہیں وہ بھی منصبِ محبوبیت پر فائز ہیں قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یرزقکم ان اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا طوقِ غلامی اپنے گلے میں ڈال لو اور میرے نشانِ کتب پاکو اپنا رہتا بنا لو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

۱۰۔ غلیل وہ ہے کہ عرشِ علی سے تحتِ اشریٰ تک پوری کائنات کا مشاہدہ کرے اور مخلوق کے پردہ میں جلوہ خداوندی کا مشاہدہ کرے جیسا کہ امام رازی نے فرمایا۔ ان اللہ قوی بصرہ حتی شاهد جمیع الملکوت من الاعلیٰ والاسفل۔

اور حبیب وہ ہے جو بلا حجاب و نقاب جلوہ ذات کا دیدار کرے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

فائدة المحبة وسرها كشف الحجب عن قلبه
حتى يراه بقلبه وينظر اليه ببصرة فيكون كما قال
سبحانه وتعالى في الحديث القدسي فاذا احببته
كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر
به الحديث -

” محبت کا ثمرہ و نتیجہ اور فائدہ و غایت یہ ہے کہ دل پر سے حجاب و نقاب اٹھ جائے
حتیٰ کہ محبوب اپنے رب تعالیٰ کو اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھے اور اپنی آنکھوں سے
اس کی زیارت کرے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ جب میں اپنے بند سے کو محبوب
بنالیتا ہوں تو اس کے میں کان ہوتا ہوں جس سے سنتا ہوں اور میں اس کی آنکھ ہوتا
ہوں جس سے دیکھتا ہوں۔“

۱۱۔ خلیل وہ ہے کہ حضرت عزرائیل قبض روح کے لئے حاضر ہوتے ہیں تو فرماتے
ہیں اهل خلیلا یمیت خلیله ”کیا تو نے کبھی ایسا خلیل بھی دیکھا ہے
جو اپنے خلیل اور دوست کو فوت کرے؟“ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا اهل
سأیت خلیلا بکره لقاء خلیله ”کیا تو نے کوئی ایسا خلیل بھی دیکھا ہے جو
اپنے خلیل و حبیب کی ملاقات کو ناپسند کرے؟“ تب انہوں نے قبض روح کی
اجازت دی اور وصال کے لئے مادہ ہو گئے۔ مگر حبیب وہ ہے کہ قیامت تک
اپنے غلاموں میں رہنے کا اختیار دیا گیا ہے اور حیات و ممات کو انہی کے اختیار میں
دے دیا گیا ہے اور قیامت تک زندہ رہنا چاہیں تو زندہ رہ سکتے ہیں مگر بعض
شوق لقا و وصال میں وفات و ممات کو اختیار فرماتے ہیں اللہم بالرفیق
الاعلیٰ (مشکوٰۃ)

الغرض مرتبہ محبوبیت اور منصب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء
سے بلند و بالا ہے بلکہ ہر وصف کمال و خلق حسن اس میں مندرج ہے۔ مسند
عرش پر جلوہ گری ہو یا دفن ختلی فکان قاب قوسین اودائی والی

فلوت گاہ میں حاضری، مقام محمود پر سرفرازی ہو یا لواؤ الحمد والی سر بلندی منصب شفاء عبت
 کبریٰ ہو یا مرتبہ وزارت عظمیٰ منصب اسی محبوبیت کا عکس و پر تو ہیں اور اسی محبوبیت
 کے آثار و برکات اور سب خزانوں و دفائن پر قبضہ و تصرفات اور مراتب و کمالات
 اور محاسن اخلاق، نبوت و رسالت، قطبیت و ولایت وغیرہ کی عطا و بخشش اور
 سب النعمات و اکرامات کی تقسیم اور داد و دہش پر قبضہ و اقتدار اسی شان محبوبیت
 کا فیض ہے فصلی اللہ علی حبیب و محبوبہ قدر جاہد و
 جلال و برہ و نوالہ و حسنہ و جمالہ و علی اللہ واصحابہ۔

۷ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

الغرض اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وہ

وصف و کمال عطا فرمایا ہے جو مخلوق کے لئے ممکن ہے اور منصب الوہبیت

کے علاوہ ہر مرتبہ سے انہیں سرفراز فرمایا ہے۔

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بر دست ختم

ہر نعمتے کہ داشت خدایت بر دستم

اسی لئے ان اصناف کی گنتی و شمار اور ان کمالات کی تعداد و حساب

بیان کرنے کی بجائے فرمایا انا اعطینا لک النکوح ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا

فرمایا جو اپنی کثرت و لامحدودیت کی وجہ سے مخلوق کے دہم و خیال میں بھی نہیں

آسکتا اور مخلوق کے عقول و انہام اس کے احاطہ سے عاجز و قاصر ہیں۔

سبحان اللہ! دنیا کی نعمتیں اتنی کثیر ہیں کہ گنتی میں نہیں سکتیں و ان تعداد

نعمۃ اللہ لا تحصوها، اور باوجود اس کے فرمایا متاع الدنیا قلیل "دنیا کا

مال و اسباب اور نعمتیں قلیل ہیں" اور محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کئے

جانیوالے درجات و کمالات کو کثیر نہیں فرمایا بلکہ کوثر فرمایا جو کہ مبالغہ کا صیغہ

ہے اور بے غایت و نہایت کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا

قلیل مخلوق کے حدود حساب سے باہر ہے تو کثیر بلکہ کوثر کو ان کی عقلِ ناتمام اور
ذہنِ ناقص کیسے محیط ہو سکتی ہے۔ اسی لئے امامِ بوسیری قدس سرہ نے فرمایا ہے

ان من معجزاتك العجز عن
وصفك اذ لا يحده الاحصاء
وكيف يستوعب الكلام سجایاك
هل تنزح البجار الدلاء

”یا رسول اللہ! آپ کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ مخلوق تمہارے
وصفِ حسن اور بیانِ کمال سے عاجز ہے اور کوئی انسانی کلام و زبان کیسے تیرے
اوصاف و کمالات کا احاطہ کر سکتی ہے؟ کیا کبھی ڈول ناپیدا کنار سمندر دل کو
خالی کر سکتے ہیں!“

اور اپنے مشہور قصیدہ میں فرماتے ہیں :-

دعنا دعته النصارى في نبهم !
واحكم بما شئت من شرفنا ومن عظم
فان فضل رسول الله ليس له
حد فيعرب عنه ناطق بفسر

”اے چھوڑو جو یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کے حق میں کہا یعنی انہیں خدا
اور خدا کا بیٹا نہ کہہ اور اس کے علاوہ ہر فضل و شرف اور عظمت و رفعت کو ان
کے لئے ثابت مان لے کیونکہ مرتبہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حد و
نہایت نہیں جسے کوئی صاحبِ لسان و بیان عبور کر سکے اور اس سے متجاوز
ہو سکے!“

امامِ اہل سنت نے فرمایا ہے

تیرے تو وصفِ عیبِ تناہی سے ہیں پیری
حیراں ہوں میرے شاہ کہ کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضائے ختم سخن اس پر کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا مولے کہوں تجھے

ہماری اس تحقیق سے وہاں بہ اور گستاخان رسالت آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اعتراض باحسن وجہ مندرج ہو گیا
فائدہ جلیلہ وہ لوگ عوام کو مغالطہ دینے کے لئے اور علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کرنے
کے لئے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں ولو کنت اعلم الغیب
لاستکثرت من الخیر اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر علم غیب ہوتا تو آپ کے پاس
خیر کثیر ہوتا لیکن جب خیر کثیر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ علم
غیب نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ علم غیب میں اور خیر کثیر جمع کرنے میں
اور تکلیف سے محفوظ رہنے میں کوئی ملازمہ نہیں ہے۔ علم موجد و خالق تو نہیں
ہوتا تو معلوم کے تابع ہوتا ہے اور اسی کا قائل و عکس خواہ وجود معلوم سے پہلے ہو
یا اس کے بعد لہذا جس کو کل مال ملنا ہوگا صحیح علم اور واقعی ادراک کا تقاضا
یہ ہے کہ اسے یہ پتہ چل جائے کہ مجھے کل مال مل جائے گا، جس کو کل موت آئی
ہے تو صحیح یہی علم ہے کہ اسے پتہ چل جائے کہ کل موت آئی ہے لہذا اگر مال
مل گیا اور موت آگئی تو علم صحیح در نہ وہ جہالت ہے نہ کہ علم، بہر حال ان میں
فی الواقع کوئی تلامذہ نہیں ہے البتہ کفار کا یہ خیال تھا کہ جسے علم غیب حاصل ہو اس
کے پاس خیر کثیر چاہئے اور اسے کوئی رنج اور تکلیف عارض نہیں ہونی چاہئے تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو الزام دینے کے لئے ان کے مسلمہ مقدمہ کی بنیاد
پر فرمایا کہ تمہارے قاعدہ کی رو سے تو میرے پاس علم غیب ہی نہیں کیونکہ نہ خیر کثیر
ہے اور نہ رنج و الم سے بچاؤ لہذا تم بار بار آکر سوال کیوں کرتے ہو اور امور غیبی
کیوں دریافت کرتے ہو؟ یا اپنے اس قاعدے کو غلط مانو یا بار بار آکر سوال
مت کرو!

لیکن بے ادب اور گستاخ لوگوں نے آنکھیں بند کر کے اس الزام کو حقیقت سمجھ لیا، جدل کو برہان کا درجہ دیکر عوام کو گمراہ کرنا شروع کر دیا لیکن قطع نظر اس سے، ہم کہتے ہیں کہ رسول کریم کو اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر عطا فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے روایت و درایت سے اس معنی کو ثابت کر دیا ہے لہذا اب یہ آیت کریمہ ہماری دلیل بن گئی۔ اگر میں علم غیب کا مالک ہوتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا، لیکن خیر کثیر تو بہ عطاء الہی جمع کر لیا ہے لہذا علم غیب بھی ہے۔ اور لفظ "لو" کلام مثبت کو منفی کر دیتا ہے لہذا خیر کثیر کا حصول رفع تالی ہے جو کہ رفع مقدم کو مستلزم ہے لہذا نفی علم غیب مرتفع ہو گئی اور علم غیب ثابت ہو گیا،

فاحمد للہ علی ذلک۔

نیز لفظ "لو" والے قاعدے سے قطع نظر یہاں کلام خاص علم غیب اور خاص خیر کثیر میں ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب اور آنحضرت کے خیر کثیر میں ہے لہذا مقدم و تالی اور ملزوم و لازم خاص اور متساوی ہیں ان میں سے ہر ایک کا تحقق دوسرے کے تحقق کو مستلزم ہو جائے گا اور ہر ایک کا رفع دوسرے کے رفع سے متحقق ہو جائے گا۔ مثلاً ہم کہتے ہیں لو کانت من اید انسانا کان ناطقا لکن ناطق فہو انسان اولکن لیس بانسان فہو لیس بناطق۔ یہ دونوں نتیجے صحیح ہیں لہذا یہاں بھی تحقق تالی مستلزم تحقق مقدم ہو جائے گا اور خیر کثیر کے ثبوت سے علم غیب کا ثبوت لازم آجائے گا لہذا یہ آیت علم غیب کی نفی پر دلیل ہونے کی بجائے علم غیب کے ثبوت و تحقق کی دلیل بن جائے گی۔ فقہ حنفی نے لفظ "نیز علم غیب فعلی" (جو کہ مبدیہ تخیلی ہے) اور استکثار خیر کثیر میں تلازم ہے نہ کہ علم غیب حصولی و انفعالی اور خیر کثیر جمع کرنے میں لہذا بالعرض خیر کثیر جمع کرنے کی نفی درست ہو تو اس سے علم غیب فعلی مبدیہ تخیلی و ایجاد کی نفی لازم آئیگی اسکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق ہونا محال ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب حصولی انفعالی کی نفی لازم نہیں آئیگی اور آپ کے حق میں اس علم غیب کے ثبوت کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ العرض دعویٰ خصم عام ہے اور دلیل صرف علم فعلی کی نفی ترقی ہے اور نفی خاص سے نفی عام لازم نہیں آتی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی پر استدلال باطل ہو گیا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

(پس اپنے رب کیلئے نماز ادا کیجئے اور قربانی کیجئے)

صَلِّ اور انْحَرْ دونوں امر کے صیغے ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام کو ذکر فرمایا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر جو عطا نہیں اور بخششیں کی ہیں ان کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد صلوٰۃ "اور نحر" کا حکم دیا۔ صلوٰۃ کے معنی میں تین احتمال ہیں۔ نماز مراد ہوگی یا شکر اور یا دعا والا معنی، پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اسے محبوب اپنے رب کے لئے نماز پڑھو۔

سوال ۱۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوگا کہ نعمتوں کے بعد شکر کرنا لازم ہوتا ہے اور بندے کے شایان شان یہ ہے کہ نعمت میں مشغول ہو کر منعم سے غافل نہ ہو جائے بلکہ نعمت کو منعم کی طرف توجہ و التفات کا ذریعہ بنائے اور نعمت سے منعم کو پاس لے لہذا یہ انعامات کثیرہ عطا فرمانے کے بعد زیادہ مناسب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے شکر نعمت طلب فرماتا اور انہیں شکر کرنے کی تعلیم دیتا۔ مقام شکر میں نماز کو ذکر کیوں فرمایا؟

جواب اول۔ شکر ایسے فعل کو کہتے ہیں جو کہ منعم کی تعظیم پر دلالت کرے اور یہ تعظیم کبھی دل سے ہوتی ہے، کبھی زبان کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی دوسرے اعضاء و جوارح کے ساتھ۔ قلبی تعظیم یہ ہے کہ دل میں منعم کیساتھ عقیدت و محبت پیدا ہو۔ اور زبان کا شکر یہ ہے کہ منعم کی ستائش و تعریف اور حمد و ثنا کی جائے۔ اور عملی شکر یہ ہے کہ منعم کی خدمت کی جائے اور اس کے لئے تواضع و انکساری اختیار کی جائے۔ اور نماز میں شکر کے یہ تینوں ارکان

مکمل طور پر پلٹے جاتے ہیں۔ دلِ تعظیمِ باری اور اس کی عظمت و ہیبت سے معمور ہوتا ہے، زبانِ پراس کی تسبیح و تقدیس جاری ہوتی ہے۔ اپنی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کا اعتراف ہوتا ہے اور دست بستہ قیام میں عملی طور پر عجز و انکساری کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ رکوع کے ذریعے گناہگار یوں اور سیاہکار یوں کے بوجھ سے خم اور دو تاپشت اور روٹے ندامت کو اس کے حضور جھکا کر اپنی مجبوری بے بسی اور عاجزی و بیچارگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اپنے جرم و قصور اور اس کے تقدس و پاکیزگی کا عملی طور پر اعتراف کیا جاتا ہے اور سجدہ میں تو اشرف الاعضاء کو اذل الاشیاء پر رکھ کر یعنی ناک اور پیشانی کو خاک آلودہ کر کے غایتِ عبودیت کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے اور عجز و انکسار کو حدِ نہایت تک پہنچایا جاتا ہے اور عظمتِ معبود کے اظہار میں آخری امکانی کوشش کی جاتی ہے لہذا نماز سے بڑھ کر کوئی اور صورتِ شکرِ باری کی زیادہ موزوں نہیں ہو سکتی لہذا مقامِ شکر میں "صلوٰۃ" کو ذکر فرمایا اور نماز ادا کرنے کا حکم فرمایا کہ فصل لربک۔

جواب ثانی :- اگر انا اعطینک الکوثر کے بعد فاشکر لربک فرمایا جاتا تو لازم آتا کہ اس سے پہلے آپ شکر گزار نہ تھے بلکہ اب انہیں شکر کا حکم دیکر ان پر اس کو لازم کیا گیا حالانکہ آپ ابتداء ہی سے عارف باللہ تھے اور اس کے فرمانبردار و شکر گزار تھے۔ امامِ رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا :-

کان من اولیٰ امرۃ عامر فا بریہ مطیعا لرشاکرا لنعمة
لیکن نماز کی فرضیت اور اس کے اوقات کی تعیین اور رکعات کی تعداد اور ارکان کی ترتیب وغیرہ وحیِ الہی کے ذریعے آپ نے جانیں اور ان پر عمل شروع کیا لہذا فصل لربک فرمانا ہی موزوں و مناسب تھا۔

سوال :- یہ سورۃ کریمہ مدنیہ ہے اور نماز مکہ شریف میں شبِ معراج میں فرض ہوئی لہذا فصل لربک کی جگہ فاشکر لربک کا ذکر کرنے پر جو اعتراض لازم آتا تھا یعنی آپ اس امر اور حکم سے پہلے العیاذ باللہ شاکر نہ ہوں فصل لربک پر بھی

وہی اعتراض لازم آئے گا کہ آپ اس سے پہلے نماز ادا نہ فرماتے ہوں حالانکہ مکہ شریف میں ہجرت سے قبل باقاعدگی کے ساتھ پانچوں وقت نماز ادا کی جاتی تھی۔

جواب: حضرت ابن عباس، مقاتل، اکلہی اور جہوہ مفسرین کے نزدیک یہ سورہ مکہ ہے لہذا ممکن ہے کہ شب معراج سے پہلے اس کا نزول ہو چکا بھی نماز فرض نہیں ہوئی تھی اور اس کی تفصیلات بھی بیان نہیں کی گئی تھیں اور اگر معراج کے بعد مکہ شریف میں نازل ہوئی یا مدینہ شریف میں نازل ہوئی جیسا کہ حسن و عکر مد اور وقت ادا ہو۔

مجاہد کا قول ہے اور علامہ سیوطی القان میں اور علامہ نووی شرح مسلم میں اس کی تصریح ہے کہ تزییح کے قابل ہیں تو اس صورت میں اس کا معنی ابتداء صلوة نہیں ہوگا بلکہ مقصد یہ ہوگا کہ نماز پر ہمیشہ قائم رہو اور اس میں دوام اور ثابت قدمی کو اختیار کرو۔ اسی لئے علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی نے فرمایا قدم علی الصلوٰۃ لربك اور علامہ اسماعیل حقی صاحب روح البیان نے بھی یہی معنی بیان فرمایا۔

۲۔ دوسرے حصے فصل لربك کا یہ ہے کہ اپنے رب کریم سے دعا کیجئے۔ کیونکہ صلوة کا معنی لغت عرب میں دعا ہے اور نماز کو بھی صلوة اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں بھی دعا ہوتی ہے۔ اس صورت میں لفظ "فاد" جو کہ ترتیب و افعال پر دلالت کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے حبیب! ہم نے بغیر تمنا و سوال کے تمہیں کو شکر کا مالک بنا دیا ہے تو آپ کے سوال کرنے اور دعا مانگنے کے بعد مطلوب و مقصود عطا کرنے سے آپ کو کیونکر محروم رکھا جائے گا؟ اس حکم سے یہ تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ اپنی امت کا اتنا زیادہ غم کیوں کرتے ہیں الکن مسل تعطوا واشفعتمشفعہم آپ جو مانگیں گے عطا کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی۔ لہذا امت کے لئے اتنا مانگیں رہنے کی کیا ضرورت ہے ولسوف يعطيك ربك فترضى به

رضائے سے اب دہر کرتے گزریئے

کہ ہے رب آپ سب سے دعا کے محمد

خدا کی رضا چاہتے ہیں وہ عیب الم

خدا جاننے سے رضا کے محمد

۳۔ تیسرا معنی فصل لربك کا یہ ہے کہ اپنے رب کا شکر ادا کیجئے اور شکر ادا کرنے میں ہمیشگی اور دوام کا مظاہرہ کیجئے جیسا کہ اهدنا الصراط المستقیم کا معنی یہ ہے کہ ہم کو ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔ اس صورت میں لفظ "فاء" جو کہ ترتیب بلا پر دلالت کرتا ہے اور اتصال و اقتران کو چاہتا ہے اس کے ذکر میں حکمت یہ ہوگی کہ جب بھی منعم کی طرف سے نعمت وصول ہو فوراً اس کا شکر ادا کیا کریں اور اس میں تاخیر و سستی کو رد انہیں رکھنا چاہئے۔ نیز لفظ "فا" کا ذکر اس حکمت کے پیش نظر ہے کہ میرے انعام کا انجام اور منتہی و غایت میرا شکر اور میری عبادت ہونی چاہئے جیسا کہ فرمایا وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا فرمایا ہے کہ وہ میری عبادت یعنی ان کی تخلیق پر عبادت والا انجام اور غایت مترتب ہو۔ نعمت کا شکر یہ ہر اس شخص پر لازم ہے جس پر بھی انعام کیا جائے خواہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا کوئی اور ہو لہذا آپ کی شخصیں فرما کر شکر کی اہمیت و ضرورت پر تنبیہ فرمادی کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر شکر لازم ہے تو دوسروں پر بطریق اولیٰ لازم ہوگا۔

لیکن ان تینوں معنوں میں سے سب سے پہلا معنی زیادہ اولیٰ و انسب ہے کیونکہ عرف شرع اور اصطلاح شرع میں صلوة بمعنی نماز ہی متعارف و مشہور ہے نیز یہ مقام شکر ہے لہذا دوسرا معنی موزون نہ ہوگا اور چونکہ نماز میں شکر کے تینوں ارکان مکمل طور پر پائے جاتے ہیں لہذا پہلا معنی تیسرے معنی کو متضمن بھی ہے اس لئے وہی معنی اس جگہ مراد ہے کہ اسے محبوب اصراف اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی عطا و بخشش اور انعام اکرام کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنے رب کی نماز ادا کرو۔ اور محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حکم کی تعمیل اس طرح فرمائی کہ نوافل میں کھڑے کھڑے آپ کے مبارک پاؤں سوج جاتے بلکہ پھٹ جاتے اور خون بھی بہنے لگتا لیکن آپ یاد الہی میں محو مستغرق اور نعم کی بجائے ذات منعم میں اس قدر غانی دگم ہوتے کہ اپنی ذات سے بھی بے نیاز ہو جاتے حضرت صدیقہ عرض کرتیں جب اللہ تعالیٰ آپ کو

مغفرت و بخشش کا مشرکہ سنا چکا ہے تو پھر آپ اس قدر زیادہ عبادت کیوں کرتے ہیں؟
 تو آپ فرماتے: افلا اکون عبداً شکوراً؟ کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟“
 جب اس کا انعام اتنا زیادہ ہے تو اس کا شکر یہ بھی اتنا ہی زیادہ کرنا چاہیے۔

فائدہ اولیٰ جب نماز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم ہے اور کسی حالت میں آپ کے لئے اس کا ترک کرنا درست نہیں تو دوسروں کے

لئے اس کا ترک کرنا بطریق اولیٰ حلال نہیں ہوگا لہذا وہ لوگ جو مشائخ کرام اور اولیاء عظام کے ردپ میں ہو کر نماز کو ترک کرتے ہیں بلکہ اپنے مریدین وغیرہ کو بھی نماز سے روکتے ہیں ایسے لوگ قطعاً دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مراطِ مستقیم پر نہیں بلکہ وہ شیطان کے ایجنٹ ہیں جو دینِ خدا میں رخنہ اندازی کے لئے امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کے لئے اس لباس میں دو نما ہوئے ہیں۔

تیزیہ کہنا کہ ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچے ہوئے ہیں ہمیں نماز کی کیا ضرورت ہے، لغو و باطل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اونچے مرتبہ والا کوئی نہیں اور نہ ان سے زیادہ کوئی اللہ تعالیٰ تک واصل ہے جنہوں نے سر کی آنکھوں سے رب کریم کو لامکاں میں بے حجاب و بے نقاب دیکھا بلکہ ہر وقت جمالِ یاران کے سامنے ہے لیکن پھر بھی نماز کو ترک نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ ”میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے“ لہذا ایسے لوگ بے دین ہیں انہیں اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

فائدہ ثانیہ پہلے انعامات و عطیات کو ذکر فرما کر پھر نماز کا حکم دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ہماری نماز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ

ہے اور دل و جان سے، جو ارجح و اعضاء اور زبان سے منعم کی عظمت اور برتری کا اظہار ہے کیونکہ بلوغت تک اس کی نعمتوں اور عطیات پر پرورش پانے کے بعد نماز اور دیگر عبادات کا حکم دیا گیا ہے گویا ہم اس مژدہ روز کی ہائند ہیں جو اجرت پہلے دہلی کر لیا

ہے اور کام بعد میں کرتا ہے۔ اگر وہ بعد میں کام نہ کرے تو وہ نمک حرام سمجھا جاتا ہے لہذا وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر پل رہا ہے اور پرورش پارہا ہے اگر اپنے خالق کے سامنے مسزجود نہیں ہوتا اور فرائض احکام بجا نہیں لاتا تو وہ بھی نمک حرام مزدور کی مانند ہے اور اس کا کھانا پینا وغیرہ سب حرام ہے اور اسے رب تعالیٰ کی نعمتوں کو کھانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ رب العزت چاہے تو اپنی عطا و بخشش سے اسے محروم کر دے لیکن وہ کتنا کریم ہے کہ اس قدر احسان فراموش ہونے اور ناشکری کے باوجود اپنی عطا کو بند نہیں فرماتا اور روزی سے محروم نہیں فرماتا۔

اسے کریمے کہ از خزانہ غیب

گبر و ترسا و طیفہ خور داری

دوستان را کجا کنی محروم

تو کہ بادشمنان نظر داری

جب نماز العبادت ربانیہ کا شکر یہ ہے اور اسی طرح دوسرے

تمام عبادات بھی محض احسانِ خداوندی کا شکر ہیں تو معلوم ہوا

کہ ہم ان پر کسی اجر و ثواب کے مستحق نہیں ہیں کیونکہ ہم نے تو نعمتیں پہلے حاصل کر لیں اور بعد میں شکر بجلائے لیکن اس کریم کا کتنا کریم ہے اور اس ارحم الراحمین کا کتنا فضل و احسان ہے کہ وہ ان عبادات اور فرائض کی بجا آوری پر بھی ایسی نعمتیں عطا فرمائے گا

مالا عین سرائت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر جو آج تک

نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنی اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں کما حقہ ان کا

تصور و خیال آیا۔ فانی زندگی کو اس کی عبادت میں صرف کرنے اور ذمیوی آرام و سکون

کو اس کی یاد میں ترک کرنے پر ابدی زندگی اور دائمی راحت و سکون عطا فرمائے گا اور

فانی دنیا پائیدار نعمتوں پر شکر ادا کرنے سے ابدی اور غیر فانی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

بلکہ وہ مقدس ہستیاں جو صرف اسی کی ذات سے لو لگا لیتے ہیں اور دنیا

کی ہر چیز سے منہ موڑ کر صرف منہم کی ذات میں فانی و مستغرق ہو جاتے ہیں ان کو دنیا و

انہوں میں عزت و عظمت اور سر بلندی دوسرے فرما دیا ہے۔ مناصب محبوبیت و ولایت پر سر فرما فرمائے جاتے ہیں اور ہر قسم کے خوف و خطر اور رنج و ملامت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ فرمایا الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔ آگاہ ہو جاؤ جو اللہ کے ولی ہیں نہ ان پر خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا اتنزل علیہم الملائکة الا تنزلون و لا تحزنون و ایشروا بالجنة التي کنتم یوعدون۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم ہو گئے اور اس قول کے تمام تقاضوں کو پورا کیا اور اپنے پروردگار کے ہر حکم کو تسلیم کیا ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچاتے ہیں کہ تم بالکل خوفزدہ نہ ہونا اور نہ ہی غمگین اور اس جنت کا مشرہ و بشارت قبول کرو جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں وعدہ دیا تھا۔

جو لوگ عبادات و ریاضات اور مجاہدات سے اپنے رب کریم کا حق نعمت ادا کرتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کو اپنا محبوب بنا کر انہیں اپنے انوار سے نور فرمادیتا ہے اور ان کی آنکھوں، کانوں، ہاتھوں اور پاؤں کو اپنے تجلیات سے نورانی بنا دیتا ہے۔ ان کی زبان تقدیر الہی کی ترجمان بن جاتی ہے اور کونے کی کنجی بن جاتی ہے حدیث قدسی میں ہے۔

لا یزال عبدی یتقرب الی بدار ما افترضت علیہ و کثرة النوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و لسانہ الذی یتکلم بہ و یدہ التي یبطش بہا و رجلہ التي یمشی بہا و لئن سألنی لا اعطینہ و لئن استعاذنی لا اعیذنی۔

میرا بندہ ہمیشہ فرشتوں کی ادائیگی اور نوافل کی کثرت سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔

حتے کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے وہ مجھ سے جو بھی مانگے گا میں اس کو عطا کر دوں گا اور جہاں بھی وہ مجھ سے پناہ طلب کرے گا میں اسے پناہ دوں گا۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح فتوح الغیب میں اور قاضی عیاض نے شفاء شریف میں اس حدیث پاک کا معنی و مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ جب بندہ اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے عشق و محبت والی آگ میں جلا کر فنا کر دیتا ہے اور نفسانیت و انانیت والا زنگ اور میل کچیل دور ہو جاتا ہے اور انوار الہیہ سے اس کا بدن منور ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے انوار ہی سے دیکھتا ہے اور انہی کی بدولت سنتا ہے، اس کا بولنا انہی انوار کے ذریعے ہے اور اس کا چلنا پھرنا اور پکڑنا مارنا انہی سے ہوتا ہے۔ امام رازی کے الفاظ میں حدیث قدسی کا معنی اور منصب محبوبیت کی عظمت کا بیان سنئے، فرماتے ہیں:-

وَاذَا صَارَ نُورًا جَلَّالًا اللَّهُ سَمِعًا سَمِعَ الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ
وَاذَا صَارَ نُورًا جَلَّالًا اللَّهُ لَمَّا بَصُرًا سَأَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ
وَاذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ يَدًا لَمْ يَدْرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ
وَالسَّهْلِ وَالْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ

اللہ رب العزت کا نور جلال جب بندہ محبوب کے کان بن جاتا ہے تو وہ ہر آواز کو سن سکتا ہے نزدیک ہو یا دور، اور آنکھیں نور جلال سے منور ہو جاتی ہیں تو دور و نزدیک کا فرق ختم ہو جاتا ہے اور ہر گوشہ کائنات پیش نظر ہوتا ہے اور جب وہی نور بندہ کے ہاتھوں میں جلوہ گر ہوتا ہے تو قریب و بعید اور مشکل و

آسان میں اسے تصرف کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ اور ان کے لشکر کو ہذاوند کے مقام پر مدینہ منورہ سے چودہ سو میل کی مسافت سے دشمنوں کے نزعہ میں آتے ہوئے دیکھ کر فوراً راہنمائی فرمائی اور آواز دی یا ساریہ الجبل سے ساریہ پہاڑ کا خیال کر دو، ادھر انہوں نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر دشمن سے اپنے آپ کو بچا لیا۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

نظرت الی بلاد اللہ جمعاً

کخردلت علی حکم اتصال

اور فرماتے ہیں "نظر من در بلور محفوظ است" (میری نظر بلور محفوظ پر ہے)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل کو اپنے رقعہ سے جاری فرما دیا جو اس وقت تک پانی سے لبریز نہیں ہوتا تھا جب تک اس میں نوجوان لڑکی کو نہ پھینکا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو بے شک خشک رہ جا ہمیں تیری ضرورت نہیں ہے اور اگر تو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے چلتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمائے۔ چنانچہ جب آپ کا رقعہ جس پر یہ الفاظ درج تھے، دریا میں ڈالا گیا تو وہ فوراً طغیانی پر اُگیا اور لبالب بھر گیا۔

مدینہ طیبہ میں آگ لگ گئی جسے کسی طرح بھی بجھایا نہ جاسکا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کاغذ کے ایک پرزہ پر اسکنی یا نار سے آگ ٹھہرا کر لکھ کر فادم کو دیا۔ اس لئے وہ پرزہ آگ میں پھینکا تو یوں معلوم ہوا کہ یہاں آگ لگی ہی نہ تھی۔

ایک دفعہ زلزلہ آیا اور مکانات لرزنے لگے اور بہت بڑی تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا درہ زمین پر زور سے مارا اور فرمایا اسے زمین ٹھہر جا، آج تک وہاں زلزلہ نہیں آیا۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مردوں کو زندہ فرمایا۔ حضرت نصیر الدین چراغ
 دہلوی علیہ الرحمۃ ہر دن عصر کی نماز مسجد نبوی مدینہ طیبہ میں ادا فرمایا کرتے رہتے تھے۔
 الغرض ان مجاہدات و ریاضات کی بدولت پورا جسم انوارِ الہیہ سے منور ہو جاتا
 ہے اور نفسانیت و انانیت کی میل و زنگ سے آئینہ دل صاف مستقر ہو جاتا ہے اور
 اسی میں پوری کائنات نظر آنے لگتی ہے بلکہ خدا سے بزرگ و برتر کی تجلیات براہِ
 راست اس سرانے میں نزولِ اجلال فرماتی ہیں اور اسے اپنا عرش بناتی ہیں جیسا
 کہ فرمایا گیا ہے قلب المؤمن عرش اللہ المؤمن کا دل اللہ تعالیٰ کے
 انوار و تجلیات کا عرش ہوتا ہے۔ اور حدیثِ قدسی میں ہے لا یسعی ارضی
 لا مسائی و لکن یسعی قلب عبدی المؤمن تمیری گنجائش نہ زمین میں
 ہے اور نہ آسمان میں، میں کسی مکان میں نہیں سما سکتا اگر کہیں میری جلوہ گری کی
 گنجائش ہے تو وہ بندہ مؤمن کا دل ہے۔

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پاسکے

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

امام رازی نے فرمایا کہ جب انسان مجاہدات و ریاضات کے ذریعے اپنے
 دل پر سے حجابِ غیر کو ہٹا دیتا ہے اور ماسوا سے اللہ سے رغبت و تعلق کو دور کر دیتا
 ہے تو پوری کائنات اس کے آئینہ قلب میں نظر آنے لگتی ہے بلکہ خود اللہ رب العزت
 کا نورِ جلال بھی دل کے صحن میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں:-

وههنا دقیقة عقلیة وهمی ان نور جلال اللہ لا یتم غیر

زائل ولا منقطع البتة والارواح البشریة لا تصیر

محرومة عن تلك الانوار الا لاجل الحجاب ولیس

ذلك الحجاب الا الاشتغال بغیر اللہ تعالیٰ (الذی)

تجلی لہ ملکوت السموات والارض بالتام بل

تجلی لہ نور جلال اللہ تعالیٰ

عہ نصیب کبریتہ

نکتہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے اور کسی مکان میں سما نہیں سکتا کیونکہ مکان محدود
 ہیں اور اس کی ذات غیر محدود ہے اور محدود و غیر محدود کی گنجائش نہیں رکھتا
 اس لئے آسمانوں اور زمینوں میں تمام تر وسعتوں کے باوجود اس کی ذات پاک کی گنجائش
 نہیں ہے تو وہ دل جو سینہ کے اندر پوشیدہ ہے یعنی الہی سینہ انتہائی محدود
 ہے اور وہ دل جو اس میں رکھا ہوا ہے وہ اس سے بھی تنگ اور محدود ہے لہذا اس
 ذات پاک کی گنجائش آسمانوں اور زمینوں میں نہیں ہے وہ اس تنگ اور محدود دل میں
 کیسے سما سکتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ بندہ مومن کا وہ دل جو بظاہر انتہائی مختصر تنگ اور محدود
 ہے۔ وہ عبادات و ریاضات اور مجاہدات کی بدولت غیر محدود ہو جاتا ہے اور محدود
 قیود سے آزاد ہو جاتا ہے، عیب تنہا ہی سے منزہ ہو جاتا ہے لہذا اس غیر محدود اور
 غیر تنہا ہی ذات کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے اور یہ مختصر جسم پوری کائنات کا احاطہ کر لیتا
 ہے۔ فلک الافلاک و عرش عظیم سمٹ کر اس کے گوشہ دل میں آجاتے ہیں۔

وتزعم انک جسم صغیر

وفیل انطوی العالم الاکبر (روح المعانی)

عارف ابو یزید اور عارف محی الدین نے فرمایا:

لوان العرش وما حواہ ما شتالف الف امرأة وضع

فی زاویة من نزوا یا قلب العارف ما احسن ہم و کیف

یحس بالمحادث من وسیع القدیم۔

اگر عرش عظیم اور جو کچھ اس کے اندر ہے یعنی سارے آسمان اور زمین بمع ان تمام مخلوق
 کے جو آسمانوں پر اور زمینوں میں ہے،

اس کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشہ کے

اندر رکھ دیا جائے تو اسے اس کی عظمت ذرہ بھر محسوس نہ ہوگی اور وہ ان تمام کی وسعت

اور مقدار و کیت کو ذرہ بھر اہمیت نہ دے گا اور اس حادث کی وجہ سے مومن کے دل میں تنگی

کیسے محسوس ہو سکتی ہے جس میں قدیم ذات واجب الوجود اللہ رب العزت کی گنجائش

موجود ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے **وَلَكِنْ وَسَعَنِي قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ**۔
یہ موضوع تو بہت تفصیل طلب ہے اور اولیاءِ کرام کے کرامات و خوارق
عادات جو منصبِ محبوبیت و ولایت پر فائز ہونے کے بعد ان سے صادر ہوتے
ہیں وہ حد و حصر سے باہر ہیں اور فنا و بقا کے اباحت صرف اربابِ حال ہی کا حقہ
بیان کر سکتے ہیں اور اس حقیقت سے پردہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو اس کو پائیں اور
اس کا مشاہدہ کر لیں لیکن اتنا تو ہر خاص و عام کو سمجھ آ سکتا ہے اور احادیثِ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوالِ اکابر امت سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ فرائض و نوافل
کی کثرت اور مجاہدہ و ریاضت کی بدولت انسان مرتبہِ محبوبیت پر پہنچ جاتا ہے اس کا
دل عرشِ الہی بن جاتا ہے اور اس کا سارا بدن انوارِ الہیہ سے منور ہو جاتا ہے، اسکی
آنکھیں نزدیک و دور کو دیکھتی ہیں، اس کے کان قریب و بعید سے سنتے ہیں، اسکا
ہاتھ نزدیک و دور اور مشکل و آسان میں تصرف پر قادر ہوتا ہے، اس کے پاؤں کے
سامنے ساری زمین بلکہ عرش تک کی وسعتیں سمٹ کر ایک قدم کے برابر بھی نہیں
رہتیں بلکہ پوری کائنات اس کے کاشانہٴ دل کے ایک گوشہ میں سمٹ کر رہ جاتی
ہے اور اس کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ تقدیرِ الہی ہوتا ہے اور اس کی زبان کرنے
کی کنجی بن جاتی ہے۔ یہ تمام ترکامالات منصبِ محبوبیت کا ثمرہ ہیں اور مرتبہِ محبوبیت کے
لوازمات، لہذا جب تک یہ منصب حاصل رہے گا تب تک یہ کمالات بھی
رہیں گے۔

تَنْبِيْہ

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اقتداء اور ان کی غلامی سے یہ
مقام نصیب ہو سکتا ہے تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور درجہ کتنا بلند
ہوگا اور انہیں یہ مدارج و مراتب کس قدر کامل و اکمل اور اعلیٰ و اتم طریقہ پر حاصل
ہوں گے۔ لیکن مقامِ حیرت ہے کہ امتیوں کے لئے یہ منصب و مرتبہ ماننے والے

جب سید انبیاء، پیشوائے رسل، ہادی کل، حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر تبصرہ کرنے لگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ انہیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں (تقویۃ الایمان)۔

امام ولید بن مولیٰ اسماعیل دہلوی کی زبانی اس حدیث قدسی کا معنی بھی سن لیجئے اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی و بے ادبی بھی ملاحظہ فرمائیے پھر جب توفیق کارا ہر اس مشاہدہ کی خوشی کے برہست کا ہاتھ پکڑ کر ادھر کھینچتا ہے تو فناء و بقاء کا مقام پوشیدگی کے پردہ سے باہر آتا ہے۔ اس اجمال کا بیان یہ ہے کہ جس طرح لوہے کے ٹکڑے کو آگ میں ڈال دیتے ہیں اور آگ کے شعلے ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں بلکہ آگ کے اجزائے لطیفہ اس لوہے کے ٹکڑے کے نفس جو ہر میں داخل کر جاتے ہیں اور اس کی شکل اور رنگ کو اپنے جیسا کر لیتے ہیں اور گرمی اور جلانا جو آگ کی صفتوں میں سے ہیں، اس لوہے کے ٹکڑے کو بخش دیتے ہیں تو اس وقت ضرور وہ لوہے کا ٹکڑا آگ کے انگاروں میں شمار ہو جاتا ہے لیکن نہ اس وجہ سے کہ وہ لوہا اپنی حقیقت کو چھوڑ کر خالص آگ کی حقیقت سے بدل گیا ہے کیونکہ یہ امر تو صریح البطلان ہے بلکہ یہ لوہے کا ٹکڑا فی الحقیقت لوہا ہی ہے مگر شعلہ ہائے نار یہ کے لشکروں کے ہجوم کی وجہ سے اس کا لوہا پن اپنے آثار و احکام سمیت بھاگ گیا ہے اور جو آثار و احکام آگ پر مرتب ہوتے تھے وہی آثار و احکام سارے کے سارے بے کم و کاست اس لوہے کے ٹکڑے پر مرتب ہو سکتے ہیں یوں نہیں بلکہ وہ آثار و احکام اب بھی آگ ہی پر مرتب ہیں جس نے اس لوہے کے ٹکڑے کا احاطہ کیا ہوا ہے لیکن چونکہ آگ نے اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی سواری بنایا ہوا ہے اور اپنی سلطنت کا تخت قرار دے رکھا ہے اس لئے وہ آثار و احکام لوہے کے ٹکڑے کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں (تا) اور یہ حدیث قدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ الذی یبطش بہا

اور ایک رعایت کے لحاظ سے ولسانہ الذی یتکلم بہ اسی حال کی حکایت ہے (تا) یہ ایک بہتایت باریک بات اور نازک مسئلہ ہے (تا) اس مقام کے لوازم میں سے ہے عجیب عجیب کرامات و خوارق کا ظاہر ہونا اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا اور دعاؤں کا مستجاب و قبول ہونا اور آفتوں و بلاؤں کا دور کر دینا اور اس معنی کی تصریح اسی حدیث قدسی میں ہے لئن سالنی لاعطینہ ولن استعاذنی لاعینہ "یعنی اگر وہ بندہ تجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اسے دوں گا اور اگر تجھ سے پناہ طلب کرے تو ضرور اسے پناہ دوں گا" اور منجملہ لوازم اس مقام کے یہ ہے کہ اس صاحب حال کے دشمن و بداندیش پر وبال اور مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے من عادلی ولیا فقد اذنت بالحرب (جو میرے ولی سے دشمنی رکھتا ہے تو میں اس کے ساتھ لڑائی کا اعلان کرتا ہوں) "

(صراطِ مستقیم مطبوعہ اشرف پریس لاہور ص ۳)

یہی امام الطائفة الدیوبندیہ اپنے پیرومرشد کے ملفوظات صراطِ مستقیم میں شغل دورہ کا بیان نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں، منجملہ اس کے آثار کے ذکر کے روح کی نورانیت ہے اور اروح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء و ملائکہ عظام سے ملاقات اور جنت و دوزخ اور آسمانی مقامات کی سیر کرنا جیسے مدرة المنتہی اور بیت المعمور اور لوح محفوظ کی سیر کرنا اور دہاں کے واقعات کا منکشف ہونا (تا) ہر چند روح بشری عالم قدس اور سموات میں عروج کے قابل نہیں لیکن ذکرِ الہی اس کا بدرقہ بن گیا پس جہاں پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی بدرقہ مذکورہ کی طاقت سے پہنچ جاتی ہے ص ۲۴۶۔

ثمرات اشتغال کے توارد کی وجہ سے ایک امر مستقر طالب کے نفس میں پیدا ہو جاتا ہے کہ اس امر کے سبب سے طالب کا عالم قدس سے ارتباط ہو جاتا ہے اور وہی امر حضرت حق جل و علا کے ساتھ طالب کے علاقہ کا موجب ہوتا ہے اور وہ امر ہمیشہ طالب کے نفس میں موجود رہتا ہے خواہ اس کی طرف طالب کو ملاحظہ ہو یا نہ ہو۔ ہاں اس امر کی طرف ملاحظہ کے سبب سے اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں

در نہ جو ہر نفس میں پوشیدہ رہتے ہیں اور اس امر کو عرفِ قوم میں نسبت کہتے ہیں، مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص معقول کی کتابوں کی مزاولت کرتا ہے یا دوسرے صنایع میں جیسے موسیقی یا آہنگری یا زرگری کی مشق کرتا ہے تو البتہ کچھ مدت کے بعد ایک امر مستقر حادث ہو جائے گا جس کو ملکہٴ صناعت کہتے ہیں اور وہ ملکہ اس شخص کے نفس میں مستقر رہتا ہے خواہ وہ شخص اس کی طرف التفات کرے یا نہ کرے ص ۳۱۷۔

امام دیوبندیہ اور اس کے پیرومرشد کا کلام ملاحظہ فرمانے کے بعد اب دوسرے دیوبندیہ کے پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا کلام ص ۳۱۷ نشان ملاحظہ فرماتے جائیے۔

اما قربِ نوافل ایں است کہ صفاتِ بشریہ سالک از دے زائل
شوند و صفاتِ حق تعالیٰ برو سے ظاہر آیند چنانچہ زندہ گرداند
مردہ را و تیراند زندہ را باذن اللہ و بیند از جمیع بدن خود و بشنود
مسموعات را و بیند مبشرات را از بعید و علیٰ ہذا القیاس باقی صفات
سوائے ایں۔ (منیاء القلوب ص ۱۰۱)

لیکن قربِ نوافل یہ ہے کہ سالک کی صفاتِ بشریہ اس سے زائل ہو جائیں اور صفاتِ حق اس پر ظاہر و غالب ہو جائیں چنانچہ وہ سالک مردوں کو زندہ کر دے اور زندوں کو ہلاک کر دے باذن اللہ تعالیٰ اور اس کا سارا بدن بمنزلہ آنکھ کے ہو جائے۔ سارے بدن سے دیکھے اور سننے سے تعلق رکھنے والی یاد دیکھنے سے تعلق رکھنے والی اشیاء کو دور سے دیکھ لے اور علیٰ ہذا القیاس باقی صفات بھی (انتہی ترجمۃ العبارت)

ادھر تصوف کے یہ مسائل اور نفس سالک میں صفاتِ خداوندی سے متصف مان کر زندہ کرنے اور مارنے پر قدرت ماننا، دور و نزدیک سے سننے اور دیکھنے کی طاقت ماننا اور اس استعداد و ملکہ اور کیفیت پر اسے کو ہمیشہ کے لئے نفس سالک

میں تسلیم کرنا اور اس میں آسمانوں اور بیت المعمور اور لوح محفوظ تک رسائی اور دہار کے حالات پر اطلاع کی قدرت تسلیم کرنا اور ادھر نبی اکرم سید العرب والعجم، امام رسل، ہوش نشین، رازدارِ فاضل، الیٰ عبدکما اوحی، اور محرم راز، مجلسِ دینی فتوح کے حق میں یہ دریدہ دہنی، اور منبعِ ولایت اور سرچشمہ کمال، روحانیہ مولائے مرتضیٰ کے حق میں یہ گستاخی کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں۔ سب بندے بڑے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر اور نادان ہیں۔ (تقویۃ الایمان)۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کر شرمہ ساز کرے

بہر حال یہ ایک طویل موضوع ہے اور اکابرین صوفیاء کرام نے اسے کما حقہ تحریر فرمایا اور اس کے ثمرات و نتائج کو بیان فرمایا۔ امام رازی نے بھی تفسیر کبیر ص ۳۶۲ پر خوب وضاحت فرمائی۔ بندہ نے صراطِ مستقیم اور ضیاء القلوب کی عبارتیں تو صرف اس لئے نقل کی ہیں تاکہ علمائے دیوبند کی تضاد بیانی منصبِ نبوت سے بیگانگی اور دشمنی ظاہر ہو سکے اور ان کی کلہاڑی سے ان کے پاؤں کاٹے جاسکیں اور الحق ما شہد بہ الاعداء کے مصداق انہی کی عبارات سے واضح ہو جائے کہ جن کی غلامی سے منصبِ محبوبیت ملتا ہے اور بندہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو جاتا ہے خود ان کا مقام کیا ہوگا؟

محبوب اور بھی ہیں پر ایسے تو نہیں

یوں تو محبوب ہے ہر چاہنے والا تیرا

الغرض جب بندہ اپنے رب کریم کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اور نعمتوں میں مشغول و مصروف ہونے کی بجائے اپنے منعم و محسن کی طرف راغب ہوتا ہے اور فرائض و نوافل کے ذریعے اس کا قرب طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی ذات تک پہنچا دیتا ہے اور وہ منزلِ وصول و شہود

پرفائز ہوتا ہے والذین جاہدوا فینا لتہدینہم سبیلنا۔ منصبِ محبوبیت
 ولایت پرفائز ہوتا ہے اور وفات سے قبل اسے جنت کی بشارت دی جاتی ہے الآ
 تخافوا ولا تحزنوا وابتشروا باللجنة التي كنتم توعدون۔ اور ہر قسم کے
 خوف وخطر سے انہیں محفوظ کر دیا جاتا ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم
 ولا ھم یحزنون۔ لیکن اس کے برعکس ناشکر گزار، فانی لذتوں میں مستغرق و ذہک
 منعم و محسن رب العالمین کی یاد سے غافل صرف یہ نہیں کہ ان درجاتِ عالیہ سے
 محروم رہتا ہے بلکہ اخروی راحت و سکون سے محروم رہتا ہے، عذاب الیم میں
 داخل ہوتا ہے اور دوزخ کا ایندھن بنایا جاتا ہے لہذا عقل سلیم اور طبع مستقیم
 کا تقاضا یہ ہے کہ فانی دنیا سے دل لگانے اور دنیا کی فانی لذتوں کے درپے
 ہونے کی بجائے ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت و جنت اور ابدی آرام و سکون کو
 طلب کیا جائے اور رضائے رب کو تمام امور پر مقدم رکھا جائے۔

فائدہ رابع اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و مطلوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ
 علیہ وسلم پر جو عطا و بخشش فرمائی اور اس کے بعد ادائیگی
 شکر کے لئے نماز کا حکم دیا ہے حالانکہ جس طرح نماز میں رب العالمین کی ربوبیت اور
 اس کے انعام و احسان کا شکر یہ ادا ہو جاتا ہے اسی طرح دوسری عبادت میں بھی اس کا
 شکر یہ ادا ہو سکتا ہے مثلاً روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے لیکن صرف نماز کو علی الخصوص
 ذکر فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ نماز سب عبادات سے افضل و اعلیٰ ہے اور سب سے
 تاکیدی عبادت ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں ایمان کے بعد باقی سب عبادات سے
 پہلے اس کا ذکر ہے الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ،
 اقیمو الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ وغیرہ۔

اور اسی لئے رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصلوٰۃ عماد الدین
 "نماز دین کا ستون ہے" اور ظاہر ہے کہ ستون سے ہی چھت کا قرار ہے اور چھت
 ہے ہی مکان کی تکمیل ہے۔ جب ستون نہیں تو گویا مکان ہی نہیں اور نماز نہیں تو

گویا اسلام ہی نہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر جس نے دیدہ و دانستہ نماز کو ترک کر دیا تو وہ کفر کے کنارے پہنچ گیا یا درحقیقت کافر ہو گیا اور روز قیامت حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے نماز کے متعلق باز پرس ہوگی۔ لہذا اس اہم فریضہ کو ہرگز ترک نہیں کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو غضب رب کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے۔

وَأَنْحَرُوا

”اور اپنے رب کیلئے قربانی کیجئے“

عام مفسرین نے لفظ ”نحر“ سے اونٹوں کی قربانی دینا مراد لیا ہے اور یہی زیادہ موزون و مناسب ہے کیونکہ قرآن کریم میں نماز کے بعد عموماً صدقہ و زکوٰۃ کا حکم دیا ہے لہذا اگر یہاں بھی قربانی والا معنی لیا جائے تو دوسری آیات سے مطابقت ہو جائے گی۔ نیز مشرکین نے بتوں کی عبادت اور ان کے لئے قربانی کو اپنا وطیرہ بنایا ہوا تھا اس لئے ہادیِ اہم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالص اپنے رب ہی کی عبادت اور اسی کے لئے مالی صدقہ اور قربانی دینے کا حکم دیا علاوہ ازیں اگر ”وأنحر“ سے قربانی والا معنی مراد لیں تو معانی و مطالب میں زیادہ وسعت پیدا ہو جائے گی کیونکہ فصل لسربک میں تعظیم باری کا حکم ہے اور ”انحر“ میں خلقِ خدا پر شفقت و عنایت کا حکم اور عبودیت و بندگی کا کوئی شعبہ ان دو سے خارج نہیں ہے نیز لفظ نحر کا قربانی کے معنی میں استعمال عام ہے اور الفاظِ قرآن سے وہی معانی مراد لینے ضروری ہوتے ہیں جن میں استعمال شائع و کثیر ہے۔

لیکن قربانی کرنے کے علاوہ بھی چند معانی بیان کئے گئے ہیں۔ امام فراء اس طرف گئے ہیں کہ نحر کا معنی استقبال قبلہ ہے یعنی اپنے رب کے لئے نماز پڑھنے اور منہ قبلہ کی طرف کیجئے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اپنے چہرہ انور کو مسجد حرام کعبہ شریف کی طرف پھیرو۔ اس تقدیر پر نماز کا حکم دینے کے بعد قبلہ و کعبہ کی طرف

متوجہ ہونے کے حکم میں حکمت یہ ہوگی کہ انسان دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے روح جو عالم امر سے ہے اور بدن جو کہ مٹی کا پتلا ہے۔ ارواح کا اصل نور جلال ہے اور ان کا قبلہ اور مرکز توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور بدن زمین سے پیدا کیا گیا ہے اور اس کا اصل اور مرکز کعبہ شریف والا حصہ ہے۔ سب سے پہلے پانی پر اسی کعبہ والی جگہ ایک حباب اور بلبلہ سا موجود تھا جس کے نیچے سے اللہ تعالیٰ نے زمین کو بنایا اور پھیلا دیا۔ لہذا جب نماز میں روح کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا تو بدن کو کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا۔ گو یا روح براہ راست ذات باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے لیکن بدن صرف اپنے مرکز اور اصل یعنی کعبہ شریف جو کہ تجلیات الہیہ کا مہبط و مرکز ہے، کی بدولت ہی متوجہ ہو سکتا ہے لہذا روح و بدن دونوں کو اپنے مرتبہ کے لائق معبود حقیقی کی طرف متوجہ کرنے کا حکم فرمایا گیا۔

امام رازی نے فرمایا :-

وَالسُّكُوتُ الْمَعْنَوِيَّةُ فِيهِ كَأَنَّهُ تَعَالَى يَقُولُ الْكَعْبَةَ بَيْتِي

وَهُي قَبْلَةٌ تَصَلُّوْتُكَ وَقَلْبُكَ قَبْلَةٌ رَحْمَتِي وَ

نَظْرُ عِنَايَتِي فَلْتَكُنِ الْقَبْلَتَانِ مَحَاذَ بَيْتَيْنِ۔

”کعبہ میرا گھر ہے جو کہ آپ کی نماز کے لئے قبلہ ہے اور تمہارا دل میری رحمت اور نظر عنایت کا مرکز اور قبلہ ہے لہذا حالت نماز میں دونوں قبلے ایک دوسرے کے مقابل اور سامنے ہونے چاہئیں تاکہ آپ میرے گھر کی طرف متوجہ رہیں اور میری رحمت اور نظر عنایت تمہارے دل کی طرف متوجہ رہے۔“

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ نحر سے مراد دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا ہے حتیٰ کہ سینہ سیدھا اور ظاہر ہو جائے یعنی جلسہ کو مکمل طور پر ادا کرنا، نہ یہ کہ ذرا سا سر اٹھایا اور پھر دوسرے سجدہ میں چلا گیا۔

ضحاک اور سلیمان تمبی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے بعد

دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو سینہ تک اٹھاؤ۔
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”آخر سے مقصود یہ ہے کہ نماز میں ہاتھوں
 کو بحالت قیام سینہ کے قریب باندھو فرمایا رفع الیدین قبل الصلوٰۃ عاۓ
 المستجیر العاشذ و وضعها علی النحر عاۓ الخاضع الخاشع نماز سے
 پہلے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا امن طلب کرنے اور پناہ حاصل کرنے کی علامت
 ہے اور انہیں حالت قیام میں سینہ پر باندھنا خضوع و خشوع اور عاجزی و انکساری والے
 کی علامت و عبادت ہے“

یہ معانی اگرچہ نفس صحیح بھی ہیں لیکن اس سورت میں لفظ ”آخر“ سے یہ معنی
 مراد لینا موزوں نہیں ہے کیونکہ اگر یہ معانی یہاں مراد ہوتے تو جمہور مفسرین ان کو
 ترک نہ فرماتے۔ علامہ محمود آلوسی نے فرمایا ولعل فی الاحادیث عند الاکثرین
 مقالا والافنما قالوا الذی قالوا ”شاید کہ اکثر مفسرین کے نزدیک ان روایات
 کی صحت میں کلام ہے ورنہ ان معانی کو چھوڑ کر صرف قربانی والہ معنی مراد نہ لیتے نیز ہم پہلے
 بتلا آئے ہیں کہ لفظ ”نحر“ بمعنی قربانی دینا شائع اور کثیر الاستعمال ہے اور قرآن کریم
 کے الفاظ کو ایسے ہی معانی پر محمول کرنا لازم ہے جو کہ عام فہم اور متبادر ہوں اور جن میں
 الفاظ کا استعمال زیادہ ہو۔

تنبیہ

جس طرح صلوٰۃ کا حکم بظاہر صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن
 درحقیقت سب مسلمانوں کو ہے اسی طرف قربانی کا حکم بھی صرف رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ امت پر بھی لازم ہے اور امت کے نبی و رسول پر
 جو انعام و احسان اور فضل و کرم ہوتا ہے وہ فضل و احسان اور لطف و کرم امت کو بھی
 شامل ہوتا ہے لہذا ان پر بھی اتبارح رسول میں شکر یہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ لہذا امت محمدیہ
 علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر قربانی دینا لازم ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

سنت کی اتباع لازم ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قالوا ما هذه الاضامی
قال سنة ابيكج ابراهيم "کیا میں یہ قربانیاں اور ان کا مقصد کیا ہے تو آپ نے
فرمایا یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے " عرض کی گئی اس سنت
پر عمل سے کیا نفع ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ ذبح کئے جانے والے جانور کے بدن پر جتنے
بال ہوں گے یا اس کی ادن کی جتنی تاریں ہوں گی ہر بال اور ہر تار کے بدلے میں ایک نیکی
لکھی جائے گی اور اس کا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل بن آدم
من عمل يوم النحر احب الى الله من اهرق الدم
وانه لياتي يوم القيامة بقرونها واشعارها واظلافها
وان الدم ليقع من الله بسكان قبل ان يقع بالارض
فطيبوا بها نفسا رواه الترمذی۔

"حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا دس ذوا لچ کو انسان کے لئے اللہ کی راہ میں
جانور قربان کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کے بازو زیادہ پسندیدہ نہیں ہے
اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور سموں سمیت آٹے گا اور

عہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اصل عبادت جانور کا ذبح کرنا اور اس کا خون بہانا ہے لہذا جو لوگ کہتے ہیں کہ
جانور کو ذبح کر کے کھانے کی ضرورت ہے اس کی قیمت عذرہ کر دینی چاہئے یا حکومت کے خزانہ میں داخل کر دینی چاہئے، انہوں نے باطل ہے
اور حدیث قرآن کے بالکل خلاف ہے قرآن کریم نے جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اور رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی
اس عمل کو سب اعمال سے افضل قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ترین فرمایا ہے نیز خود رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حج کے موقع پر سوا نوٹ قربان کئے اور ان کی قیمت کو بیت المال میں داخل فرمایا جبکہ اسلامی لشکر کی تیاری کیلئے
بہت بڑی ضرورت درپیش ہوتی تھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت ابھی اتنی خوشحال نہیں تھی
اور نہ ہی ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی لہذا یہ بات لغو و باطل ہے اور دین میں رختہ اندازی اور فتنہ
پردازی کے مترادف ہے اعاذنا اللہ من ذلک ۱۲ مرتبہ غفرلہ

مومن کی نیکیوں والے پلہ میں رکھا جائے گا) اور اس جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مکمل قبولیت تک پہنچ جاتا ہے لہذا ان صدقات اور قربانیوں کو فراخ دلی اور کھلے دل سے کیا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یعنی "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں دس سالہ مدت اقامت میں قربانی دیتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح كبشین املعین
اقرنین موجهین فلما وجههما الى القبلة قال اخ
وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ
ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین۔ ان جلاتی وتسکی
ومعیای ومما فی لثد رب العالمین لا شریک لہ و
بذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک و لک
عن محمد وامتہ بسم اللہ اللہ اکبر و فی ما وایۃ اللہم
ہذا عنی وعن لہ یعنی من امتی۔

"نبی الانبیاء سرور ہر دوسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بیٹے دس ذوالحجہ کو مدینہ منورہ میں ذبح فرمائے جو کہ سیاہ رنگ والے بیگ دار اور ٹھسی کٹے ہوئے تھے جب ان دونوں کو قبلہ رخ لٹایا تو اس وقت آپ نے پڑھا کہ میں نے اپنے منہ کو اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہوں جو باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف متوجہ ہونے والے تھے

سے یہاں سے بھی واضح ہو گیا کہ قربانی دینا صرف میدان منی کے ساتھ خاص نہیں اور صرف حاجیوں پر لازم نہیں بلکہ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر لازم ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال قیام مدینہ کے دوران قربانی دیکر اس دہم کو باطل فرما دیا اور مکمل طور پر ہر سال قربانی دیکر اس کی اہمیت کو واضح فرما دیا ہمدغولہ

اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور قربانی میری زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب اور پروردگار ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں مطیع و فرمانبردار لوگوں میں سے ہوں۔ اسے اللہ قربانی کی توفیق تیری طرف سے ہے اور یہ عبادت صرف تیرے لئے ہے۔ یہ قربانی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی امت کی طرف سے قبول فرما۔ اور بعض روایات میں ہے اسے اللہ یہ قربانی میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے جو غربت و افلاس کی وجہ سے قربانی نہیں کر سکتے اور پھر بسم اللہ اکبر پڑھ کر ان سینڈھوں کو ذبح فرمایا۔

تنبیہ اول رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ساری امت یا مفسد و نادار افراد کو اپنے ساتھ قربانی کے ثواب میں شریک فرمایا تو اس احسان و اکرام کا نفاذ یہ ہے کہ امتی بھی رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے قربانی کریں اور ثواب آپ کی بارگاہ میں پیش کریں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیشہ دو سینڈھے ذبح فرمایا کرتے تھے جب پوچھا گیا کہ آپ دو جانوروں کیوں ذبح کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا اوصافی خلیلی ان اضمحی عنہ فاننا اضمحی عنہ میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کروں اس لئے میں دوسرا جانور ان کی طرف سے ذبح کیا کرتا ہوں۔

تنبیہ ثانی امام الرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قربانی امت کی طرف سے فرمائی خواہ وہ چھکے تھے یا نہ تھے بلکہ بعد میں پیدا ہوئے اور اس لئے تھے یا پہلے وفات پا چکے تھے تو معلوم ہوا کہ کسی بھی مسلمان کی طرف سے صدقہ کرنا اور اپنے ثواب میں اسے شریک کرنا، خواہ وہ زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو یا ابھی پیدا بھی نہ ہوا ہو، بالکل جائز اور کارِ ثواب ہے بلکہ سنتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے و سبغی هذا البحث ۛ حجة الوداع کے موقع پر سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سوادنت قربان کیا جن میں سے تریسٹھ ادنت آپ نے اپنے دستِ اقدس سے ذبح فرمائے اور باقی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح فرمائے شو انصرف الی المنحر فنحر ثلاثاً وستین
بدنہ بیداً شو اعطی علیاً فنحر ما غیر رواہ مسلم۔

جب رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم ذبح کرنے کے لئے خنجر ہاتھ میں لے کر
اونٹ کے سامنے آئے اور اونٹ پانچ پانچ چھ چھ کی ٹولی میں آپ کے
پاس لائے جانے لگے تو وہ ایک دوسرے کو دھکیل کر اپنی گردن آگے کرتے تاکہ سب سے
پہلے اسے ذبح کیا جائے۔ عبداللہ بن قرق رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:-

قرب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدنت خمس

اوست فطفقن یزدلفن الیہ بایمن یبدأ۔

سبحان اللہ! جانوروں کو بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا عشق ہے کہ جان جانے
کا غم نہیں، بھاگ کر جان بچانے کی فکر نہیں بلکہ ہر ایک اس خواہش پر کہ سب سے
پہلے مجھے ان کے دستِ اقدس سے ذبح ہونا نصیب ہو دوسرے کو دھکیل کر گردن آگے
بڑھاتا ہے یہ جاتا ہے یا تیغ بکف غیر کی طرف اسے کشتہ ستم تیری غیرت کو کیا ہونا

جب جانوروں کے اندر اتنا سوز و گداز ہے اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھوں ذبح ہونے کا اس قدر شوق ہے تو پھر ان لوگوں کے اندر عشق و محبت
کے جو جذبات اس وقت موجزن ہوتے ہوں گے جب محبوب کے قدموں پر وہ اپنی
جانیں قربان کرتے ہوں گے، اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ وہ تو اس عظیم نعمت کا
دشمن کے حصہ میں آنا کبھی گوارا ہی نہیں کرتے۔

نشود نصیب دشمن کہ نشود ہلاک تیغیت

سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

جب حضرت خلیل نے حضرت اسماعیل علیہما السلام کو فرمایا افھوی فی المنام انی
اذ بھک فانظر ماذا تری تو عرض کرتے ہیں یا ایت افعل ما تو امر مستجد فی
ان شاء انشا من الصابرين "سب سے بڑے میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح
کر رہا ہوں تیری کیا رائے ہے تو وہ پکار اٹھے کہ اسے خلیل خدا تم میری گردن کو شوق تازہ

بنائیے میرا تسلیم خم ہے اور ان شاء اللہ ذرہ بھر اضطراب و بے چینی کا مظاہر نہیں ہوگا، بے فکر رہئے۔

فائدہ علامہ اسماعیل حقی صاحب روح البیان کشف الاسرار سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ کی امت میں سے جو بھی مفلس و درویش ہو اور قربانی نہ کر سکے تو کوئی ایسی صورت ہے جس سے وہ قربانی کا ثواب حاصل کر سکے؟ آپ نے فرمایا کہ چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ کوثر پڑھے اللہ تعالیٰ ساتھ قربانیوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال اور دتر حسنات میں درج فرمائے گا۔

نکتہ اولیٰ قربانی کے طور پر بھیڑ، دنبہ، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ سمجھی ذبح کی جاسکتے ہیں لہذا صحیحہ "قربانی کرو" فرمادیا جاتا و انحرؤ اونٹ کی قربانی کرو، کیوں فرمایا اور عام لفظ کی بجائے مخصوص لفظ کو کیونکر اختیار فرمایا گیا تو اس میں یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح نماز سب عبادات بدنیہ سے بڑی عبادت ہے اسی طرح اونٹ قربانی کے جانوروں میں سب سے بڑا ہے لہذا عبادت بدنیہ کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی قربانی ادا کیجئے۔ نیز اونٹ جیسے جانور کو غریب اور فقیر آدمی ذبح نہیں کر سکتا تو اس میں یہ بشارت بھی ہے کہ یہ فقر و فاقہ اور مسکنت ظاہرہ ختم ہو جائے گی اور آپ سو سو اونٹوں کی قربانی کرو گے اور یہ غیبی خبر حجۃ الوداع کے موقع پر پوری ہو گئی۔

نکتہ ثانیہ نماز کے بعد عموماً زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے لہذا یہاں بھی اسے ہی ذکر کیا جاتا، قربانی کو ذکر کیوں فرمایا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین کی نمازیں اور مسجد سے قبول کے لئے ہوتے تھے اور قربانیاں نبیوں کے لئے ہوتی تھیں لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ کی نماز اور قربانی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہئے نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیاری زہد کے تحت درہم و دینار اور سونا چاندی تو اپنے پاس رکھا ہی نہیں

اس لئے زکوٰۃ کا حکم نہیں دیا اور اسے واجب نہ فرمایا البتہ قربانی آپ پر واجب تھی لہذا فرمایا وَاَنْحَر۔ نیز اونٹ عرب کے نزدیک انتہائی پسندیدہ مال ہے اور عظیم منافع میں سے ہے لہذا اس کی قربانی کا حکم دیکر یہ تنبیہ فرمائی کہ آپ کی توجہ لذاتِ دنیویہ اور اموالِ فانیہ کی طرف نہیں ہونی چاہئے بلکہ تمہارا مقصود اصل میری ذات ہونی چاہئے اور آپ کو علی الخصوص یہ حکم دیکر امت کو تنبیہ کرتا ہے کہ جب دنیائے فانی کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ تمہارے آقا و مولے صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم ہے تو تم پر بطریقِ اولیٰ لازم ہے اور اس میں کوئی غفلت و سستی کسی بھی طرح روا نہیں ہے۔

لَسَبَّكَ اس کا تعلق صلوة اور قربانی دونوں کے ساتھ ہے لہذا اصل عبارت فصل لس بک وَاَنْحَر لس بک ہونی چاہئے مگر لیکن فَصَّلَ کے بعد جب اس لفظ کو ذکر فرمایا گیا تو وَاَنْحَر کے بعد بھی اس کا مراد ہونا واضح ہو گیا لہذا پہلے ہی موجودگی میں دوسرے کو لفظاً ذکر کرنا ضروری نہ رہا لہذا اسے اختصار کے لئے حذف کر دیا گیا اور مطلوب و مقصود بھی حاصل ہو گیا یعنی نماز اور قربانی دونوں کا فقط رب تعالیٰ کے لئے ہونا، دوسرے مقام پر بھی تعلیم دی گئی ہے قُلْ اِنْ صَلَّاتِي وَنَسْكَي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ آپ فرمادیں کہ میری نماز اور قربانی، حیات و ممات اس اللہ کے لئے ہے جو کہ رب العالمین ہے۔ میری عبادت اور قربانی اسے مشرکین عرب تمہاری طرح بتوں اور غیر اللہ کے لئے نہیں ہے اور نہ میں ان میں سے کسی کو خدا بزرگ دہرتے کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا ہوں۔

امام رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ لس بک والالام نماز و قربانی اور جملہ عبادت کے لئے یوں ہے جیسا کہ بدن کے لئے روح، بدن جتنا حسین سے حسین کیوں نہ ہو جب تک اس میں روح نہیں اس کا کوئی کمال نہیں بن سکتا اور نہ کسی مدح و ثناء کا مستحق ہے بلکہ وہ تو بعض اور تفرق کے درپے ہوگا، عنقریب گل سڑ کر تباہ و برباد

ہو جائے گا لہذا وہ پھینک دینے یا دفن کرنے کے ہی قابل ہے اسی طرح نماز اگر چہ بظاہر احسن طریقہ سے ادا کی گئی ہو۔ قیام و قرأت بڑے لمبے ہوں۔ رکوع و سجود بڑے طویل ہوں لیکن غیر اللہ کے لئے ہو یا ریاکاری اور دکھلاو اپیش نظر ہو تو وہ اس بدن کی مانند ہے جو روح سے غاری اور خالی ہو اس کی کوئی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں ہے بلکہ وہ باعثِ منفعت و ثواب ہونے کی بجائے عذاب و عقاب کا باعث بن جاتی ہے۔ ایسی قربانی جو بظاہر بڑی نفیس اور قیمتی ہو لیکن خلوص و للہیت والی روح اس میں موجود نہ ہو تو وہ بے کار ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کی بجائے بُعد و دوری کا باعث بنتی ہے اور موجبِ عذاب و عقاب۔

مشرکین جانوروں کو اپنے بتوں کے نام پر پالتے تھے اور انہی کے نام کے ساتھ ذبح کرتے تھے۔ بسم اللہ الشاکر کہہ کر ذبح کرنے کی بجائے بسم اللات والحُثی کہہ کر ذبح کرتے تھے اور انہی بتوں کے لئے قربانی دیتے تھے اور انہی کی عبادت ان کے پیش نظر ہوتی تھی اور اس عبادت میں اللہ وحدہ لا شریک کے ساتھ اپنے ہتھوں سے تراشے اور تیار کئے ہوئے بتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی شریک کرتے اور ان کے ساتھ قربانیوں کی اچھے مہوین ^{طلب} با اور معبود برحق خالق کائنات جل و علا کے درمیان تقسیم کو قرآن کریم نے یوں ان فرمایا ہذا اللہ بزعمہم و ہذا لشراکنا فما کان لشراکنا ثم فلا یصل الی اللہ وما کان اللہ فہو یصل الی شراکنا ثم ساء ما یحکمون^۵ ان کے زعم اور قولِ باطل کے مطابق یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ معبوداتِ باطلہ اور اصنام و احجار کے لئے جو ان کے شرکاء کا حصہ ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جاسکتا اور اس کے حصہ کے ساتھ مخلوط نہیں ہو سکتا لیکن جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ ان معبوداتِ باطلہ اور شرکاء کی طرف پہنچ سکتا ہے اور ان کے حصوں کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔ ان کا یہ قول بہت ہی برا ہے اور بہت شرک بہت ہی قبیح ہے۔

جب تمہوں کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ ہر قسم کی مالی اور بدنی

عبادات صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لئے ہیں اور کوئی ان کا مستحق نہیں ہے تو مشرکین نے کہا اجعل الالهة الها واحدا ان هذا المشی عجاب کیا انہوں نے اتنے کثیر التعدد خداؤں اور معبودوں کو صرف ایک خدا بنا دیا یعنی دوسروں کی خدائی والوہیت کی نفی کر دی اور صرف ایک ذات کو ان عبادات کا مستحق و حقدار بنایا یہ تو بہت عجیب بات ہے اور خود قیامت میں ان کا اپنے اس زعم باطل پر اظہارِ افہوس کرنا اور اپنی گمراہی و بیدینی کا اعتراف کرنا قرآنِ کریم نے یوں بیان فرمایا ہے تالذ ان کنا لعی ضلل مبین۔ اذ نسویک رب العالمین۔ ”خدا شہم یقیناً اس وقت گمراہی اور کھلی بیدینی پر تھے جبکہ تمہیں اللہ رب العالمین کے برابر جانتے تھے اور اس کے شریک مانتے تھے“

اور بعض مشرکین کہتے تھے کہ ہم اس قابل کہاں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں لہذا ہم تو صرف ان اہنام کی عبادت کیوں گے اور یہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہنا لعلنا نعبد اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور مخلوق میں سے کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اس میں شریک کرنا یا صرف غیر اللہ کے لئے اسے مختص کر دینا، دونوں ظلمِ عظیم میں ان بالشراک لظلم عظیم۔ اور یہ فعل اتنا قبیح ہے کہ اس میں حلال اور جائز ہونے کی بالکل صلاحیت نہیں ہے۔ اسی لئے تمام ادیانِ سماویہ و نظامِ زمانوں میں حرام رہا ہے اور حرام رہے گا۔ اسی لئے اپنے محبوب و مطلوب صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا فصل لسبک وانحر صرف اپنے رب کے لئے نماز ادا کیجئے اور قربانی دیجئے۔ اور جب آپ کو یہ حکم ہے تو دوسروں کے لئے بطریقِ اولیٰ اخلاص اور توحید فی العبادات لازم و ضروری ہوگی۔

تنبیہ اول عبادت کہتے ہیں غایۃ التذلل کو یعنی عاجزی اور انکساری کو انتہا تک پہنچا دینا۔ اور یہ اسی صورت میں متحقق ہوگی جب کسی بھی غیر اللہ میں اللہ تعالیٰ کے صفات سے رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین تسلیم کئے جائیں جب تک ایجاد و تخلیق اور بقا و دوام اور موت و حیات اور حشر و نشر کی قوت کسی میں تسلیم نہ کی جائے اس کے سامنے کیجا نبیوالی عاجزی و انکساری اور تواضع و فروتنی عبادت نہیں ہو سکتی اور جب یہ اوصاف

کسی میں تسلیم کر لئے جائیں تو اسی وقت شرک لازم آجائے گا خواہ اسے سجدہ نہ بھی کرے اور اس کے سامنے دست بستہ قیام نہ بھی کرے اور یہ صفات غیر اللہ میں تسلیم کئے بغیر سجدہ بھی کرے تو شرک نہیں ہے۔

اللہ رب العزت نے فرشتوں کو حکم دیا اسجدوا للادم حضرت آدم کے سامنے سجدہ کرو، فسجدوا الا ابليس ابي واستكبر وكان من الكافرين تمام نے حضرت آدم کے سامنے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کر دیا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور کافریں میں سے ہو گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام، ان کی زوجہ محترمہ نے اور تمام بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا رفع ابویہ علی العرش وخرؤا لہ سجدا انہوں نے اپنے والدین کو اپنے تخت سلطنت پر اپنے ساتھ عزت و کرامت کے ساتھ بٹھایا پس وہ، ان کے بھائی، ان کے سامنے سجدے میں گر گئے اور انہوں نے فرمایا یا ابت هذا تاویل رویای من قبل اسے میرے باپ یہ ہے میرے اس پہلے خواب کی تعبیر جس کو میں نے دیکھا تھا، اذ قال یوسف لابییہ یا ابت انی ما ایت احد عشر کواکبا والشمس والقمر ما ایتھولی ساجدین، کہ گیارہ ستارے اور شمس و قمر میرے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں، آج وہ خواب پورا ہو گیا۔

اگر کسی کے سامنے سجدہ کرنا اس کی عبادت بن جانا اور شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی بلا شک کو اس کا حکم نہ دیتا ان اللہ لا یامر بالفحشاء اللہ تعالیٰ بری باتوں کا حکم نہیں دیتا، اور شرک سے بڑھ کر تو بُری شئی سے ہی نہیں۔ اور جس نے سجدہ لغیر اللہ سے انکار کیا وہ تو مستحق عزت و کرامت سمجھا جاتا نہ کہ قیامت تک لعنت کا مستحق ان علیک لعنتی الی یوم الدین۔ نیز حضرت یعقوب علیہ السلام جیسا عظیم الشان پیغمبر اور ان کا گھرانہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوتا اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی نبی ہوتے ہوئے اس شرک اور عبادت غیر اللہ کی اجازت نہ دیتے

اور اسے اپنے خواب کی تعبیر قرار دیکر اس پر مسرت و شادمانی کا اظہار نہ کرتے۔
ان آیات سے واضح ہو گیا کہ عبادت وہ فعل ہے جس میں انتہائی تواضع اور
انکساری ہو اور وہ اسی صورت میں ہے جبکہ صفات الوہیت اور خواص خداوندی مثلاً
رب العالمین ہونا، رحمن و رحیم ہونا اور مالک یوم الدین ہونا وغیر میں تسلیم کئے جائیں۔
علم کلام میں شرک کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:-

الشرك اثبات الالهية بمعنى وجوب الوجود كما
للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة

الاصنام۔ (شرح عقائد نسفی)

شرک کا معنی ہے کسی غیر اللہ میں الوہیت ثابت کرنا خواہ الوہیت بمعنی وجوب الوجود
ہو یعنی وہ غیر بھی اپنے وجود میں مستقل ہے اور کسی خالق کی طرف محتاج نہیں جیسے
کہ اللہ تعالیٰ خود بخود موجود ہے اور کوئی اس کا خالق نہیں ہے، جیسے کہ مجوسیوں
نے دہ خدا تسلیم کئے ہیں ایک خالق خیر جسے یزدان کہتے ہیں اور دوسرا خالق شر
جسے اہرن کہتے ہیں، یا بمعنی استحقاق عبادت یعنی کسی غیر کو مستحق عبادت سمجھنا
جیسے کہ بت پرست لوگ اپنے بتوں کو عبادت کا حقدار سمجھتے تھے اور بدنی و مالی
طور پر ان کی عبادت کرتے تھے۔ اذ نسویکم رب العالمین۔ ما نعبدہم
الا لیقر بونا الخ اللہ نہ لغنی۔ اجعل الالہة الہا واحدا، الخ غیر ذلک
من الآیات۔

لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم یا اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کی
تعظیم و تکریم اس لحاظ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اور محبوب و
مطلوب ہیں، نہ وہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے، نہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کی
صفات میں شریک، نہ تو یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ہے اور نہ
ہی اولیاء کرام کی اور نہ ہی اس میں شرک کا شائبہ ہے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی تعظیم اس لحاظ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں

اور اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور ایسا نعبد
میں داخل ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے تفسیر عزیزی کے اندر
ایک نعبد کے تحت فرمایا ہے کہ ان عبادات سے جو کہ آنکھ سے تعلق رکھتی ہیں،
یہ ہیں :-

دیدن مشاہد غیر مثل کعبہ شریفہ و قرآن مجید و دیدن بزرگان مثل انبیاء و
اولیاء و زیارت قبور شہداء و صالحان کہ جان خود را در راہ او باخته
اند و اوقات عزیز خود را در یاد او گزرانیدہ ص۔

”مقامات خیر و برکت کو دیکھنا مثلاً کعبہ شریف و قرآن مجید اور بزرگ و مقدس مسجیوں
کی زیارت مثلاً انبیاء کرام اور اولیاء کرام اور شہداء و صالحین کی قبروں کی زیارت
کرنا جنہوں نے اپنی جان کو راہِ خدا میں قربان کیا اور اپنے قیمتی اوقات کو اللہ تعالیٰ
کی یاد میں صرف کیا“

لہذا گنبدِ خضریٰ کی زیارت اور اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت اور ان کے
ادب و احترام کو شرک کہنا، میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور گیارہویں وغیرہ کو شرک
کفر کہنا، اعزاز بزرگان دین کو شرک و کفر کہنا بالکل لغو و باطل ہے۔ ہاں اگر کوئی
شخص زندہ ولی کو یادصال کے بعد اس کی قبر کو یا رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم کے
مزارِ اقدس کو سجدہ کرے تو یہ شرک نہ سہی حرام ضرور ہے کیونکہ ہماری شریعت میں
غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہے خواہ تعظیم کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ اور پہلی شریعتوں میں
سجدہ بطور توحید و سلام کے جائز تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سجدہ
غیر اللہ کے لئے جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔
بلکہ عوام کو تو مزار بوسی کی بھی اجازت نہیں دی گئی اور خواص کو بھی عوام کے سامنے
ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ عوام اسے سجدہ نہ سمجھ لیں اور حرام کام کے
مرتکب نہ ہو جائیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں ”لیکن باید کہ

مسح نکتہ قبر اور بوسہ نذیر چنانکہ عادت یہود و امت ہے، انتہی لیکن خواص کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے میں بشرطیکہ عوام کا لالہ عام کے سامنے نہ کیا جائے کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حضرت ابوالفضل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ اپنے رخسار کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر رکھے ہوئے تھے جب مردانِ حاکم مدینہ نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو تنبیہ فرمائی اور منع کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار انور ہے کوئی بت تو نہیں جس کی میں تعظیم کر رہا ہوں! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ دین پر اس وقت تک نہ رو ناجب تک اس کے حاکم اہل و لائق ہوں۔ اب تجھ جیسے نالائق اور نااہل حاکم میں جنہیں مزار اقدس اور بتوں کے درمیان امتیاز ہی نہیں، تعظیم مصطفیٰ اور عبادتِ امتام میں فرق ہی معلوم نہیں لہذا اب دین پر رونے اور آنسو بہانے کا وقت آ گیا ہے۔

نیز فقہاء کرام نے ماں باپ کی قبروں کو بوسہ دینا جائز رکھا ہے۔ اگر بوسہ دینا عبادت ہوتا یا مسجدہ کے حکم میں ہوتا تو قطعاً اس کی اجازت نہ ہوتی اور جب ماں باپ کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے تو وہ ہستیاں جن کے قدموں کی خاک پر ہمارے ماں باپ اور ہم قربان ہوں ان کا بوسہ دینا کیونکر شرک و کفر، اور عبادتِ غیر اللہ ہوگا؟

تنبیہ ثانی | لات و عزیٰ کا نام ہویا رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے اولیا کرام کا، بالکل ناجائز ہے اور کفر و شرک ہے کیونکہ یہی وہ مشرکین عرب کا مفا اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے وما اهل لغیر اللہ کہہ کر حرمت کا حکم لگایا ہے اور مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں وجہ حرمت فرمادی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ذبح کی وقت غیر اللہ کا نام لیکر اسے ذبح کیا جائے جیسا کہ مشرکین ذبح کی وقت باسم اللات والعزیٰ کہہ کر ذبح کرتے تھے۔ ہر تفسیر میں یہی مذکور ہے لہذا وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذبح کئے جائیں اور ذبح کرتے وقت صرف بسم اللہ

اللہ اکبر پڑھا جائے غیر کا نام شامل نہ کیا جائے تو وہ ذبح اللہ ہے لہذا اللہ نہیں لہذا اسکا گوشت کھانا بالکل جائز ہے۔ لہذا وہ جانور جنہیں اللہ کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے اور ان کا گوشت اللہ کے نام پر صدقہ کیا جاتا ہے اور جو ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ بزرگانِ دین کے اروح کو پیش کیا جاتا ہے اسے غیر اللہ کی عبادت قرار دینا اور شرک و کفر کے فتوے لگانا بہت بڑی جہالت اور بے دینی ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا غوثِ اعظم کا ہے یا یہ گائے خواجہ اجمیر کی ہے تو ان کا مقصد قطعاً یہ نہیں ہوتا کہ ان کی عبادت کے لئے اسے ذبح کرنا ہے اور وہ اللہ کے ساتھ اس مالی عبادت میں شریک ہیں بلکہ صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ جو ثواب اس کے صدقہ کرنے سے ملے گا وہ ان مقدس ہستیوں کے لئے ہے اور اسی مقصد تحت ہی الفاظ خود صحابہ کرام نے انہی مواقع میں استعمال فرمائے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا تو انہوں نے انکی طرف سے صدقہ کرنا چاہا۔ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا پانی صدقہ کرنا سب سے افضل ہے تو انہوں نے کنواں کھودا اور اسے اللہ کے لئے وقف کر دیا اور کہا ہذا لام سعد یہ کنواں سعد کی مال کے لئے ہے "یعنی اس کا ثواب سعد کی والدہ کے لئے ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بصرہ سے چند آدمی آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے قریب ایک قصبہ ہے جسے ابلہ کہا جاتا ہے اسے جانتے ہو تو انہوں نے عرض کیا ہاں ہم جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

من یصمن لی منکران یصلی فی مسجد العشار بہا رکعتین

اور بعد رکعات شرعیوں ہذا لاجی ہریرہ۔

"تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ ابلہ کی مسجدِ عشار میں دو یا چار رکعت نماز پڑھے! اور پھر کہے کہ یہ ابو ہریرہ کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب ابو ہریرہ کے نامہ اعمال میں درج ہو" (مشکوٰۃ شریف)

نماز بھی اللہ کے لئے ہے اور صدقہ بھی اللہ کے لئے ہے لیکن نماز کا ثواب حضرت ابو ہریرہ کو پہنچاتا ہے اور صدقہ کا ثواب ام سعد کو پہنچانا ہے لہذا اس نیت سے یہ کہنا کہ یہ نماز ابو ہریرہ کے لئے ہے یا یہ کنواں ام سعد کے لئے ہے، جائز ہے لہذا اسی طرح یہ کہنا کہ یہ بکرا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے ہے اور یہ گائے حضرت خواجہ جمیری رضی اللہ عنہ کے لئے ہے وغیرہ وغیرہ، بالکل جائز ہے نیز کسی طرف سے جانور ذبح کر کے اسے ثواب میں شریک کرنا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔

الغرض عبادت مالی ہو یا بدنی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے لیکن عبادت اللہ کے لئے کی جلتے اور اس سے ملنے والے ثواب کو کسی طرف بھی بطور ہدیہ پیش کیا جاسکتا ہے اور یہ بالکل جائز ہے عقائد کی کتابوں میں ہے وہی دعاء الاحیاء للاموات و قد تم عدم نھر نھر زندہ لوگوں کا فوت ہونے والوں کے لئے دعا کرنا، صدقہ کرنا اور ایصال ثواب کرنا ان کے لئے نافع ہے لہذا کوئی بھی اہل سنت والجماعت اور مذہب حق کا پرستار اس کو کفر و شرک اور ناجائز و حرام نہیں کہہ سکتا۔

نکتہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ عبادت اللہ کے لئے ہے اور کسی دلی، غوث و قطب کے لئے بلکہ رسالت اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی جائز نہیں البتہ عبادت اللہ کو عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیا جاسکتا ہے اور ان کے ادب و احترام کی خاطر ترک کیا جاسکتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر کو قضا کر دیا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سرناز کو اپنی گود سے باہر نہ نکالا اور اپنی نماز ادا کر لے کے لئے انہیں بیدار نہ کیا نیز جان کی حفاظت جو فرائض سے مقدم فرض ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام پر قربان کر دیا۔ سانپ کا ڈسنا اور جان دینا برداشت کر لیا لیکن آرام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں خلل رانداز ہونا گوارا نہ کیا۔ امام اہل سنت نے فرمایا کہ مولیٰ علی نے داری تری نیند پر نماز

اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ نظر کی ہے

Marfat.com

صدیق بلکہ فارمیں جان اس پر دے چکے
اور حفظِ جان تو جانِ فردوس و غرر کی ہے

ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

حضرت سعید بن العلی رضی اللہ عنہ نماز میں مصروف تھے رسالتاً صلی اللہ علیہ
وسلم نے یاد فرمایا تو وہ ذرا دیر سے پہنچے۔ سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا
میں نماز میں مصروف تھا جبکہ آپ نے آواز دی اس لئے جلدی جلدی نماز پڑھی اور پھر
آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے اللہ کا یہ حکم نہیں سنا یا ایہا الذین
امنوا استجبوا للہ وللرسول اذا دعا کما سے ایمان والوجب اللہ اور اسکا رسول
صلی اللہ علیہ وسلم پکاریں تو فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرو، تو پھر تم کیوں مشغول و
مصروف ہے (مشکوٰۃ)

سبحان اللہ! اللہ کے نزدیک اپنے محبوب کی عظمت و کرامت کس قدر ہے
کہ بندہ اسکی نماز پڑھ رہا ہو اور ادھر اس کا محبوب اسے پکارے تو حکم فرمایا جا رہا ہے کہ
میری نماز کو چھوڑ دے اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔
صحابہ کی توجید یہ ہے اور قرآن کی توجید یہ ہے کہ نماز آرامِ مصطفیٰ پر قربان، نماز سے اہم
فریضہ حفاظتِ جان ہے وہ بھی آرامِ مصطفیٰ پر قربان، نماز میں کھڑے ہوں لیکن محبوب
خدا کا بلاوا اٹھے تو نماز کو چھوڑ دینا فرض اور چودھویں صدی کی توجید یہ ہے کہ نماز
میں اس محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر ہے
نعوذ باللہ من ذلک (صراطِ مستقیم اسماعیل دہلوی)

نکتہ اولیٰ | فصل لِرَبِّکَ وَ اٰخِرُ - فرضیتِ نماز اور قربانی کے مقام میں
اپنی صفتِ ربوبیت کو ذکر فرمایا اور انا اعطینا لک الوش میں اپنی کسی
صفت کو ذکر کرنے کی بجائے ضمیر استعمال فرمایا جو کہ محض ذات پر دلالت کرتا ہے
یعنی لفظ "نا" ضمیر مشکلم مع الغیر اس کے کئی وجوہ ہیں:

کو بشارت دی ہے کہ میں نے تمہیں طاعت و تابعداری سے پہلے اس طرح پالا اور پرورش فرمائی اور تربیت و تادیب فرمائی کہ ہر نبی نے تم سے فیض حاصل کیا، علم و ادب اور معرفت و حکمت کا درس لیا اور آپ کو عالم ارواح میں ہی منصب نبوت و رسالت پر فائز فرما کر نبی الانبیاء بنا دیا۔ تو کیا ان عبادات کی بجائے اور کسی اور چیز کے بعد تمہیں تمہارا رب بھلا دے گا؟

نہیں ہرگز نہیں۔ وہ رب ہے اور رب ہر وقت تربیت فرماتا ہے لہذا آخرت میں بھی تمہارا رب تمہیں وہ عزت و عظمت اور سر بلندی و سر فرازی عطا فرمائے گا کہ سب اہل محشر تمہاری جنبش لب کے منتظر ہوں گے، تم سے شفاعت کے طلبگار ہوں گے اور تمہارا لواء الحمد اور سایہ رحمت کی پناہ ڈھوتے ہوں گے۔ فصلی اللہ علیٰ حبیبہ و محبوبہ و مطلوبہ۔ عدد نعمہ علیہ و عدد خلقہ و زنة عرشہ و ملاء السموات الارض قدر حسنہ و جمالہ و جاہہ و جمالہ و برہ و نوالہ و اصحابہ و اللہ صلاۃ تمغی و تدوم بدوام الملک الحق القیوم۔

اِنَّ شَانِكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

”بے شک آپ سے بغض و عداوت رکھنے والا ہی ابتر ہے“

جو آپ سے دشمنی رکھے گا اور آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے گا وہ ابتر ہے نہ اس کی یاد اور پسندیدہ ذکر باقی رہے گا اور نہ ہی نسل اور نام و نشان۔

اس آیت کے شانِ نزول میں مختلف اقوال ہیں۔

شانِ نزول | ارحمت عالم و عالمیان، سید انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے باہر تشریف لارہے تھے اور عاص بن داؤد سہمی مسجد میں داخل ہو رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے کچھ بات چیت ہوئی جب وہ مسجد حرام میں داخل ہوا تو قریش کے سردار جو اندر موجود تھے انہوں نے پوچھا تو کس سے کلام کر رہا تھا؟ تو اس بد بخت نے کہا اس ابتر کے ساتھ یعنی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہوا اور آپ کی زمینہ اولاد باقی نہ رہی تو عاص بن داؤد لعین نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابتر ہیں یعنی ان کا کوئی بیٹا نہیں جو ان کے بعد جانشین بن سکے لہذا جب یہ فوت ہو جائیں گے تو ان کا ذکر ختم ہو جائے گا، ان کی یاد دلوں سے مٹ جائے گی اور تمہیں آرام و سکون مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے اور اس بد باطن خبیث کا رد کرنے کے لئے فرمایا اِنَّا اعطیناک الکوثر ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے، تمہارا ذکر غیر قیامت تک اور اس کے بعد بھی باقی رہے گا بلکہ جو تم سے بغض و عناد رکھنے والا ہے وہی بے نام و نشان ہو جائے گا۔ جبرامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل و کلثمی اور عام اہل تفسیر نے اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔

۲- کعب بن اشرف یہودی مدینہ منورہ سے مکہ شریف آیا اور کفار قریش کیساتھ

ملاقات کی۔ انہوں نے کہا تو اہل مدینہ کا سردار ہے اور اہل کتاب میں سے ہے یہ تو بتلا کہ ہم لوگ چاہہ زمرم کے مالک ہیں اور خانہ کعبہ کے محافظ ہیں کیا ہم بہتر ہیں یا یہ ابتر جو کہ مدعی نبوت ہے اور ہم سے بہتر ہونے کا دعویٰ ہے تو اس بدکیش نے کہا تم بہتر ہو حالانکہ وہ بد بخت تورات کا عالم ہونے کی وجہ سے صداقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتا تھا اور تورات میں مذکور دلائل و معجزات اور عباد کمالات اور علامات و نشانات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبر آخر الزمان ہونا جانتا تھا لیکن محض تعصب و عناد کے باعث مشرکین کو افضل الخلق سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل و اعلیٰ کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرماتے ہوئے کہا کہ ان شانئک ہوالابتر۔

۳۔ یہ آیت شریفہ ابو لہب کے حق میں نازل ہوئی اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو کہا تھا "تَبَّالک" تمہارے لئے ہلاکت ہو، اور آپ کی دعوت توحید و رسالت کو ٹھکرا دیا اور آپ کی پیٹھ پیچھے عدم موجودگی کی حالت میں کہتا کہ یہ ابتر ہے، اس کا ذکر عنقریب ختم ہو جائے گا پہلے قول کے رد میں پوری سورہ "تَبَّ" نازل ہوئی اور دوسرے قول کا رد کرنے کے لئے فرمایا ان شانئک ہوالابتر۔

۴۔ یہ آیت کریمہ عقبہ بن ابی معیط کے حق میں نازل ہوئی اس نے بھی بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی گستاخی کی اور اسی کلمہ ابتر کو آپ کے حق میں استعمال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا ان شانئک ہوالابتر۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔ ممکن ہے کہ متعدد کفار و مشرکین نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخانہ کلمہ استعمال کیا ہو اور یہ سب روایات صحیح ہوں لیکن عاص بن دائل سہمی اس گستاخی میں مشہور و معروف تھا اس لئے جمہور مفسرین نے پہلے قول کو ہی اختیار فرمایا اور ان شانئک ہوالابتر کا مصداق اسی بد بخت کو ٹھہرایا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کتنی بڑی عزت و عظمت اور حرمت و کرامت والے ہیں جب کوئی بد نعت ان کی ذات ستورہ صفات، عصمت، تاب پر اعتراض کرتا ہے اور زبانِ طعن و راز کرتا ہے تو اللہ رب العزت، فائق و مالک کائنات خود اس کا رد فرماتا ہے اور اپنی طرف سے جواب دیتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں:-

وهكذا سنة الاحباب فان المحبيب اذا سمع من ليشتم
حبيبه تولى بنفسه جوابه فلهنا قول الله سبحانه
وتعالى جوابا له.

” اور یہی احباب کا طریقہ ہے جب دوست اپنے دوست کے حق میں کسی کو اعتراض کرنے اور گالی بکتے ہوئے سنتا ہے تو خود اس کا جواب دیتا ہے پس یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر طعن کرنے والوں کا خود جواب دیا ہے اور فرمایا اے حبیب جو تمہیں ابرکتا ہے وہ خود ابرکت ہے، اس کی نسل ختم ہونیوالی ہے اور اس کا نام و نشان مٹنے والا ہے۔“

صرف یہی مقام نہیں بلکہ جہاں بھی کسی بد باطن خبیث النفس نے اس آفتاب نبوت و مآبتاب رسالت کی طرف گریز و عیب و نقص اٹانے کی ناپاک کوشش کی اللہ رب العزت جل و علا نے خود اسی کو اس خاکِ ندامت میں مبتلا کیا اور ذلیل و رسوا کر دیا اور اپنے محبوب کے لیے داغِ دامن کو ان آلودگیوں سے محفوظ فرمایا اور ان کی عظمت و رفعت کو نمایاں فرمایا۔ اس بارگاہِ عالم پناہ اور پہلے انبیاء کرام میں تفاوت کو تو ملاحظہ کرو۔ اس رسولِ عالم اور رسل سابقین میں سنتِ خدا جل و علا تو مشاہدہ کرو۔ جب ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کی جاتی ہے، رسالت و نبوت پر اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ خود جواب دیتے ہیں اور اپنی بے عیب ذاتوں پر لگائے جانے والے الزامات کا جواب خود دیتے ہیں لیکن جب اپنے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بدعت تنقید پٹایا گیا تو خود جواب دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا انا المنزک فی ضلل مبین۔
 ”یقیناً آپ ہمارے نزدیک کھلی گمراہی میں مستغرق ہیں“ تو انہوں نے خود جواب دیتے ہوئے
 فرمایا یا قوم لیس بی ضلالنا و لکنی رسول من رب العالمین اے میری قوم میرا
 گمراہی میں مستغرق ہونا تو کجا گمراہی تو میرے قریب بھی نہیں آسکتی لیکن میں اللہ رب العالمین
 کی طرف سے رسول ہوں جو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا انا المنزک فی سفاہتہ وانا
 لمنظک من الکاذبین۔ ”تحقیق ہم آپ کو سفاہت اور کم عقلی میں مبتلا دیکھ رہے
 ہیں اور ہم آپ کو جھوٹے لوگوں میں سے جانتے ہیں“ تو انہوں نے بھی خود اس گستاخی کا
 جواب دیا یقوم لیس بی سفاہتہ و لکنی رسول من رب العالمین اے
 میری قوم کم عقلی اور سفاہت تو میرے قریب بھی نہیں چھٹکتی بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 تمہارے پاس بھیجا ہوا رسول ہوں تاکہ تمہیں سیدھی راہ بتاؤں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زرعون ملعون نے کہا انی لاظنک یسوعی
 مسجوداً اے موسیٰ میں تجھے مسخر زدہ سمجھتا ہوں اور جادو کیا ہوا خیال کرتا ہوں“
 تو خود موسیٰ علیہ السلام نے اس مردود کے اس طعن کا جواب دیتے ہوئے فرمایا انی
 لاظنک یفرعون مشبوداً اے زرعون! میں تجھے بلاکت میں مبتلا سمجھتا ہوں“
 جب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کفار نے کہا یا ایہا الذی
 نزل علیہ الذکر من بیننا انت ملعون اے وہ شخص جس پر بزعم
 خویش ہماری موجودگی میں کتاب نازل ہوئی اور ہم پر نازل نہ ہوئی تو یقیناً مجنون ہے“
 اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض والزام کو خود رد فرمایا ان والقلم وما یسطرون
 ما انت بنعمۃ ما بک بمجنون۔ و انت لعلی خلق عظیم۔ فستبصر
 و تبصرون۔ بایک المفتون۔ ”مجھے قسم ہے اس قلم کی جس نے لوح محفوظ پر کان د
 مایکون کو تحریر فرمایا اور قسم ہے اس کی جو فرشتے تحریر کرتے ہیں۔ آپ اپنے رب کی
 نعمت کی بدولت مجنون نہیں ہو اور یقیناً آپ اخلاق عظیمہ کے مالک ہیں پس عنقریب

آپ بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی کہ فتنہ و جہنم میں وہ مبتلا ہیں یا آپ! جن لوگوں نے آپ کو
 بخون کہا ان میں سے ولید بن مغیرہ سب سے پیش پیش تھا اور قرآن کریم کو قصے کہانیاں کہا
 کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خصوصی طور پر مذمت فرمائی ارشاد فرمایا وَلَا تَطْعَمْ كُلَّ جَلْفٍ
 مَلِینٍ هَمَّازٍ مَشَاءٍ بِنَمِیمٍ مَنَاعٍ لِلْخَیْرِ مَعْتَدٍ اَشِیمٍ عَمَلٌ بَعْدَ ذَلِکَ نَمَانِیمٍ
 (الحی، سنہ ۱۹۸۷ء علی الخراطوم) آپ ایسے آدمی کی بالکل اتباع نہ کریں جو بہت قسمیں
 کھائی والا ہے اور رذیل، عیب جو، چغلیور، ہر قسم کی خیر و بھلائی سے منع کرنے والا، حد
 سے تجاوز کر نوالا، گناہوں کا دلدادہ، بدخلق اور بائیں ہمہ حرام زادہ ہے (تاہم معتزب اس
 کی سونڈ جیسی ناک پر نشان لگائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص
 کے اتنے عیب بیان نہیں فرمائے جتنے کہ ولید بن مغیرہ کے بیان فرمائے ہیں۔ جب یہ آئیہ
 کہ یہ نازل ہوئی تو اس نے اپنی ماں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے دل عیب
 بیان کئے ہیں۔ ان میں سے تو کو تو میں جانتا ہوں لیکن ایک طعن (ولد الزنا) کو میں نہیں جانتا
 سچ بتلا کہ حقیقت کیا ہے ورنہ میں تیرا سر قلم کر دوں گا تو اس نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا
 اور بے شمار مال و دولت کا مالک تھا، مجھے اس مال و دولت کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہوا
 تو میں نے ایک چرواہے کے ساتھ برائی کی اور اسی کے نطفہ سے عمل ٹھہر گیا اور تو پیدا
 ہو گیا۔

مغیرہ نے ولید کی پیدائش کے اٹھارہ سال بعد اسے اپنا بیٹا کہا اور قرآن پاک
 نے واضح فرما دیا کہ یہ نبییت رسالت کا صلہ اللہ علیہ وسلم کی گستاخی دے ادبی اس لئے
 کرنا، گستاخو ہر پید ہے اور حرام زادہ ہے اور ولد الزنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بد کرداری،
 بد اخلاقی اور نبییت خمیر کے لحاظ سے اس بھٹے نو عیب کو فرمائے اور سوال عیب شکل و صورت
 کے لحاظ سے ذکر فرمایا کہ اس کی ناک ہاتھی کے سونڈی مانند ہے یا خنزیر کی ناک جیسی اور اس
 تشبیہ سے اس کی ذلت ذاتیہ بھی واضح فرمادی کہ وہ شخص انسانیت کی حدود سے تجاوز کر کے
 خنزیر کی خست و رقالت اور ہاتھی والے تکبر و نخوت کی حدود میں داخل ہو گیا ہے۔ نیز اس

سونڈ پر نشان لگانے کا وعدہ الہی میدان بدر میں پورا ہو گیا جب کہ ایک انصاری کی تلوار سے اس کی ناک شدید زخمی ہو گئی اور ناسور بن کر روز بروز اس کی قباحت و بدشکلی میں اضافہ کا موجب ہوئی اور بالآخر وہ لعین اس ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم واصل ہو گیا۔

تنبیہ | جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو موضوع بحث بناتے ہیں اور شب و روز ان کی عیب جوئی اور تلاش نقص میں مشغول رہتے ہیں انہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو محل طعن و تشنیع بنانے اور ان میں عیوب و نقائص نکالنے کی مذہب کو کوشش سے باز رہنا چاہئے ورنہ ولید بن مغیرہ والے انجام کے لئے تیار رہنا چاہئے اور مسلمانوں کو یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ یہ بھی کہیں ولید بن مغیرہ کی طرح خبیث الاصل اور پلید ضمیر کی پیداوار تو نہیں؟ جو محسن انسانیت بلکہ مربی عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا حق نعمت اس طرح ادا کر رہا ہے۔

نکتہ | شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا کہ جس نے ایک کلگ تاخی و بے ادبی کا بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں استعمال کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے دس عیب بیان فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ گستاخی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جزا دس گنا ہے تو جو شخص ان کی مدح و ثنا کرے گا یقیناً اسے بھی دس گنا ثواب ملے گا اسی لئے حدیث پاک میں ہے من صلی علی واحدہ صلی اللہ علیہ عشرًا جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

اذ میں جا معلوم شد کہ چوں اذ تعالیٰ در مقام عدل مودیان رسول علیہ السلام را یک را دہ گرفتہ جزا داد کسانے را کہ در محبت رسول اللہ و خدمت او مصروف اند البتہ یک را دہ گرفتہ انعام فرماید و لہذا در حدیث شریف وارد است من صلی علی واحدہ صلی اللہ علیہ عشرًا

اقول وباللہ التوفیق اللہ رب العزت نے جزا کے لئے ضابطہ و قاعدہ یہ بیان فرمایا ہے

من جاءنا بالمسنة فله عشر مثالها ومن جاء بالسنة فلا يجوز على الامثالها
 وهو لا يظلمون جوئی کرے گا اسے دس گنا اجر و ثواب ملے گا اور جو برائی کرے گا
 نواسے برابر ہی جزا و سزا ملے گی اور ان پر زیادتی نہیں کی جائے گی، لیکن جب محبوب خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی و بے ادبی کی سزا و جزا دس گنا ہوئی تو ان کی
 مدح و ثنا، تعریف و توصیف اور تعظیم و تکریم کی جزا صرف دس گنا نہیں بلکہ بہت زیادہ
 ہوگی لہذا ہمیشہ پاکدہ میں وارد ہے من صلی علی واحدة صلی اللہ علیہ عشر
 صلوات وحطت عنده عشر خطیات و رفعت له عشر درجات رواه الضعفاء
 (مشکوٰۃ) جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا
 اور دس گناہ معاف فرما دے گا اور اسے منازلِ قرب کی طرت دس درجے بلند فرمائے گا،
 فصلی اللہ علیہ قدر جاہ و جلالہ و حسنہ و جمالہ و رفعتہ و کمالہ
 عدد ما خلق وما یخلق وما لم یخلق ولا یخلق و عدد معلوماتہ و شئون صفاتہ و ذاتہ۔
 جب کفار نے آپ کی شانِ رسالت پر تنقید کی اور کہا لست برسلاً تم
 رسول خدا نہیں اور اپنے دعوے میں کہتے ہیں تو اللہ رب العزت نے فرمایا لیس والقان
 المحکم انت لمن المرسلین علی صراط مستقیم، اسے بہت عید کائنات قرآن حکیم
 کی قسم آپ یقیناً سچے رسول ہیں جو کہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں اور لوگوں کو بھی اسی
 راہ راست کی طرف بلانے والے، فرمایا انا امرسلنا الیکم برسلاً شاہدا علیکم
 بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا ہے جو کہ تم پر گواہ ہے، انا
 امرسلناک بالحق ہم نے آپ کو حق کے کیساتھ مبعوث فرمایا محمد رسول اللہ
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں،

الغرض ایک اعتراض کا متعدد مقامات پر جواب دیا اور کفار کے کلمہ ناحق کی
 تردید فرمائی اور ساتھ ہی قسم ذکر فرما کر اس جواب کی تاکید فرمائی، شاہ عبدالعزیز صاحب نے
 فرمایا مسئلہ یہ ہے کہ مدعی پر گواہ لازم ہوتے ہیں اور مدعی علیہ پر قسم جب کفار یہ دعوے کیا
 کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں رسول کیسے ہو سکتے ہیں اور لست برسلاً تو ان

پر شہادت لازم تھی اور وہ کوئی بھی شہادت اس قولِ باطل پر پیش نہیں کر سکتے تھے لہذا مدعی علیہ یعنی رسالتِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم پر قسم لازم آتی تھی اور جب رسالت پر ہونے والے اعتراضات کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا اور حقانیتِ رسالت کا اثبات اپنے ذمہ کر لیا تو محبوب کی بجائے قسم اٹھا کر ان کی رسالت سے ہر شک و شبہ کو دور فرما دیا۔

اقولے اسی طرح جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جنون میں مبتلا ہونے کا دعویٰ کیا اور اس عقولِ کل کے دماغ میں نقص کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کی طرف سے قسم اٹھا کر والقلم وما یسطرون فرما کر اس دعویٰ کو رد فرمایا جب وہ اس زعمِ باطل پر کوئی دلیل نہ پیش کر سکتے تھے اور نہ پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے حلفیہ بیان ذکر فرما کر اس کو رد کیا اور ساتھ ہی نفی جنون اور اس دعویٰ سے کی لغویت و بطلان پر دلائل قائم کئے :

(۱) **بنعمت ربک**۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضل و کرم کے مہبط و مرکز ہو لہذا مجنون کیسے ہو سکتے ہو۔ **وان لک اجر اعیر ممنون** اور بے شک تمہارے لئے ہدایت و ارشاد اور ابلاغ و انذار کی وجہ سے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ اور مجنون تو کسی فعل پر اجر کا مستحق ہی نہیں ہوتا۔ **وانک لعلی خلق عظیم** اور بے شک آپ اخلاقِ عظیمہ کے مالک ہو۔ اور مجنون کو تو تن بدن کا ہوش نہیں ہو سکتا۔ وہ اخلاقِ عالیہ کا مالک کیسے ہو سکتا ہے۔ بہر حال شانِ رسالت پر اعتراض کیا گیا تو بھی خود جواب دیا اور آنجناب کی فطانت و ذہانت پر اعتراض کیا گیا تو اس کا جواب بھی خود دیا۔

نکتہ اللہ تعالیٰ نے اثباتِ توحید و رسالت کو محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے درمیان اس طرح تقسیم فرمایا ہے کہ ان کی رسالت کو ثابت کرنا اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اپنی توحید کا اعلان و اثبات ان کے ذمہ کر دیا ہے۔ جب یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کیا اور مشرکین عرب نے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنا شروع کر دیا اور بتوں کو

اس کا شریک ٹھہرانا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کو انتظامی امور میں ان کے تعاون کا محتاج ماننا شروع کر دیا تو فرمایا اسے حبیب میری توحید اور یکتائی، میرا بیوی اور بچوں سے، زمینہ اولاد اور بیٹیوں سے پاک ہونا تم بیان کرو قل هو اللہ احد اللہ! ل محمد لم یولد ولم یولد ولم یکن له کفوا احدہ سے
 قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے تیرے منی
 اللہ کو ہے کتنی تیری گفت گو پسند

ۛ

جب مشرکین عرب نے آپ کو شاعر ہونے کا طعنہ دیا اور کہا بل ہو شاعر
 مترجم یہ سبیب المنون "بلکہ وہ تو شاعر ہے ہم اس پر گردشِ دوراں
 کے منتظر ہیں" اور شاعر کی کلام خیالی ہوتی ہے اور ذہنی اختراع ہوتی ہے جس کا حقیقت
 سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لہذا ہم ان کی اتباع کیسے کریں! اللہ تعالیٰ نے اپنے
 محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عصمت پرناہ کو اس عیب سے بھی محفوظ فرمایا اور اس
 الزام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہا ان
 هو الا ذکر وقرآن مبین "ہم نے انہیں شعر نہیں سکھلائے اور نہ ہی ان کے
 لائق ہے لہذا ان کی زبان پر جاری ہونے والی کلام شعر نہیں بلکہ ذکرِ خدا اور قرآن
 مبین ہے لہذا اسے شعر کہنا اور انہیں شاعر کہنا لغو و باطل ہے۔

منکرین وماندین نے کہا ان هذا الاسحر یؤثر ان هذا الا قول
 البشر "یہ تو جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے اور یہ تو صرف انسانی کلام ہے" اس کے
 کلامِ خدا ہونے اور منزل من السماء ہونے کا دعویٰ سے باطل ہے تو اللہ تعالیٰ اس الزام سے
 بھی ان کی براءت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے والنجم اذا هوی ما حسل
 صاحبکرو وما غوی وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی
 "تسم ہے چمکتے ستارے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب وہ معراج سے لوٹے تمہاری
 طرف آیا لے مدعی رسالت و نبوت نہ راہ راست سے بچکے ہیں اور نہ ہی گمراہ ہوئے

وہ اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق نہیں بولتے بلکہ ان کا کلام تو وحیِ الہی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے لہذا ان کی زبان سے نکلنے والی کلامِ کلامِ خدا ہے۔ سحر ہے اور نہ ہی انسانی کلام۔ جب بد باطن لوگوں نے کہا کہ آنحضرتؐ کی کتابِ خدا کی کتاب نہیں بلکہ انہوں نے خود اسے تیار کیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس افتراء و اختراع میں ان کی اعانت کی ہے ان ہذا الافلک، افتراء و اعانہ علیہ قومِ اخرون، اللہ تعالیٰ نے اس قولِ باطل کے ابطال میں فرمایا فقد جاءوا ظلماً و جوراً انہ لقولِ رسولِ کریم و ما ہو بقولِ مشاعرِ قلیلا ما تؤمنون ولا بقولِ کاہنِ قلیلا ما تذکرون۔ ان لوگوں نے ظلم کیا ہے اور جھوٹ بولا ہے، یہ قرآن تو صاحبِ عزت و کرامتِ رسول کا کلام ہے نہ کہ کسی شاعر کا، بہت کم ایمان لائیوالے ہو تم اور نہ ہی کسی حسابی آدمی کا قول ہے اور بہت ہی کم نصیحت حاصل کر نیوالے ہو تم۔

جب مشرکین نے آپس میں صلاحِ مشورہ کیا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا کہ یہ تو تمہارے جیسے بشر ہی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قول کی وجہ سے ظالم فرمایا و اسروا النجوی الذین ظلموا اهل هذا الاہلس مثلکم ان لوگوں نے علیحدگی میں اور چھپ کر مشورہ کیا جو ظالم ہیں اور کہا کہ یہ تو تم جیسے بشر ہی ہیں گویا وہ اس قول کی وجہ سے ظالم قرار پائے۔

الغرض ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں نازیبا کلمات استعمال کئے اپنے حبیبِ کریم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا انظر کیف من ربوا لک الامثال فضلوا فلا يستطيعون سبیلاً "آپ دیکھیں تو سہی انہوں نے آپ کی کیا مثالیں اور تشبیہیں بیان کی ہیں اور وہ اس وجہ سے گمراہ ہو گئے اور راہِ ہدایت سے بھٹک گئے اور ایمان و اسلام ہدایت و رشد کی صلاحیت ہی جو گنوا بیٹھے ہیں ہذا وہ کبھی بھی سیدھے راستہ کی طرف نہیں آسکتے۔"

انبیاءِ کرام اور رسولِ عظام کی عزت و حرمت پر اعتراض کیا گیا، ان کی

پاکدامنی اور طہارتِ نفس پر حملہ کیا گیا۔ ان کے حسب و نسب کو وافر کرانے کی کوشش کی گئی لیکن اللہ رب العزت نے براہِ راست ان کی پاکدامنی کو بیان نہ فرمایا اور ان کی نزاہت و برادری کو ذکر نہ فرمایا لیکن خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم پر اعتراض کیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے بہتان لگایا اور الفک و افراس سے کام لیا تو خود رب العزت نے ان کی برادری اور طہارتِ نفس کو بیان فرمایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق زلیخا نے اپنے غاوند عزیزِ مصر کو کہا: اجزاء من امراد باھلک سوئا الا ان یسجن او عذاب الیمہ اسے عزیز جو تیرے حرم کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کرے اس کی جزا صرف یہ ہے کہ وہ قید خانہ میں بند کر دیا جائے یا اسے عذابِ الیم میں مبتلا کیا جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود اپنی پاکدامنی بیان فرمائی قال ھم سراودتھی عن نفسی کہ زلیخا نے مجھے ورغلائے کی کوشش کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے مکر سے محفوظ رکھا۔

عزیزِ مصر کے سامنے متضاد اور ایک دوسرے کے مخالف دو دعوے ہیں اور ان میں سے کسی پر بھی انہی دلیل قائم نہیں کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کی پاکدامنی ثابت کرنے کے لئے زلیخا کی قوم کے ایک شیر خوار بچے کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے حکیمانہ انداز میں قرائن و شواہد کے ذریعے حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت و نزاہت کو واضح فرمایا۔ اس نے کہا اگر اس کا یعنی یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو پھر یوسف علیہ السلام کا دعویٰ باطل اور زلیخا سچی ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو پھر زلیخا نے قلم بیانی سے کام لیا اور حضرت یوسف علیہ السلام سچے ہیں۔

جب بچے کی راہنمائی پر اس نے یوسف علیہ السلام کے کرتے کا جائزہ لیا تو وہ پیچھے سے پھٹا ہوا تھا فلما ساری قمیصہ قدم من دبر قال انہ من کید کن ان کید کن عظیمہ یوسف اعرض عن هذا واستغفری لذنبک انک کننت من الخاطئین۔ عزیز نے کہا یہ بات تو تمہارے مکر و دھوکے سے ہے بیٹے تمہارے مکر بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اسے یوسف اس بات سے درگزر کیجئے اور کسی کو اس

کا ذکر نہ کیجئے اور اسے زلیخا تو اپنے گناہ سے توبہ کر بیشک تو گناہگاروں اور خطاکاروں میں سے ہے۔

تنبیہ | یہ حضرت زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان لانے سے پہلے کا واقعہ ہے جو فرط محبت اور ذوقِ عشق کی وجہ سے سرزد ہوا اور پھر نسوانی لطافت کی کمزوری کے تحت اپنے آپ کو بچانے کے لئے یہ الزام لگایا بعد میں دینِ یوسف علیہ السلام میں داخل ہوئیں اور ان کا حرمِ محترم بننے کا شرف حاصل کیا جیسا کہ تفاسیر میں مذکور ہے لہذا ان کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ اپنی طرف سے ہرگز ہرگز نہ کہنا چاہئے۔ بعض دیوبندی مثلاً احمد شاہ چوکیدری ان کے نکاح کے منکر ہوتے اور نازیبا کلمات استعمال کئے مناظرہ کے دوران خواجہ قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی نے پوچھا شاہ صاحب تم عدمِ ثبوتِ نکاح کے مدعی ہو یا ثبوتِ عدمِ نکاح کے؟ ثانی پر دلیل لاؤ وہ تم قیامت تک نہیں لاسکتے اور صورتِ اولیٰ میں عدمِ ثبوت سے ثبوتِ عدمِ لازم نہیں آتا خصوصاً جبکہ مفسرین کرام اور اکابر امت مثلاً جامی علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی ہے تو دیوبندی صاحب گریبان میں منہ ڈال کر بیٹھ گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔

حضرت عیسیٰ روح اللہ کے نسب پر اور حضرت مریم کی عفت و عصمت پر چن کیا گیا تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معجزانہ طور پر عالم مہدی میں کلام فرما کر اپنی عظمت اور اپنی والدہ ماجدہ کی عصمت و عفت بیان فرمائی۔ جب قوم نے حضرت مریم پر طعن و تشنیع شروع کی تو آپ نے پتھر پڑے میں پڑے ہوئے اپنے تختِ جگر کی طرف اشارہ کیا کہ اس بچے سے ہی پوچھ لو تیرا نسب کیا ہے اور تیری والدہ نے کسی جرم و قصور کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں؟ فاشارت الیہ قالوا کیف نکل من کان فی المہد صبیا قال انی عبد اللہ اتانی الكتاب و جعلنی نبیا۔ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم پتھر پڑے میں پڑے ہوئے بچے کے ساتھ کیسے کلام کریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بول اٹھے میں اللہ کا بندہ خاص ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور مجھے منصبِ نبوت پر سرفراز فرمایا، الی

آخر الآیات -

لیکن جب رسالت پناہ عصمت مآب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم حبیب خدا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذمت اقدس پر منافقین نے بہتان باندھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کی کوشش کی تو خود اللہ تعالیٰ نے ان کی منافقت کا پردہ چاک کیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت و حرمت اور نزاہت و طہارت بیان کرنے کے لئے سورہ نور کی اٹھارہ آیات نازل فرمائی، الزام لگانے والوں کے منہ کو اس طرح لگام دی لولا جاء واعلیہ باربعۃ شہداء فاذا ندریا تو بالظہد اذفاوآلک عند اللہ هو الکاذبون۔ وہ لوگ اپنے اس دعوے پر چار گواہ کیوں پیش نہیں کرتے پس جب انہوں نے گواہ پیش نہیں کئے ہیں تو وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹے ہیں۔

نیز مؤمنین کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا لولا اذ سمعتموه قلم ما یكون لنا ان نتکلم بهذا سبحانک هذا بہتان عظیم۔ کیوں نہیں کہا تم نے جبکہ اس بات کو سنا تھا میں ایسی باتیں کرنا ہرگز لائق نہیں سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ صرف یہ نہیں کہ مؤمنین کو ایسے کلمات زبان پر لانے سے منع فرمایا بلکہ انہیں حسن ظن اور اعتقاد برائت رکھنے کی اہمیت پر متنبہ فرمایا اور جن سے یہ کوتاہی ہوئی انہیں ندامت دلائی، ارشاد فرمایا ولولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہن خیرا وقالوا هذا افک عبین۔ اور ایسے کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے اس الزام کو سنا تو تم ہمیشہ مؤمن ہونے کے اپنے مؤمن بھائیوں اور بہنوں کے متعلق اچھا اعتقاد اور حسن ظن رکھتے اور منافقین کی اعتراض کردہ اس جہمت کے متعلق کہتے کہ یہ کھلا بہتان ہے اور من گھڑت الزام ہے۔ اور حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بے سوجھے سمجھے باتیں

تنبیہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ندامت دلائی ہے اور تنبیہ فرمائی ہے کہ تم نے منافقین کی اتنی ہی باتیں نہ کہہ دیا کہ یہاں تک ہے اور بہتان عظیم ہے تو اس سے

۸ بنایوالوں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ فی الدنیا

معلوم ہوا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برابرت اتنا واضح امر تھا کہ اس میں کسی تردد اور شک کی گنجائش ہی نہ تھی چہ جائیکہ وحی کا انتظار کیا جاتا اور تا وقتیکہ قرآن کریم ان کی پاکدامنی نہ بیان کرتا اتنے وقت تک سکوت اختیار کیا جاتا۔ اسی لئے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر و عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ان کا نظریہ معلوم کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تمہارے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی کیونکہ وہ پسید جگہوں پر بھی بیٹھتی ہے لہذا جب اللہ رب العزت تمہیں مکھی کے پاؤں سے لگی ہوئی معمولی سی پسیدی سے بھی محفوظ رکھا ہے تو تمہارے حرم پاک کو کیونکر پسیدوں سے محفوظ نہیں رکھے گا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ نے تمہارا سایہ زمین پر پڑنے نہیں دیا تاکہ گندی جگہ پر نہ پڑ جائے جب اللہ تعالیٰ تمہارے سایہ کو بھی گندی سے اس قدر محفوظ فرماتا ہے تو تمہارے حرم پاک کو کیونکر ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ نہیں فرمائے گا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کے مبارک جوتے کے ساتھ کوئی ناپسندیدہ چیز لگی ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو بھیج کر حالت نماز ہی میں اسے اتروا دیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے جوتے کے ساتھ ناپسندیدہ شے کے لئے فوراً اتار دینے کا حکم دیا تو اگر حضرت صدیقہ میں کوئی عیب و قصور ہوتا تو فوراً ہی علیحدہ کر دینے کا حکم نازل فرما دیتا اور نزولِ وحی میں دیر نہ فرماتا (مدارک)۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے رائے طلب کی تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ آپ کی زوجہ محترمہ ہے ہم تو ان میں سوائے بھلائی اور خیر کے اور کچھ اعتقاد نہیں رکھتے اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ واللہ ما علمت علی اہل لا خیراً بخدا میں اپنے اہل میں صرف بھلائی و بہتری اور پاکیزگی و پاکدامنی کا اعتقاد رکھتا ہوں۔ امام رازی نے اس مقام کو بہت

والأخرة لمسكوف ما افضتم فيه عذاب عظيم، اذ تلقونه بالسنتكم و

اچھے انداز میں تحریر فرمایا ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا واضح ہونا اور اس کا ہر ایک کو معلوم ہونا دلائل سے بیان فرمایا۔ اور آج کل کے دریدہ دہن گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتراض کا کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو مشورہ کیوں کرتے اور پریشان کیوں ہوتے؛ صدیوں پہلے جواب دیا لیکن چشم بدین کا کیا علاج جسے ہر بھی غیب نظر آئیں۔ بہر حال جواب مع سوال ملاحظہ فرمائیں۔

ولو لم يجز ذلك لكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعرف
الناس بامتناعه ولو عرف ذلك لما صاق صدره ولما سأل
عائشة رضي الله عنها عن كيفية الواقعة قلنا انه عليه
السلام كثيرًا ما كان يضيق صدره عن اقوال الكفار مع
علمه بفساد تلك الاقوال وقد قال الله تعالى ولقد نعلم
انك يضيق صدرك بما يقولون فكان هذا من هنا
الباب۔

”اگر حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی پلیدی کا پایا جانا ممکن ہوتا اور یہ واضح ترین بات ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اس کا علم ہوتا اور اگر آپ کو علم ہوتا تو پریشان خاطر نہ ہوتے اور نہ عائشہ صدیقہ سے حقیقت حال دریافت کرتے“ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشانی کفار کی باتوں ”شاعر مجنون“ ساحر وغیرہ ”کی وجہ سے بھی لاحق ہوتی تھی حالانکہ آپ قطعی طور پر ان باتوں کی بہبودگی و لغویت کو جانتے تھے اور خود قرآن کریم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے ولقد نعلم الآية اور تحقیق ہم جانتے ہیں کہ آپ کا دل اقدس کفار کی باتوں سے رنجیدہ ہوتا ہے اور پریشان ہوتا ہے تو جس طرح دہاں قول کفار کا فساد قطعی طور پر معلوم ہے اور پریشانی بھی عارض ہو جاتی تھی، اسی طرح یہاں بھی پاکدامنی اور عفت و عصمت کا یقین ہونے کے باوجود تنگ دلی اور

وتقولون بافوا هههم ماليس لكر به علم وتحسبوننا هنيا وهو
 عند الله عظيم۔ اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ
 ہوتی تو تمہیں اس امر کی وجہ سے جس میں تم جا پڑے عذابِ عظیم لاحق ہوتا جبکہ تم اس
 بہتان کو اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کی
 حقیقت سے تمہیں واقفیت نہیں تھی تم اسے معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ
 اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت ہی بڑی بات تھی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برات بیان کرنے کے لئے ایک ضابطہ
 بیان کرتے ہوئے فرمایا الخبیث للخبیثین والخبیثون للخبیثات و

پریشانی خاطر لاحق ہو گئی۔ اقول یہ کیسے ممکن کہ صحابہ کرام کو تو پاکدامنی کا یقین ہو
 اور انہیں قرآن و دلائلِ حجج کہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں تو آپ
 کو اس جیسے کی عصمت کا یقین کیونکر نہ ہو جس کے نکاح میں آنے کی بشارت
 اللہ تعالیٰ نے دی اور فرمایا کہ وہ دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہیں انہا
 لنزوجنک فی الدنیا والآخرۃ۔ نیز جن مومنین نے سکوت فرمایا ان کو بھی
 اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی تو عدمِ علم کی صورت میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے لئے بھی وعید لازم آئیگی نعوذ باللہ۔ نیز صحابہ کرام کے اقوال اگر محض ظن و گمان
 کی بنا پر ہوتے تو ان پر اعتماد کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برات کا
 حلفی بیان منبر پر چڑھ کر کیسے دیتے اور اگر انہیں یقین کامل ہے اور آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے یہ علم حاصل ہوا تو امت کا علم میں نبی سے افضل ہونا
 لازم آئے گا اور یہ لغو و باطل ہے نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرز استدلال یہ
 ہے کہ وحی نہیں آئی لہذا پاکدامن ہیں اور ان گستاخوں کا انداز فکر کیا ہے کہ وحی
 جب تک نہیں آئی تھی تو آپ کو کچھ علم نہ تھا

یہ میں تفادیتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

والطیبت للطیبین والطیبون للطیبات اولمشک مبرورین مسا
 نقولون لہم مغفرة و رزق کریمہ منخبیت عورتیں خبیث مردوں کے
 لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں
 کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں اور یہ مقدس لوگ اس
 بہتان و افتراء سے منزہ ہیں جو کہ خبیث مرد و عورتوں نے ان کے حق میں تراشے
 ہیں ان کے لئے اللہ کی طرف سے بخشش اور پاکیزہ رزق ہے جب نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم طیب واطیب ہیں بلکہ لوگوں کو پاک فرمانے والے ہیں تو
 ان کے حرم پاک ہیں کسی طرح کی پلیدی نہیں ہو سکتی۔

من مناقبین نے اس بہتان کا اختراع کیا ان کا برا انجام بیان کرتے
 ہوئے فرمایا ان الذین جاءوا بالافک عصبہ منکم لا تحسبوا شرا لکم
 بل هو خیر لکم لکل امر منہم ما اکتسب من الاثم والذی تولى کبیرا
 منہم لہ عذاب عظیم بے شک وہ لوگ جنہوں نے بہتان باندھا ہے تمہی میں سے
 ایک گروہ ہے تم سے اپنے متعلق برائہ سمجھو بلکہ وہ تو تمہارے لئے بہتر ہے، ان
 میں سے ہر ایک کے لئے اپنا اپنا کسب کردہ گناہ لازم ہے اور جو شخص اس الزام کو
 ہوا دینے کا ذمہ دار بنا ہے اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے فرمایا ان الذین
 یرمون العصمات الغافلوات المؤمنات لحنواف الدنیا
 والاخرۃ ولہم عذاب عظیم بے شک وہ لوگ جو پاکدامن، بے غیر، مومن عورتوں
 کو تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے،
 ان آیات کریمہ میں اس افتراء و بہتان کی غیر معمولی نوعیت اور اپنوں کے
 سکوت اور سرد مہری پر سخت تنبیہ کی گئی ہے اور آل میں جو لوگ طوٹ میں ان کا
 انجام بد اور بری عاقبت اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخت و عصمت
 کو جس مدلل انداز میں اللہ رب العزت نے بیان فرمایا ہے اس سے حرم مصطفیٰ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے ہاں جو عزت و حرمت ہے اس کا بخوبی اندازہ لگایا

جاسکتا ہے اور انبیاء سابقین اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب و منازل اور رفعت و درجہ میں فرق بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

غرضیکہ بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب نرالے ہیں اور اس آستانہ عرش نشاں کے احکام نرالے ہیں جس بارگاہ ناز کے آداب الشرب العزت، مالک و خالق کائنات خود سکھائے، جن کی تعظیم و توقیر کے طریقے خود بیان فرمائے ان کی عظمت و رفعت کو کون پاسکتا ہے اور کون ان کی برابری کا دعویٰ ہو سکتا ہے؟ ارشاد خداوندی ہے یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا بہا بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون اسے ایمان والو میرے نبی کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا نہ کرو اور نہ انہیں اس طرح پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو تاکہ تمہارے اعمال خیر برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ اگر عام لوگوں کی طرح انہیں ذاتی نام لیکر ادب و احترام کو ملحوظ رکھے بغیر پکارو گے تو تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

قبیلہ بنی تمیم کے لوگ دوپہر کے وقت مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے مسجد نبوی میں پہنچ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔ آپ اس وقت گھر میں آرام فرماتے اور ان لوگوں نے اتنا صبر نہ کیا کہ آپ خود بخود آرام فرمانے کے بعد مسجد شریف میں تشریف لائیں تو وہ اپنا مدعا عرض کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حرکت پر تنبیہ فرمائی اور اس بے صبری پر ان کی مذمت فرمائی ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرہم لا یعقلون ولوانہم صبروا حتی یتخرج الیہم لکان خیرا لہم واللہ غفور رحیم۔ تحقیق وہ لوگ جو آپ کے حجروں کے چھپے سے آواز دیتے ہیں اور القاب کی بجائے ذاتی نام سے پکارتے ہیں ان کی اکثریت بے عقل و بے علم ہے اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود بخود ان کی طرف نکلتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہے تا اور اللہ تعالیٰ بخشے والا اور رحم فرمائے والا ہے۔

حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ

بڑی سبستگی سے کلام کرتے اور اپنی آواز کو پست رکھتے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ادا کو پسند فرمایا اور ان کی عظمت و برتری کا اعلان فرمایا ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ جو لوگ اپنی آوازوں کو بارگاہِ رسولِ خدا میں پست کرتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے منتخب فرمایا ہے۔“

تمام انبیاء کرام اور کسلِ عظامِ علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کا ذاتی نام لیکر پکارا یا ادم اسکن انت و زوجک الجنة۔ یا نوح اهبط بسلام منا و برکات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا و نادینا قات یا ابراہیم، موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا یا موسیٰ فی اصطفیتک علی الناس برسالاتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا یعیسیٰ اذ کر نعمتی علیک، حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا یا داؤد انا جعلتک خلیفتی فی الارض، حضرت زکریا علیہ السلام کو فرمایا یا زکریا انا نبشرت بسلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا یا یحییٰ خذ الكتاب بقوة۔

نیز امتوں نے بھی انہیں نام لیکر پکارا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا یا موسیٰ اجعل لنا اللہا کما للہم الہة۔ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نام لیکر پکارا و اذ قال الحواریون یا عیسیٰ بن مریم هل یستطیع ربک ان یتزل علینا ما نود من السماء حضرت ہود علیہ السلام کو کہا یا ہود اجئتنا لنعبد اللہا وحده۔ جعفر صالح علیہ السلام کو قوم نے کہا یا یصالح اجئنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین و غیر ذلک من الآیات۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا تو کہیں بھی ذاتی نام لیکر نہیں پکارا بلکہ یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول، یا ایہا المدثر، یا ایہا المنزل، یس، ظلہ جب پیر سے القابات سے نوازاؤ

امت کو بھی ذاتی نام لیکر یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر پکارنے سے منع فرمایا ولا تجھروا
 له بالقول کجھس بعضکم لبعض تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نہ پکارو
 جس طرح ایک دوسرے کو ذاتی نام لیکر پکارتے ہو، فرمایا ولا تجعلوا دعاء الرسول منکم
 کدعاء بعضکم تم میرے رسول کو پکارنے اور انہیں نداء دینے کو یوں نہ سمجھو جیسے کہ
 تمہارا ایک دوسرے کو پکارنا، بلکہ تم پکارتے وقت میری سنت پر عمل کرتے ہوئے
 انہیں القابات کے ساتھ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ کے پیارے الفاظ کے ساتھ
 پکارو اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ کفار و مشرکین نے اگر گستاخانہ انداز میں ذاتی نام
 لیکر پکارا بھی تھا تو اسے قرآن کریم میں نقل تک نہیں فرمایا۔ جب کہ حضرت ہود علیہ
 السلام کو کفار نے ذاتی نام لیکر پکارا تو اسے بھی نقل فرمادیا اور حضرت صالح علیہ السلام
 کو مخالفین و معاندین نے ذاتی نام سے پکارا تو اسے بھی نقل فرمایا۔
 یا آدم است با پدر انبیاء و خطاب
 یا ایہا النبی خطاب محمد است

صلی اللہ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والصلوٰۃ والصلوٰۃ
 صحابہ کرام کا ہر وہ فعل جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بارِ خاطر بنا اور آپ نے
 بوجہ شرم و حیا انہیں متنبہ نہ فرمایا خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تادیب فرمائی اور ایسے افعال
 سے باز رہنے کا حکم دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دعوتِ ولیمہ پر اپنے
 غلاموں کو مدعو فرمایا۔ کچھ صحابی باتوں میں مشغول ہو گئے اور زیادہ دیر تک بیٹھے رہے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ طریقہ ناگوار گزرا لیکن آپ نے اظہار نہ فرمایا اور نہ
 خود انہیں یہ خیال آیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا
 بیوت النبی الا ان یؤذن لکم انی طعام غیر ناظرین اناہ لکن
 اذا دعیتم فادخلوا فاذا اطعمتم فانثروا ولا مستانسن لحدیث
 ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم واللہ لا یستحیی من
 الحق اے مومنو! تم ہرگز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں داخل نہ ہو اگر تا وقتیکہ

تہیں کھانے کی طرف بلایا جائے نہ یہ کہ بیٹھ کر باتوں کی انتظار کرتے رہو جب بلایا جاتے تو داخل ہوا کرو جب کھا چکو تو فوراً چلے جایا کرو اور باتوں میں جو ہو کر نہ بیٹھ جایا کرو تمہارا یہ فعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں مبتلا کر رہا تھا لیکن وہ تم سے شرما رہے تھے اور کچھ کہہ نہیں رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں رکتا۔

جب جنگوں کی شدت اور جہاد و قتال میں موت کے خوف کی وجہ سے قریب تھا کہ بعض مومنین گھبرا جائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں تو ایسے لوگوں کو خیردار کرتے ہوئے فرمایا:-

ماکان لاهل المدينة ومن حولہم من الاعراب ان
یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسہم عن
نفسہ۔

اہل مدینہ اور ان کے ارد گرد والے اعراب کو یہ ہرگز روا نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا میدان جنگ میں چھوڑ کر گھروں میں بیٹھے رہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ ان کی ذات اقدس سے بے پرواہی کرتے ہوئے صرف اپنی ذاتوں کو عزیز و محبوب رکھیں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا،

قل بان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و
عشیرتکم و اموالہم و اقربتموہا و تجارۃتھن کسادھا
و مساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ و رسولہ
و جہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتئ اللہ
بامرہ۔

اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں فرمادیں اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں اور قریبی رشتہ دار، وہ مال جنہیں تم نے بڑی محنت سے حاصل کیا، وہ مال تجارت جس کے خسارہ سے تم خوفزدہ ہو اور رہائشی مکان جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیارے ہیں

اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ میں تو پھر اس وقت کی انتظار کرے جبکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر نازل ہو اور تمہیں نیست و نابود کر دے۔

جب بعض احکام نازل ہونے کے بعد بعض صحابہ نے ان کے متعلق مختلف سوالات شرع کر دئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ فرمائی امر تریدون ان تہ سئلوا من رسولکم کما سئل موسیٰ من قبل کیا تم بھی یہ ارادہ رکھتے ہو کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سوالات کر دھیا کہ موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر نوالے حکم کے سلسلہ میں کئے تھے۔ تم ان سے ایسے سوالات ہرگز نہ کرنا ما اتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتهوا میرا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کا حکم تمہیں دے اس کو لازم پکڑو اور جس سے منع فرمائے اس سے رک جاؤ اور خواہ مخواہ تحقیق و تجسس میں پڑ کر بنی اسرائیل کی طرح اپنے لئے پابندیاں نہ لگوایا کرو، ارشاد فرمایا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ تم اپنی باتوں اور اعمال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو اور نہ ہی راہ چلتے ان سے آگے بڑھو الی غیر ذلک من اللاداب۔

آخر میں یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کس قدر بلند ہے کہ ہر وہ کلمہ جو ایک مخلص صحابی کی زبان سے نکلتا ہے اس کا لفظی معنی صحیح ہے اور غلو میں نیت کے ساتھ ادب و احترام کے ساتھ استعمال کرتا ہے لیکن مخالف اس کی آڑ میں گستاخی کر سکتا ہو اور اسی لفظ میں معمولی تغصیر پیدا کر کے اپنے قبضت باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کر سکتا ہو وہ بھی زبان پر لانا حرام ہے اور اس کا استعمال کرنا ممنوع ہے۔

جب صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سمجھ نہ آئی اور دوبارہ سننے کی ضرورت ہوتی تو عرض کرتے ساعنا یا رسول اللہ! سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رعایت فرمادیں اور اس کلام مبارک کو دہرائیں تاکہ ہم سمجھ سکیں آپ اس کلام

کا اعادہ فرمادیتے اور وہ حضرات آپ کا مقصد بھی طرح ذہن نشین کر لیتے۔ یہ لفظ
اپنی معنوی حیثیت سے بالکل موزون تھا، اس میں کوئی بے ادبی نہ تھی اور عرض کرنے والوں
کے خلوص دل اور نیاز مندی و عقیدت کیشی میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ دو منافقین
اسے بدعتی کے ساتھ استعمال کرتے اور اس لفظ کو ادا کرتے وقت زبانوں کو اس طرح
پھرتے کہ یہی لفظ گالی بن جاتا اور مغرور و متکبر یا ہمارا چر دابا کے معنی میں بن جاتا اور حبیب خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظمت نشان میں گستاخی لازم آتی اور ان کی ساری خیانت کی آڑ
صحابہ کرام کا اس لفظ کو استعمال کرنا بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اس لفظ کے استعمال کو
حرام فرمادیا اور حکم فرمایا یا ایہا الذین امنوا لا تقولوا سراعنا وقولوا انظرنا
واسمعوا وللکافرین عذاب الیم۔ اسے ایمان والو سراعنا کا لفظ استعمال
نہ کیا کرو بلکہ اس کی جگہ انظرنا کہا کرو یعنی اسے رسول خدا علیہ التحیۃ والشماء ہم پر نظر
رحمت فرمادیں اور ہماری طرف توجہ فرمادیں، اور غور سے سنا کرو تاکہ دو بارہ انہیں تکلیف
دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور گستاخی کرنے والے کفار و منافقین کے لئے
وردناک عذاب ہے۔

اسی لفظ کو صدیق باصفانے استعمال کیا، عثمان جیسے باحیث نے استعمال کیا،
عمر فاروق جیسے جانثار نے اور علی المرتضیٰ جیسے وفا شعار نے استعمال کیا۔ لفظ درست،
معنی صحیح، نیت میں صدق و اخلاص لیکن جب وہ لفظ گستاخی رسول کا ذریعہ بن گیا اور منافقین
نے اس سے فائدہ اٹھانے کی ناپاک کوشش کی تو اسے بھی حرام کر دیا گیا۔

ادب کا بیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنبید و بایزید ایں جا

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر وہ لفظ جس سے شہباز لامکان عرش نشین
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی دے لے ادبی کا احتمال ہو اگرچہ قرالہجہ
میں لپک اور تبدیلی پیدا کر کے ہی کیوں نہ ہو، وہ بھی استعمال کرنا حرام ہے اگرچہ نیت بجا ادبی
گستاخی کی نہ ہو اور دل میں اس کا تصور تک بھی نہ ہو۔

اب اس آیت کریمہ کی روشنی میں اور پہلے بیان کردہ آیات کی راہنمائی میں بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نزاکت کا اندازہ کیجئے اور ادھر اکابرین دیوبند کی بے لگامی اور شانِ بے نیازی کا مشاہدہ کیجئے جنہیں ان عبارات کے نقائص خود بھی معلوم اور اکابرین امت نے بار بار تنبیہ بھی فرمائی لیکن انہوں نے اپنی قلم کے لکھے ہوئے کو لوح محفوظ کی طرح ناقابلِ تبدیل و تغیر سمجھا اور اس تبدیلی کو اپنی ہتک سمجھتے ہوئے ان عبارات کی تصحیح پر زور دینا شروع کر لیا اور طرح طرح کی تاویلات و تعبیرات کی اڑھنی شروع کر دی اور عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی عزت و حرمت کو پس پشت ڈال کر اپنی انانیت و نفسانیت کو مقدم رکھ کر دین اسلام میں فتنہ و فساد کی بنیاد رکھی اور محبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبور کر دیا کہ وہ ان عباراتِ عداوت نشان اور تحریاتِ شقاوت نشان پر کفر و بے دینی کے فتوے لگائیں اور امتِ مسلمہ کو ان صوف پوش بھٹیڑیوں کی حقیقتِ حال سے آگاہ کریں۔

سب سے پہلے جس نے نجدیت کی بنیاد ہندوستان میں رکھی اور قربانِ بارگاہِ خداوندی کی شانِ رفیع میں زبانِ وقاحت کو کھولا اور گستاخیوں کا آغاز کیا وہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی ہیں اور باقی سب دیوبندی صاحبان ان کے اندھے مقلد، سب سے پہلے انہی کے گستاخانہ انداز کا نمونہ دیکھئے :-

(۱) ”یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا اللہ کے آگے چار سے

بھی زیادہ ذلیل ہے (تقویۃ الایمان)“

اب اس عبارت کو دیکھ کر آپ اندازہ کریں کہ مصنف صاحب ادب و تعظیم کی حدود سے نکل کر کس بے باکی کے ساتھ بڑی مخلوق کو بھی چار سے زیادہ ذلیل کہہ رہا ہے جبکہ بڑی مخلوق میں ملائکہ مقربین و اولیاء کاملین، انبیاء و مرسلین خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ سب مسلمانوں کے نزدیک کوئی بھی مخلوق اپنے خالق کے برابر نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے بلکہ سب اس کے بند سے ہیں اور تابعِ فرمان اور ہر صاحبِ کمال اور صاحبِ اختیار کے تمام تر

کلمات و اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے ہیں لیکن اس عقیدہ کو بیان کرنے کے لئے کیا صرف یہی عبارت ہو سکتی تھی! اس کے علاوہ کوئی اور موند مناسب الفاظ نہیں مل سکتے تھے؟ اور اگر اچھے سے اچھا طریقہ موجود تھا تو پھر اس انداز بیان کو اختیار کرنے کا باعث کونسی عقیدت و محبت ہو سکتی ہے؟ نیز نفسِ مسلمہ ہی کو دیکھ لیجئے مخلوقات میں وہ ہستیاں بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں انہی جاعل فی الارض خلیفۃ، مسجود ملائکہ ہیں اسجدوا للذم، اور علم میں سب جن و ملک سے افضل داعی، نیز سید الرسل امام کل صلی اللہ علیہ وسلم کیا نحو ذب اللہ العظیم یہ ہستیاں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں چار سے زیادہ ذیل ہیں؟ نیز اگر یہ چار سے زیادہ ذیل ہیں تو منصب نبوت و خلافت پر اسے متعین کیا جاتا ہے تو پھر ان حضرات کو یہ منصب کیوں عطا کیا گیا؟ علاوہ ازیں اگر چار مسلمان ہیں تو پھر اسے ذیل سمجھنا اور دوسری مخلوق کی حقارت و ذلت بیان کرتے وقت اسے بطور مثال ذکر کرنا کونسی قرآن دانی ہے؟ اور کونسا اسلام و ایمان کا حصہ ہے اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے“ خواہ وہ کسی بھی قبیلہ و نسل سے تعلق رکھنے والا ہو اور کسی بھی پیشہ کو اختیار کئے ہوئے ہو، نیز فرمایا اللہ العزیز و لرسولہ و للمؤمنین و لکن المنافقین لا یعلمون“ عزت و حرمت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور مؤمنین کے لئے لیکن منافقین کو رسول خدا اور مؤمنین کی عزت و عظمت معلوم نہیں ہے اور اگر وہ مسلمان نہیں ہے تو مؤمنین کو، اولیاء کرام کو، ملائکہ اور روحانیین کو اور انبیاء کرام و رسل عظام کو اس سے زیادہ ذلیل کہتا توحید پرستی ہے یا قرآن کریم کی ان آیات کا کھلا انکار؟ اور ان مقربانِ بارگاہِ خداوندی کی شانِ اقدس میں گستاخی و بے ادبی؟ ایک محتاط عالم کو یہ کلمہ لکھنے سے پہلے اس کے نتائج کو سوچنا از حد ضروری تھا خصوصاً جبکہ یہ کلمہ

مراد حق تعالیٰ کی بے نہایت بڑائی ظاہر کرنا ہے کہ اس کی سب مخلوقات اگرچہ کسی درجہ کی ہو اس سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی، کمہار لوٹا مٹی کا بناو سے اگرچہ خوبصورت پسندیدہ ہو اس کو احتیاط سے رکھے مگر توڑنے کا بھی مختار ہے اور کوئی مساوات کسی وجہ سے لوٹے کو کمہار کے ساتھ نہیں ہے پس حق تعالیٰ کی ذات پاک جو خالق محض قدرت سے ہے اس کے ساتھ کیا نسبت و درجہ کسی خلق کا ہو سکتا ہے؟ (تا) تو یہ حق ہے مگر کم فہم اپنی کجی فہم کی وجہ سے اعتراض بیہودہ کر کے شان حق تعالیٰ کو گھٹاتے ہیں اور اس کا نام حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے ہیں۔ فقط بندہ شہید احمد۔

اب اتنے بڑے مفتی صاحب کی تحریر و توضیح کے بعد اس قسم کے حسن ظن والا کوئی پہلو اس عبارت سے نکالنا قطعاً درست نہیں ہے اور خود شہید احمد صاحب کی حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی واضح ہو گئی کہ بڑے مولانا صاحب نے تو صرف بڑی مخلوق کے عموم و ابہام میں ان مقدس ہستیوں کی شان اقدس میں توہین کی لیکن چھوٹے مولانا کا اس ابہام پر دل ٹھنڈا نہ ہوا لہذا خاص طور پر رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کر کے اسماعیل صاحب والاحکم یعنی اللہ کے آگے چار سے ذیل میں نعوذ باللہ من ذلک“ صادر فرمایا اور پھر لوٹے اور کمہار کی مثال دیکر عظمت خالق اور احتیاج خلق کی جو وضاحت کی ہے اس سے تخیل کی بلندی اور عظمت خداوندی کی تصویر بھی سامنے آگئی ما قدر وا اللہ حق قدرہ۔ انظر كيف ضربوا اللات الامثال فضلوا فلا يستطيعون سبيلاً۔

نیز فرماتے ہیں کہ مولانا کی اس عبارت پر اعتراض کرنا بیہودہ ہے اور وہ اعتراض دراصل اللہ تعالیٰ کی شان گھٹانا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عزت و عظمت کسی میں تسلیم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی شان کم ہو جائے گی اور جب تک ان پاک لوگوں کی جناب میں ناپاک کلمات استعمال نہ کیے جائیں تو حیدر خداوندی کا حق ادا نہیں

ہو سکتا نحوذ باللہ من سواد الادب فی حق اللہ وحق رسوله الکریم۔

(۱۲) ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے ہر کام میں اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہر چچا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اس سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہرے سے چہار کا تو کیا ذکر! (تقویۃ الایمان ص ۵۱)

ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہے، وہی ہمارا معبود ہے ہم اسی کے بندے ہیں، وہی خالق بھی ہے اور وہی رازق بھی، اسی کی شان رب العالمین ہے اور اسی کا نام حکم الحاکمین ہے۔ تمام انبیاء کرام، رسل عظام اور اولیائے کاملین، ملائکہ مقربین اسی کے بندے ہیں، شان میں سے کوئی اللہ کے برابر، نہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی طرف محتجج بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس عقیدہ کو بیان کرنے کے لئے صرف یہی الفاظ تھے؟ اور کیا اللہ تعالیٰ کو اپنا بادشاہ سمجھنا صرف اسی وقت صحیح اور قابل اعتبار ہوگا جبکہ اس کے خلفاء اور وزراء انبیاء و رسل اور اس کے مقربان بارگاہ اولیاء اللہ کی تعظیم و توقیر کو ترک کر دیا جائے اور ان کی اطاعت و اتباع سے انکار کر دیا جائے! بلکہ ان کی شان اقدس میں گندی زبان استعمال کی جائے۔ کیا بادشاہ ایسے آدمی کو اپنا غلام سمجھے گا یا باغی؟ اسے مستحق انعام سمجھے گا یا واجب التعزیر؟ اسے سندِ عزت پر بٹھائے گا یا تعزیرت میں گرائے گا؟

حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم و توقیر نہ کرنے والے عابد و موجد کا انجام کیا ہوا فاخرج منہا فانک رحیم وان علیک لعنتی الی یوم الدین بلکہ وزراء اور نائبین کی تعظیم و توقیر دراصل بادشاہ کی تعظیم و توقیر ہے اور ان کی امانت دراصل بادشاہ کی گستاخی ہے اسی لئے شیطان کو سندِ عزت سے اتار کر چاہِ ذلت میں گرا دیا گیا اور قیامت تک اسے لعنت کا مستحق بنا دیا گیا۔ بلکہ اس بادشاہ حقیقی نے

خود ان کی اطاعت و غلامی کا حکم دیا ہے وما امرنا من رسول الا ليطاع باذن اللہ ہم نے ہر رسول کو اس لئے بھیجا تاکہ اللہ کے امر سے اس کی اطاعت کی جائے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے مسلمان خلفاء و امراء کی اطاعت کرو، بلکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان کی اطاعت سے سرکشی کو اپنی نافرمانی قرار دیا من یعص اللہ ورسولہ فقد ضل صلاہ مبینا ان کے ادب و احترام کا حکم دیا و تعزروا و توقروا۔

اور یہ ہر شخص پر واضح ہے کہ عامی آدمی کو بادشاہ کی بارگاہ میں وزراء اور خواص کی بددلت رسائی جلد ہو سکتی ہے اور مطلب برآبی و حاجت روائی جلد ہی ہو سکتی ہے۔ ان کے مہارے کے بغیر انعام کا مستحق ہو سکتا ہے اور غضب و جلال کا نشانہ بھی بن سکتا ہے اسی طرح حکم الحاکمین کی بارگاہ میں رسائی کے لئے اس کے اولیاء و خواص بارگاہ اور انبیاء کرام سے توسل بھی اسی مقصد کے تحت ہوتا ہے نہ کہ انہیں کارساز و حاکم سمجھ کر، زندہ اولیاء کرام اور انبیاء کرام کی بارگاہ میں حاضری کے وقت یا پردہ فرمانے کے بعد ان کے مزارات پر حاضری دیتے وقت ہر دو صورت میں یہ عرض کیا جاتا ہے کہ تم دعا کرو اللہ تعالیٰ یہ مشکل آسان فرمائے، یا یوں عرض کیا جاتا ہے کہ اے اللہ اپنے ان مقبول بندوں کے طفیل ہماری یہ مشکل آسان فرما، یہ توسل صحابہ کرام نے کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے طیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا ڈھونڈا فتلقى ادم من سربہ کلمات فتاب علیہ۔ پہلی امتوں نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کا واسطہ دیکر اللہ سے کفار و مشرکین پر فتح و نصرت طلب کی و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا وغیرہ وغیرہ، کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بادشاہ حقیقی مان لیا تھا اور کفر و شرک کا ارتکاب کیا تھا، لعوذ باللہ۔

لہذا موعود منہد کا یہ کہنا اور کسی سے ہمیں کیا کام" ابی واستکبر کے معنی ہے

اور ادب و نیاز مندی سے بہت دور ہے نیز یہ گوہر افشانی کہ جو ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا وہ اپنے کام میں کسی دوسرے بادشاہ سے بھی واسطہ و تعلق نہیں رکھتا کسی چوہڑے کے چار کا تو ذکر ہی کیا "عجیب معنیٰ کہ خیر ہے جب اللہ رب العزت کے مقابل نہ کوئی بادشاہ اور نہ ہی کوئی مسلمان اس کا قائل۔ البتہ اللہ رب العزت کی شانِ جباری و قہاری کے پیش نظر اس کے پیاروں کا سہارا اہل سنت تلاش کرتے ہیں اور ان کی غلامی و نیاز مندی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سمجھتے ہیں تو اس موحد کے چوہڑے چار کا مصداق کون لوگ ہیں اور ان گندے الفاظ سے کنستیوں کو تعبیر کیا جا رہا ہے؟ نیز کیا بادشاہ کے بعد دوسرا درجہ صرف چوہڑے چار کا ہے تاکہ وہ شخص جو ایک بادشاہ کا ہو چکا ہے وہ جب دوسرے بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا تو پھر صرف چوہڑے چار کا ہی مقام رہ جائے گا؟ نہیں نہیں یہ محدث و مفسر اور موحد اعظم بے خبری میں نہیں، دیدہ و دانستہ تعظیم و توقیر کی حدود کو پھلانگ کر بے ادبی و گستاخی کی گھاٹی تک جا پہنچا ہے اور مقدس کنستیوں کی جناب میں ان گندے الفاظ کو استعمال کر رہا ہے جو منصبِ محبوبیت پر فائز ہیں اور جو مسندِ خلافت و نیابت پر جلوہ افروز ہیں، کہیں نماز میں ان کے تصور و خیال کو گدھے اور زیل کے خیال میں مستغرق ہونے سے بدتر بتلاتا ہے اصرارِ مستقیم و قد تقد الکلیم علیہ۔ اور کبھی انہیں چوہڑے چار جیسے ناپاک الفاظ کا مصداق بناتا ہے اور کہیں چار سے ذلیل بتلاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی سے اس بے ادب کے متعلق فرمایا ہے

یہ ہے دین کی لغویت اس کے گھریے مستقیم صراطِ شر

جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خرتوزباں پر چوہڑا چار ہے

نیز یہ دعوائے کہ جو بادشاہ کا ہو چکا ہے اور کسی سے کیا کام، کتنا معنیٰ کہ خیر ہے

اس پر کیا سند و شہادت ہے جبکہ وہ نہ کہے کہ واقعی یہ میرا ہے اور اس کے گدھے میں

جو اس کے محبوب کے غلام ہیں قانبعونی محیب کمر اللہ نہ کہ بے ادب و گستاخ!

۳۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی شے کا مالک و مختار نہیں ہے۔“

(تقویۃ الایمان ص ۲۷)

یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جو تفصیل طلب ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نے کسی کو اختیار دیا یا نہیں دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی شے کا مالک و مختار بنایا یا نہیں بنایا اور اگر بنایا ہے تو کتنی چیزوں میں اور ان کی گنتی دشمار اور ناپ تول کے لئے کونسا پیمانہ یا ترازو ہے اور وہ مخلوق کو کہیں سے مل سکتا ہے یا نہیں؟

مختصر یہ کہ اگر مستقل طور پر ملکیت و اختیار مانیں جس سے اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش کی نفی ہوتی ہو تو یہ شرک ہے خواہ ہم اپنے متعلق نشست و برخاست، قول و فعل اور حرکت و سکون میں یہ اختیار و ملکیت تسلیم کریں یا کسی اور مقبول بارگاہ میں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے دئے ہوئے اختیارات سے کسی شے کا مالک و مختار مانیں تو یہ بالکل جائز ہے۔ ہم اپنے لئے اس اختیار اور ملکیت کو تسلیم کرتے ہیں، فرشتوں کے لئے مختلف قسم کے اختیارات مثلاً قبض ارواح، بارش برسانا، ہوائیں چلانا، زمین کا تقاضا، عرش کا تقاضا وغیرہ وغیرہ مانتے ہیں اور موحدین دیوبند شیطان کے لئے مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک پہنچنے کی قدرت اور ہر جاندار کے دل پر تصرف تسلیم کرتے ہیں تو سید اولاد آدم فخر بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس قسم کا اختیار اور ملکیت مان لینے میں کونسا قصر توحید مسماہ ہو رہا ہے جنہوں نے انگلی کے اشارہ سے چاند کو چیرا، سورج کو غروب ہونے کے بعد لوٹایا، درختوں کو پاؤں کے بغیر چلایا، پتھروں کو پانی پر تیرایا، اپنی انگلیوں سے پانی کے چشموں کو جاڑی فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ اور منبع ولایت مولیٰ المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بھی اسی قسم کا خدا داد اختیار و تصرف مان لینے میں کونسا شرک و کفر لازم آئے گا؟ بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات اور اس کی قدرت کی دلیل ہی یہ ہے کہ اس کے بندوں میں جب اتنی قدرت ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے جو ان کا خالق ہے اس میں کس قدر قوت و قدرت ہوگی اور

ہم کی شانِ مالکیت کا کیا اندازہ ہو سکے گا؟ محدث دہلوی نے تکلمہ مدارج میں فرمایا:
 وایں خود عین کمال الہی است کہ اس چلیں ذاتے ابراز نمودہ و اظہار کردہ

بہر حال مسئلہ کی تحقیق سے قطع نظر ہمیں تو مولانا کے اندازِ تحریر میں کلام کرنا ہے
 کہ ایک نخلص مسلمان اور دیندار جب مولانا کی اس شانِ بے نیازی کو دیکھے گا کہ جس کا
 نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں، اس جملہ میں جو تجاہل کا زہر ہے اس
 کا ملاحظہ کرے گا تو یقیناً وہ یہی سمجھے گا کہ لکھنے والے کو ان کی ذات سے کوئی بھی
 واقفیت نہیں ہے اور نہ کسی قسم کی آشنائی و تعلق، اگر مصنف تقویۃ الایمان ان
 کے منصب و مرتبہ کو جانتا، ان کے مولد و مسکن کو پہچانتا اور کسی قسم کا تعلق قلبی ان کی
 ذات سے ہوتا تو ہرگز یہ اندازِ تحریر نہ ہوتا، اگر منصبِ نبوت و رسالت آنحضرت اور مرتبہ
 محبوبیت و مقبولیت، عرشِ نشینی اور بارگاہِ خداوندی میں ہم نشینی، شفاعتِ عظمیٰ اور
 وزارتِ کبر سے اسے معلوم ہوتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا منبع ولایت اور سر شریعت
 ہونا اسے معلوم ہوتا تو اس طرح ہرگز نہ کہتا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی شے کا
 مالک و مختار نہیں، وہ یوں بھی کہہ سکتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختار
 مالک بالذات نہیں، سیدِ رسل مالک کل صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود مستقل طور پر
 بغیر اللہ تعالیٰ کی عطا کے ہر چیز پر متصرف نہیں۔ منبع ولایت، باب مدنیۃ العلم
 ہر شے پر قادرِ مطلق نہیں ہیں، وہ تمام ترقوتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے محتاج
 ہیں، لیکن ایسا ہرگز نہیں کیا، لفظِ محمد کے ساتھ حضرت "لکھنے کی توفیق نصیب نہ
 ہوئی اور جس کا نام محمد یا علی ہے کی بجائے جن کا نام "لکھنا گوارا نہ کیا، نہ لفظِ
 محمد کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم "لکھنا پسند کیا اور نہ لفظِ علی کے بعد کرم اللہ وجہہ کی
 ضرورت سمجھی اور عبارت دیکھنے والا یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ محمد یا علی سے مراد رسول
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں یا مولوی اسماعیل کے نوکر چپا کر
 لغو ذالشدن ذہک۔

یہ اندازِ تحریر یاد دہانی کا یہاں نام و نشان نہیں ہے

اور ایسے القابات وادماص ذکر کرنے سے گستاخی مانع ہوتی ہے اور اس کچھ ہاں
بے شمار غزلے موجود ہیں اسی لئے مقدور بھر بے ادبی و گستاخی کی اور دائرہ ادب
نیاز سے نکل کر دیرانہ ضلالت میں جا پہنچا ہے۔

محمد عربی کا برف سے ہر دم سراسر

کسے کہ خاک و ریش نیست خاک بر سر

العرض یہ داستان بہت طویل ہے۔ صرف تقویۃ الایمان میں ناورد بہت سی ایسی
عبارات موجود ہیں جن میں کلمہ کھلا گستاخی و بے ادبی موجود ہے اور بارگاہ رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی شان اقدس میں زبان درازی کی گئی لیکن کسی فاضل
دیوبند کو ان الفاظ میں قباحت نظر نہیں آئی بلکہ مولانا رشید احمد صاحب نے تو فتاویٰ
رشیدیہ میں یوں تصدیق و توصیف فرمائی ہے :

”تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب ہے اور موجب قوت و اصلاح
ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا
مؤلف ایک مقبول بندہ تھا۔“ (منہ)

دوسرے مقام پر فرمایا :-

”کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور در شرک و بدعت
میں لاجواب، استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور حدیث سے
ہیں۔ اس کا پڑھنا، پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر
جو اس کے لکھنے والے کو برا کہتا ہے وہ ناسق اور بدعتی ہے دتا، اگر کسی
گمراہ نے اس کو برا کہا تو وہ خود منال و مغل ہے۔“

تعجب ہے کہ وہ کتاب جس میں اس قدر گستاخیاں و بے ادبیاں ہوں
محبوبانِ خدا کو چوڑے چارے تعبیر کیا گیا ہو، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرکزِ مٹی میں
ٹٹنے والا کہا گیا ہو، سب انبیاء و اولیاء کو بے خستہ و نادان کہا گیا ہو، مستانہ منصب
محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ٹٹے سے بھائی کے برابر بیان کیا ہوا ہو، لیکن

ہاں ہمدارشاد یہ ہے کہ کتاب سرچشمہ ہدایت اور لکھنے والے ولی کامل اور انکار کرتے ہوئے
 فاسق، گمراہ، بدعتی دے دین، مولانا اشرفی صاحب کی حفظ الایمان والی عبارت اور
 مولوی غلیل احمد کی براہین قاطعہ میں شیطان کے علم کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر فرقت
 دینا پہلے گذر چکا ہے اور ان کے علاوہ بھی بے شمار ہدایات و لغویات موجود ہیں۔ ہمیں
 ان کی تفصیل سے غرض نہیں، ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اللہ رب العزت کے
 نزدیک اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کیا ہے اور ان کی شان
 میں بے ادبی و گستاخی کس قدر ناگوار ہے۔ بیگانے کو اس کریں، گالیوں بکیں تو جواب
 خود عنایت فرمائے اور اپنے ایسے افعال کے مرتکب ہوں جو پریشانی خاطر کا موجب
 ہوں تو فوراً متنبہ فرمائے۔ ان کا کوئی ایسا کلمہ جو غیروں کی گستاخی کے لئے آ رہا ہو
 ہو اسے فوراً حرام فرمادے لیکن ادھر امتی ہونے کے دعویدار اور محدث و مفسران تمام
 تفصیلات پر نگاہ کے باوجود اس قدر بے باک دے لگام اور بے ادب و گستاخ
 اپنی ان لغوی عبارات پر اصرار اور صدا اور تصحیح میں سارا زور بیان صرف کریں، لیکن
 یہی الفاظ ان پر استعمال کر دو تو ان کے جاری غیظ و غضب سے جل اٹھیں اور مرنے مارنے
 پر تل جائیں اور اسے ان نام بنیاد ملاؤں کی شان میں بے ادبی و گستاخی قرار دیں،

حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد سراج احمد صاحب محدث اعظم پاکستان قدس سرہا تیسری مولوی منظور
 دیوبندی کے ساتھ مناظرہ کر رہے تھے۔ اشرفی صاحب کی حفظ الایمان والی عبارت کا کلمہ ہوتا زیر بحث
 تھا۔ جب وہی شخص مولوی اشرفی کے حق میں محدث اعظم علیہ الرحمۃ نے جاری فرمائیں اور اس کے علم کو
 گدھے وغیرہ کے علم سے تشبیہ دی تو مولوی منظور صاحب چیخ اٹھے کہ تم نے مولانا اشرفی صاحب کی
 شانِ اقدس میں گستاخی کی ہے۔ قبلہ محدث اعظم نے فرمایا کہ یہی عبارت سید عالم رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم کے حق میں گستاخی و بے ادبی نہیں تھی اور وہی عبارت تمہارے مولوی پر چسپاں کی گئی ہے
 تو اس کی بے ادبی ہو گئی ہے۔ انرض سامعین سخت مشتعل ہو گئے اور دیوبندی صاحب ہنسنا
 جان بچا کر بھاگے۔

ابھی سنیے امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا ہے
 اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ کسبھی
 نجد یو کلہ پڑھالے کا بھی احسان گیا
 اور اسی لئے علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم لاہوری نے مولوی حسین احمد مدنی پوری کو
 خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا ہے

بہ مصطفیٰ برساں خوشی کہ دیں ہمہ اوست
 اگر باور رسیدی تمام بولہبی ست

اللہ تعالیٰ کے ارشاد انے شاننک ہو الا بتق میں چید لفظی
 نکات میں جو ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں :-

۱۔ شاننک میں لفظ شانی اسم فاعل کا صیغہ ہے جو کہ کلاب خطاب کی طرف معنات
 ہے اور شانان سے ماخوذ مشتق ہے جس کا معنی بغض و عداوت ہے تو شانی کا معنی
 ہوا بغض و عداوت رکھنے والا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مشتقی پر حکم لگایا جائے تو مسدأ
 اشتقاق اور ماخذ و مصدر اس حکم کی علت بن جاتا ہے اور یہاں "الابترا" حکم ہے جس کا
 معنی ہے دم کٹنا، بے اولاد، بے نام و نشان، بے برکت، لہذا ان شاننک ہو
 الا بترا سے پتہ چلا کہ ولید بن مغیرہ ہو یا دوسرے دشمن اور کینہ ور گستاخ و بے ادب
 وہ سب عداوت اور بغض و گستاخی و بے ادبی اور توہین بارگاہ عالم پناہ رسالتاً
 صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ابترا ہو گئے، غیر و برکت سے محروم ہوئے اور ان کا نام نشان
 مٹ گیا ہے

مٹ گئے ملتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

کفار و مشرکین، معاندین و مخالفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابترا

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ان شانک ہو لایستہ فرمایا۔ اس جملہ میں اسم و خبر کے درمیان ہونے پر اور خبر حرف باللام جو کہ حصہ و قصر پر ڈال ہیں یعنی ابرہہ صرف وہ ہیں جو تجھ سے عداوت رکھنے والے ہیں نہ کہ آنجناب۔

۳۔ ان شانک ہو لایستہ میں کسی وجہ تالیف سے ذکر لکھنے میں لفظ ان جو کہ تحقیق ثبوت کے لئے ہوتا ہے، جملہ اسمیہ جو کہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور ضمیر فصل جو کہ تحقیق ثبوت کے لئے ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قصر پر بھی دلالت کرتا ہے۔

نیز کلام میں تاکید ذکر کرنے کے کئی مقاصد ہوتے ہیں کبھی من طلب کے تردد یا انکار کو زائل کرنا اور کبھی اس حکم کے ساتھ اپنی رغبت بیان کرنا سبب ایساں اللہ رب العزت نے ان شانک ہو لایستہ فرما کر دشمنان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بربادی، ہلاکت اور بے نام و نشان ہونے سے اپنی رغبت کا اظہار فرمایا ہے۔

نیز اس حکم کے مخاطب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان میں کسی قسم کا تردد وغیرہ تو ہوسکتا ہے نہیں سکتا تھا، آنجناب کی ظاہری حالت کو دیکھ کر یعنی مکہ مکرمہ میں انتہائی تنگی اور مشکلات میں دست گزارا اور بالآخر ترک وطن پر مجبور ہو جانا اور تمام مال و منال، ساز و سامان، آپہ تھا، آپ کے جانشینوں کا، سب کچھ کفار کے قبضے میں چلے جانا، کفار و مشرکین کی کثرت اور مینیوں کی قلت، معاندین کی ظاہری شان و شوکت اور آنجناب و صحابہ کرام کی ظاہری بے ہوشی و سامانی وغیرہ ایسے امور تھے جن کی وجہ سے بہ احتمال تھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم کوئی دوسرا ہوتا تو اس حکم میں تردد اور شک و شبہ کرتا اس لئے اس حکم کو مؤکد کر دیا اور فرمایا ان شانک ہو لایستہ یقیناً قطعاً ہوتا آپ کے معاند مخالف صفحہ ہستی سے مٹنے والے ہیں اور بے نام و نشان اذیت و نابود ہونے والے ہیں، ہمارے اس فیصلہ اور حکم میں کسی طرح کے شک و تردد کی گنجائش ہے نہ انکار کا امکان۔

۴۔ معاندین کی ذالوں کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ ان کو شافی والے عنوان سے

تعبیر فرما کر یہ واضح کر دیا کہ جب تک ان میں عداوت و بغض رہے گا تب تک ابتر
والاحکم بھی ان کے حق میں ہوگا۔ مگر وہ ابتر بننے سے بچنا چاہتے ہیں تو بغض و دشمنان
کو ترک کرنا چاہئے اور یہ بھی واضح فرما دیا کہ مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اگر صدق
دل سے توبہ کرو اور میرا محبوب نہیں معاف کر دے تو میں بھی معاف کر دوں گا اور
تم ابتر ہونے سے بچ جاؤ گے بلکہ تمہیں حیاتِ ابد اور راحتِ جاوید وال نصیب ہو جائیگی
اللہ میری رحمتوں سے سرفراز ہو جاؤ گے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جادولت
فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجود اللہ تو اباب
رحیمہ

۵۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انعامات کو ذکر
فرمایا لیکن انعامات کی تکمیل اتنی وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ اعداء اور
مخالفین مغلوب و مقہور نہ ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان شانک ہوا ابتر
فرما کر دشمنوں کو مغلوب کرنے کا وعدہ بھی فرمایا لیکن میں فوری طور پر انہیں ہلاک نہیں
کرتا تاکہ تمہارے بخت و اقبال اور جاہ و جلال کو دیکھ لیں اور جنگوں میں پے درپے شکستیں
کھا کر ذلت و رسوائی کا منہ دیکھ لیں تاکہ خود بخود غیظ و غضب کی آگ میں جلتے رہیں۔

۶۔ ان دشمنانِ دین و اسلام کو شافی (معاند و کینہ در) سے تعبیر فرما کر یہ اشارہ
فرما دیا کہ وہ لوگ سوائے بغض و عناد کی آگ میں جلیں گے اور کچھ نہیں کر سکیں گے۔ اللہ
تعالیٰ تمہارا محافظ و نگہبان ہے واللہ یصلک من الناس۔ اس کی نصرت
امداد ہر وقت تمہارے ساتھ ہے حسبک اللہ۔ لہذا یہ لوگ صرف حسد و بغض
کی آگ میں جلتے ہیں تمہارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔

۷۔ کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہا۔ بعض کا مقصد تو یہ تھا کہ ان کی
نزدیک اولاد نہ رہی حضرت قاسم و حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما مکہ شریف میں انتقال
فرما گئے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ پاک میں وصال فرما گئے لہذا کوئی ان کا قائم
مقام نہیں ان کا دین و مذہب فوراً ختم ہو جائے گا بعض کا مقصد یہ تھا کہ اسلام

پوری طرح پھیل نہیں سکیگا اور یہ اپنے مقصود تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بعض کا خیال یہ تھا کہ یہ تن تنہا ہیں ان کا کوئی معاون و مددگار نہیں۔ بعض کا زعم یہ تھا کہ ہم باعزت ہیں اور وہ ذلیل نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ان عزائم کو مقاصد کو بُری نیتوں اور ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ ان کی پاکیزہ نسل میں وہ برکت فرمائی کہ تمام اطراف و کثائب عالم میں آپ کی اولاد پاک پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے ملک و سلطنت کو وہ وسعت بخشی کہ روم و فارس جیسے عظیم ملک بھی فتح ہو کر اسلامی سلطنت کے زیرِ نگیں آگئے اور وہ دشمن و کینہ ور خاک میں مل گئے اور ان کے معاون و مددگارتباہ و برباد ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد ہر مقام پر آپ کے شامل حال رہی۔ ان کے ذکر خیر کو اہل طرح باقی رکھا کہ اذانوں میں ان کے نام کا اعلان ہو رہا ہے، منبروں پر انہی کی یاد کی جا رہی ہے، ہر نماز میں ان پر سلام و درود پڑھا جا رہا ہے اور ہر سال لاکھوں غلام و بھارتیہ پر دانہ و دان کے آستانہ اقدس پر حاضری دیتے ہیں اور ان کے روضہ کی زیارت سے صبر و قرار حاصل کرتے ہیں۔

ہاں اگر نسل قطع ہوئی تو ان کفار کی، نام و نشان مٹا بھی تو انہی مخالفین و معاندین کا بے یار و مددگار ہوئے بھی تو وہی بد بخت، حامد و کینہ ور، اور اللہ تعالیٰ نے کوفین کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت ایسی نہیں جو اپنے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہ فرمائی ہو۔ تمام خیرات دنیا و آخرت و نعمت ہائے دنیویہ و اخرویہ انہیں عطا فرمائے

۷ ہر مرتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم

ہر نعمتی کہ داشت خدا شد برو تمام

۸ انا اعطیناک الکوثر فرما کر اللہ تعالیٰ نے تمام خزان ان کے حوائج سے

فرمادے لاند لم یقید ذلک الکوثر لشیء دون شیء از جہم تہلول

جميع خیرات دنیا و الاخرۃ دراز سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوثر میں کسی

قسم کی تخصیص و تقیید نہیں فرمائی لہذا تمام دنیوی و اخروی خیرات۔ اس میں داخل ہیں اور آخر

میں ان شانوں کا ہوا لابت فرما کر ان نعمتوں کی تکمیل و تمتیم کر دی اور وہ نعمتوں کا

ذمالت و رذالت پر مہر لگا دی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واضح فرما دیا کہ ابتداء فیضان کریموالا بھی میں ہوں اور اس کی تکمیل فرمادے والا بھی میں ہوں لہذا نعمت ہی پر قانع نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ صاحب نعمت و انعام پر نظر رکھنی چاہئے بلکہ نعمت پر صرف اس لحاظ سے نظر ہونی چاہئے کہ یہ اس کی طرف سے آنے والی ہے اور اسکی دی ہوئی ہے۔ فقط واللہ اعلم ورسولہ ﷺ

اس سورت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ انعام فرمایا اور انکو شرکے علوم میں جو جو خزان کمالات و دقائق درجات داخل ہیں اس سورت کریمہ میں جو جو فوائد نکات موجود ہیں وہ ہمارے احاطہ سے باہر ہیں اور کوئی نصیح و بلیغ انہیں کما حقہ بیان نہیں کر سکتا۔

امام رازی علیہ الرحمۃ اس مقام پر اپنی خدا داد و ہانت و فطانت اور ذکاوت و فراست کو پوری طرح بروئے کار لائے لیکن بالآخر یہی فرمایا :-
ان الفوائد التي ذكرناها بالنسبة الى ما استأثر الله بعلمه من فوائد هذه السورة كالقطرة بالنسبة الى البحر۔

وہ فوائد نکات جو ہم نے یہاں ذکر کئے ہیں وہ ان حکم و نکات اور اسرار و دقائق کے مقابلہ میں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، ایسے ہیں جس طرح کہ سمندر ناپیدا کنار کے مقابل قطرہ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس سورت کریمہ کمالات معصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو سمندر موجزن ہیں ان کے ساتھ ان تمام کمالات کی جو مفسرین و محدثین نے بیان فرمائے ہیں، وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو سمندر سے ہے۔ یہ تو بہر حال تنہا ہی کی تنہا ہی کی طرف نسبت ہے اور ہمارے بیان کردہ اوصاف و کمالات کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا داد مراتب و مناصب اور درجات و منازل کی طرف تنہا ہی کی غیر تنہا ہی کی طرف نسبت ہے امام بوہیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا :-

ان من معجزاتك العجز عن وصفك اذ لا يحده الاحصاء

كيف يستوعب الكلام سجايك وهل تتخرج البهار الدلاد

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ مخلوق آپ کے اوصاف و کمالات بیان کرنے سے عاجز ہے کیونکہ وہ کسی گنتی و شمار میں آہی نہیں سکتے۔ ہماری کلام تمہارے اخلاق عالیہ اور مراتب رفیعیہ کا احاطہ کیسے کر سکتی ہے، کیا ڈول سمندروں کو غالی کر سکتے ہیں اور ان کا سارا پانی باہر نکال سکتے ہیں؟ اہلی حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا ہے

تیرے تو وصف عیب تنہا ہی سے ہیں پری
 حیراں ہوں میرے شاہ کہ کیا کیا کہوں تجھے
 لیکن رفتانے ختم سخن اس پر کر دیا
 خالق کا بندہ خلق کا مولے کہوں تجھے

هذا ما تيسر لهذا العبد الضعيف في مدح النبي المحيب المحيب النسيب
 شرحا وتفصيلا وتاويلا وتفسيرا لسورة الكوثر وما للاختصار وقصدا
 للاقتصار على ما ذكر في التفاسير وكتب السير في شرف الرسول المختار
 صلى الله عليه واله الاطهار واصحابه الاخيار وانا المتبرئ من جولى قولى
 والمعتزف بقصور فهمى وفطنى المدعو بالوا حسنا حمدا شرف
 السيالوى غفر الله ذنبه الخفى والمجلى -



فہرست

مضامین

صفحہ	مضامین	شمار
۹	سورہ کوثر پہلی سورتوں کے لئے تتر ہے اور بعد والی سورتوں کیلئے تمہید	۱
۹	انا اعطینک میں دس حکمتیں باعتبار الفاظ	۲
۲۳	کوثر یعنی نہر جنت	۳
۲۴	کوثر یعنی حوضِ مشرب	۴
۲۶	کوثر یعنی اولادِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۵
۲۹	سیدہ فاطمہ کی خصوصیت کہ آپ کی اولاد میں آپ کی نسبت غالب ہے	۶
۳۱	دوسری صاحبزادیوں کی اولاد انکوثر میں داخل کہیں نہیں؟	۷
۳۲	بشاعت کثرت اولاد آپ کی صلیبی نرینہ اولاد میں کیوں پوری نہ ہوئی؟	۸
۳۶	انکوثر یعنی اولادِ اولیاء و علماء و کرام	۹
۴۲	• • • • • جمع است مصطفیٰ علیہ السلام	۱۰
۵۱	• • • • • نبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱
۵۲	آنحضرت کی نبوت کا دوام اور ابدیت و ختمیت	۱۲
۷۰	سزائوں کے شبہات و اولاد کا ازالہ (حاشیہ)	۱۳
۸۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اجزا و عالم و المراد کائنات کو محیط ہے	۱۴
۹۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے کلمات نبوت پر مشتمل ہے	۱۵
۱۲۱	براہین قاطعہ میں علم حبیب خدا علیہ السلام پر شیطان کے علم کو ترجیح دینے کا رد و تبلیغ (حاشیہ)	۱۶
۱۲۶	انکوثر یعنی قرآن کریم، قرآن کریم کے فضائل و کمالات	۱۷
۱۳۱	قرآن کریم کی شانِ اجمالی	۱۸
۱۳۱	قرآن کریم کا علومِ غیب اور اسرار و رموز پر مشتمل ہونا بھی اس کا اعجاز ہے	۱۹
۱۳۵	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب اور علم فائق و علم مخلوق میں فرق (حاشیہ)	۲۰
۱۳۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشابہات اور قیامت کا علم ہے (حاشیہ)	۲۱
۱۴۵	کوثر یعنی دین اسلام، اسلام کا جامع جمیع مذاہب و خیرات ہونا اور اس کے علاوہ کسی دین کا قابل قبول ہونا	۲۲
۱۴۵	کوثر یعنی رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳
۱۵۵	مولوی سہیل دہلوی کی مراد مستقیم الیٰ عبادت نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال گدھے و بیل کے خیال سے بدتر ہے • کار و تبلیغ	۲۴
۱۶۰	انکوثر یعنی اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵
۱۸۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ غیب تکمیل سے پہلے ہی تمام اخلاقِ اللہ سے متعلق اور انبیاء و مرسلین سے متصف ہیں	۲۶

۲۸۷	اکوثر یعنی علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷
۱۹۰	مخالفین کے مشبہ کا ازالہ (حاشیہ)	۲۸
۱۹۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم صرف دینی امور میں منحصر نہیں۔	۲۹
۲۱۵	علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا منافقین کا کام ہے اور اس کا جہنمائے قاسد (حاشیہ)	۳۰
۲۲۲	مولوی اشرف علی کا علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں اور پاکلوں کے علم سے تشبیہ دینا اور اس کا انقیاد (فائدہ اولیٰ)	۳۱
۲۲۳	فائدہ ثانیہ، علم باری تعالیٰ کا ان دنیاویوں میں منحصر نہیں نیز جزلاتیجز سے میں بھی علم خالق و مخلوق برابر نہیں ہو سکتے	۳۲
۲۲۴	مولوی اسمعیل کی دو عبارتوں کا رد	۳۳
۲۲۵	اکوثر یعنی مقام محمود و شفاعت عظمیٰ	۳۴
۲۳۳	مقام محمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص ہے اور یقینی طور پر آپ کو حاصل ہے	۳۵
۲۳۷	آنحضرت کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام کی شفاعت سے معذرت کیوجہ! (نکتہ اولیٰ)	۳۶
۲۴۰	معذرت بیان کرتے وقت پانچ انبیاء کرام کو علی الخصوص ذکر کرنے کی وجہ حالانکہ معذرت سمجھی کریں گے	۳۷
۲۴۱	انبیاء کرام میں سے صرف عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت کی طرف طلب شفاعت کے لئے راہنمائی کریں گے دوسرے نہیں	۳۸
۲۴۲	آنحضرت نے اپنا منصب شفاعت دنیا میں کیوں ظاہر فرمایا	۳۹
۲۴۳	شفاعت کے اقسام اور ان میں سے ہر ایک کا حضور اکرم کو حاصل ہونا	۴۰
۲۵۳	حضور اکرم کے لئے لو الھمدا اس کی حقیقت اور اس کے نیچے پناہ لینے والوں میں حضرت آدم و دیگر انبیاء	۴۱
۲۶۲	شفاعت کا انکار کرنے والوں کے شبہات کا جواب	۴۲
۲۶۶	اکوثر یعنی معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خصائص اعضا مبارکہ و فضائل شریفہ	۴۳
۲۸۷	اکوثر یعنی نور قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۴۴
۲۹۲	قلب محبوب خدا کی وسعت اور سایہ نہ ہونے کی حکمت	۴۵
۳۰۹	اکوثر یعنی الخیر اکثر کلمہ و جامعیت جمیع کمالات۔	۴۶
۳۱۵	آنحضرت کی اخروی خصوصیات کیوجہ اور آپ سے پہلے کسی بھی مخلوق کے بیدار نہ فرمانے کی حکمت اور جسم پاک کے بعد از وہاں دنیا پر رہنے کیوجہ! (حاشیہ)	۴۷
۳۳۲	منصب محبوبیت کی بلندی اور حبیب و خلیل میں فرق	۴۸
۳۳۵	فصل لربیل و انحر، صلوة کے تین معانی اور صلوة یعنی نماز کی ترمیم	۴۹
۳۴۲	فرض و نفل عبادات کے ثمرات و فوائد اور منصب محبوبیت پر فائز ہونا اور انوار الہیہ سے تمام بدن کا منور ہونا	۵۰
۳۵۳	نحر کے معانی اور نحر یعنی قربانی کی ترمیم	۵۱
۳۵۸	آنحضرت کا اقامت مدینہ منورہ کے دوران قربانی دینا اور حج کے موقع پر سوا دنت قربان کرنا	۵۲
۳۵۹	آنحضرت کا امت کے لئے قربانی دینا اور کسی کی طرف سے صدقہ کرنے کا جواز	۵۳
۳۵۹	قربانی کے ادنیٰوں کا خود بخود گردنوں کو ذبح کیسے پیش کرنا	۵۴

۳۶۱	۵۵	قرآن تعالیٰ لربك کی حکمت
۳۶۳	۵۶	عبادت اور تعظیم میں فرق
۳۶۷	۵۷	غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کی تحقیق
	۵۸	عبادت خدا تعالیٰ کو عظمت مصطفیٰ علیہ السلام پر قربان کیا جاسکتا ہے۔
۳۶۳	۵۹	قد تعالیٰ ان شانك هو الابرار، شان نزول میں مختلف اقوال
۳۷۵	۶۰	اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب کی طرف سے مطالبہ کفار کا جواب
۳۷۸	۶۱	حضرت کی تقصیریں ہر دم گناہوں اور مدح میں کئی گنا زیادہ ثواب و درجات (حاشیہ)
۳۸۲	۶۲	حضرت عائشہ کی برائت اور آنحضرت کو اس کا علم، آنحضرت کا منبر پر اعلان اور نزول قرآن
۳۹۰	۶۳	اللہ تعالیٰ کا مومنین کو بارگاہ نبوی کے آداب کھلانا
۳۹۳	۶۴	کلمہ گستاخی بغیر ارعہ گستاخی بھی حرام ہے
	۶۵	اسماعیل ہروی کی چند عبارات کا رد و طبع
۴۰۷	۶۶	فعلی نکات و فوائد متعلقہ بیان شانك هو الابرار
۴۱۱	۶۷	سورہ کوثر کے اندر غیر متناہی معانی و مطالب ہیں

خوشخبر

علمائے اہل سنت کی اعتقادی، علمی اور تحقیقی تصانیف کے لئے ہم سے رجوع فرمائیں، ہم آپ کو اولین فرصت میں ارزاں قیمت پر مہیا کریں گے۔ دینی طلباء کو خاص رعایت دی جائے گی۔

معاظرت اسلام شیخ الحدیث

مدظلہ
محمد اشرف
سیالوی

کی قابل قدر تصانیف

تذکرہ
حسین

کوثر
الخصیرات

چراغ
الصدور

متعہ
اور اسلام

● گلشن توحید و رسالت

● ہدایہ المتذنب الخیران فی الاستغاثۃ بالانبیاء والرحمان

● انبیاء مساکین اور بشارت سید المرسلین

● تنویر الابصار بنور النبی امخار

● کی جوی باطل اور شان انبیاء میں استغاثہ

DESIGN BY: S GRAPHIC

Printed by: Jamal-e-Karam
Phone: 042-7324948

السنیہ کتب خانہ

Marfat.com